تنویر الابصار
بنور نبی المختار علیہ الصلوٰۃ والسلام
امام المناظرین شرف العلماء علامہ ابو الحسنات
محمد اشرف سیالوی زید مجدھم
اہل السنۃ پبلی کیشنز دینہ ضلع جہلم

بسم الله الرحمن الرحیم

﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ﴾ (المائدہ:۱۵)

# تنویر الابصار بنور النبی المختار

## علیہ صلوات الابرار

## مصنف

اشرف العلماء شیخ الحدیث علامہ اشرف سیالوی

اس کتاب میں فاضل مصنف نے مسئلہ نورانیتِ مصطفیٰ علیہ وسلم کو دلائل قاہرہ سے ثابت فرمایا ہے۔ قرآن وسنت اور اقوالِ ائمہ کی روشنی میں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو واضح کیا گیا ہے۔ منکرین نورانیتِ مصطفیٰ علیہ وسلم کے ایک نمائندہ عالم سے مباحثہ کی روئیداد بھی شامل کتاب ہے

## ناشر

مکتبہ اہل السنہ پبلی کیشنز دینہ (جہلم)

0321-7641096,0544-630177

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

| | |
|---|---|
| نام کتاب | تنویر الابصار بنور النبی المختار |
| مصنف | اشرف العلماء علامہ محمد اشرف سیالوی |
| تزئین واہتمام | محمد ناصر الہاشمی |
| اشاعت باراول | جنوری 2003ء |
| اشاعت باردوم | ستمبر 2005ء |
| اشاعت بارسوم | مارچ 2008ء |
| اشاعت بارچہارم | مارچ 2011ء |
| تعداد | 1100 |
| قیمت | |

## ملنے کے پتے

-مکتبہ اہل السنہ پبلی کیشنز گلی شاندار بیکرز منگلا روڈ دینہ (جہلم)۔

E.mail:ahlusunnapublication@gmail.com

0321-7641096,0544-630177

-جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام کالج روڈ سرگودھا 048-37246095-

-بزم شیخ الاسلام جامعہ رضویہ احسن القرآن دینہ (جہلم)۔

0322-5850951,0544-633881

# تعارف مصنف زید مجدہ العالی

**پیدائش:**

۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۰ء کو ضلع جھنگ کے ایک دیہات غوثیوالہ میں، والد گرامی جناب فتح محمد صاحب مرید حضور شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین علیہ الرحمہ

**تعلیم و بیعت:**

جامعہ محمدی شریف، پپلاں، چھ ماہ مرولہ شریف، ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء میں استاذ العلماء ملک المدرسین حضرت علامہ الحاج عطا محمد بندیالوی نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساڑھے تین سال تک گولڑہ شریف، سیال شریف اور بندیال شریف میں کسب فیض کیا۔ ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء میں حضرت شیخ القرآن مولانا محمد عبد الغفور ہزاروی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دورۂ قرآن پاک میں شریک ہوے۔ اسی سال ماہ شوال میں حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قدس سرہ کی خدمت میں جامعہ رضویہ حاضر ہو کر درس حدیث لیا اور سند فراغت حاصل کی۔ سیال شریف قیام کے دوران شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ سے ھدایۃ النحو اور دیگر کتب کا درس لیا اور آپ کی روحانی توجہات سے مستفیض ہوے۔ اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔

**تدریس اور تلامذہ:**

شوال ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۲ء میں تدریس کا آغاز۔ دو سال دار العلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں، دو سال جامعہ نعیمیہ لاہور، پانچ سال سلانوالی، ایک سال رکن الاسلام حیدر آباد میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۷۱ء سے ۲۰۰۰ء تک مسلسل دار العلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں درس دیا۔ ۲۰۰۰ء سے تا حال جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام سرگودھا میں محو تدریس ہیں۔

شرف ملت شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمہ اللہ تعالی، شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبد الرزاق بھترالوی زید مجدہ، حضرت علامہ ابو الفضل مولانا اللہ دتہ سیالوی رحمہ اللہ تعالی (بھابھڑہ سرگودھا)، استاذ العلماء حضرت علامہ محمد بشیر احمد سیالوی رحمہ اللہ تعالی (دینہ)، امام القراء حضرت علامہ قاری محمد یوسف سیالوی حفظہ اللہ تعالی (دینہ)، حضرت علامہ مولانا گل محمد سیالوی (تلہ گنگ) حضرت علامہ صاحبزادہ ڈاکٹر ابو الخیر محمد زبیر، حضرت علامہ مفتی محمد رفیق حسنی، حضرت علامہ صاحبزادہ مولانا غلام نصیر الدین سیالوی، حضرت علامہ محمد نصر اللہ سیالوی، مولانا محمد نذیر سیالوی حضرت مولانا محمد اعظم صاحب، پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک، پروفیسر دوست محمد شاکر، پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف سیالوی، مولا محمد طفیل مرحوم

تصانیف وتراجم:

(1)۔کوثر الخیرات لسید السادات، (2)۔جلاء الصدور فی سماع اہل القبور، (3)۔تنویر الابصار بنور النبی المختار، (4)۔انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین (5)۔دی ہولی بائبل اور شان انبیاء میں گستاخیاں (6)۔تحفہ حسینیہ (7)۔متعہ اور اسلام (8)۔تنبیہ الغفول فی نداء الرسول (10)۔گلشن توحید ورسالت (11)۔ازالۃ الریب عن مقالۃ فتوح الغیب (12) ہدایۃ المتذبذب الحیران فی الاستعانۃ باولیاء الرحمان (13) الوفا باحوال المصطفے (اردو ترجمہ) (14)۔شواہد الحق فی الاستعانۃ بسید الخلق (امام نبہانی) (15) سیرت حلبیہ (ترجمہ) (16)۔ترجمہ مجموعہ صلوات الرسول ﷺ (17)۔مناظرہ جھنگ (افادات) (18) سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ (19) فکر آخرت (20) سید الانبیاء ﷺ کی شان احمدیت ومحمودیت (21) جشن میلاد النبی ﷺ (22) تحقیقات العلماء الکرام والائمۃ الاعلام فی نبوۃ سید الانام فی عالمی الارواح والاجسام



## حرفِ آغاز

لالیاں کے قریب چک نمبر ۵۴ میں میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم کا جلسہ تھا جس کی دعوت مہر غلام عباس خان لالی کے مشورہ پر مولینا محمد غضنفر حسین صاحب کی طرف سے بندہ کو موصول ہوئی اور مولانا قاضی منظور احمد صاحب اور مولینا اللہ بخش صاحب بھی مدعو تھے جلسہ کے باقاعدہ اشتہار بھی چھپے ہوئے تھے۔ سرگودھا سے بذریعہ ٹیکسی جب ہم اس چک کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہاں پر مولوی محمد یوسف رحمانی صاحب اور مولوی محمد حسین نیلوی شیخ الحدیث مدرسہ ضیا العلوم سرگودھا مع کتب براجمان ہیں اور آج مناظرہ ہونا ہے۔ مولانا غضنفر صاحب نے یہ صورتِ حال دیکھی تو کہا؛ ان کو مناظرہ کے لیے کس نے بلایا ہے، اور مناظرہ کس کے مشورہ سے طے ہوا ہے یہ کونسا طریقہ ہے مناظرہ کرنے کا۔ مگر اصل بات یہ تھی کہ جس مسجد میں جلسہ کا اعلان کیا گیا تھا اس کا خطیب اور بعض ذمہ دار اہلِ محلہ دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور عزت مآب مہر غلام عباس نے ان کو اعتماد میں لیے بغیر جلسہ رکھ دیا تھا لہٰذا انھوں نے جوابی کارروائی کے طور پر مناظرہ کے لیے اپنے علماء بلا لئے تاکہ جلسہ نہ ہونے پائے یا پھر علماء اہلِ سنت چونکہ بغیر تیاری کے یہاں آئیں گے لہٰذا ان پر اپنی فتح یقینی ہو جائے گی اور اس طرح مسلک دیوبند کا پھریرا یہاں لہرانے لگے گا۔

بندہ نے اپنے احباب کو بھیجا کہ شرائطِ مناظرہ طے کریں کتابیں نہیں نہ سہی بہرحال ہمیں مناظرہ سے کوئی انکار نہیں۔ مگر چونکہ علماء دیوبند کے ساتھ اصل اختلاف گستاخانہ عبارات کی وجہ سے شروع ہوا، لہٰذا انھیں پر بحث ہونی چاہیئے۔ علاوہ ازیں یہ دونوں علماء جھنگ میں بنگلہ نول والا کے مناظرہ میں معاون تھے اور اپنے مناظر کی ناکامی پر دانت پیستے رہ گئے تھے تو آج ان کو موقعہ دیتے ہیں تاکہ اپنی حسرت نکال لیں اور ارمان پورے کرلیں لیکن ہر ممکن کوشش کے باوجود یہ مولوی صاحبان اس موضوع پر گفتگو کے لیے آمادہ نہ ہوسکے بلکہ یوسف رحمانی صاحب نے اپنی طرف سے تحریر کردہ موضوع اور فریقین کے نظریات کی بھی اپنی طرف سے تشریح کرکے اور اہلِ سنّت کے ذمے اپنا مفروضہ عقیدہ لگا کر اس کے اثبات کا مطالبہ کیا۔ مجھے اطلاع دی گئی کہ وہ موضوع متعین نہیں ہوسکتا اور مولوی یوسف رحمانی صاحب اپنے طے کردہ موضوعات پر مناظرہ کرنے پر ہی مصر ہیں۔ بندہ خود مسجد میں گیا تو میرے سامنے ملک محمد نواز نسوانہ نے ایک پرچہ رکھا جس میں موضوع اور فریقین کے نظریات خود یوسف رحمانی صاحب نے لکھے ہوتے تھے جو آپ کی دلچسپی اور تفریحِ خاطر کے لیے پیشِ خدمت ہیں۔

(۱) بریلوی مناظر یہ ثابت کرے گا کہ جتنے انبیاء علیہم السلام دنیا پر تشریف لائے وہ اولادِ آدم، انسان، بشر اور مرد نہیں تھے جب کہ دیوبندی مناظر قرآن سے دکھلادے گا:

قل انما انا بشر مثلکم۔

(۲) بریلوی مناظر قرآن سے دکھلائے گا محمد یعلم الغیب، یا رسول اللہ یعلم الغیب جب کہ دیوبندی مناظر قرآن سے دکھلائے گا: قل لا یعلم من فی السمٰوٰت و الارض الغیب الا اللہ۔



(۳) بریلوی مناظر قرآن سے دکھلائے گا: ان محمدا علیٰ کل شیء قدیر یا ان رسول اللہ علیٰ کل شیء قدیر جب کہ دیوبندی مناظر قرآن سے دکھلادے گا: ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر۔

میں نے کہا: اپنے عقیدہ کی تشریح کا حق متعلقہ فریق کو ہوتا ہے۔ دوسرا فریق ان کے متعلق قطعاً یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ تمھارا عقیدہ ہے اور یہ امر تم نے ثابت کرنا ہے لہٰذا تینوں موضوعات میں اپنا نظریہ وعقیدہ اور اس کی تشریح کرنے کا حق صرف ہمیں کو ہے۔

موضوعِ اول میں ہمارا نظریہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حقیقت میں نور تھے اور بظاہر بشر، جب کہ دیوبندی مناظر یہ ثابت کرے کہ آپ قطعاً نور نہیں تھے۔

یہ عبارت لکھ کر میں نے رحمانی صاحب کی طرف بھجوائی اور اسی ملک صاحب کو کاغذ دیا کہ جاؤ اس پر دستخط کروا کر لاؤ۔ مگر رحمانی صاحب نے دستخط کرنے سے انکار کردیا جلسہ کے منتظمین اور مسجد انتظامیہ کے ذمہ دار افراد نے مجھے کہا: آپ اپنے موضوع پر تقریر کریں اور اس کے دلائل بیان کریں یہ مولوی صاحبان خواہ مخواہ الجھاؤ پیدا کرتے رہیں گے چنانچہ بندہ نے اپنے دعوے کے اثبات میں تقریر کی، جس کا مفصل ذکر روئیداد میں موجود ہے۔ اور یوسف رحمانی صاحب نے جوابی تقریر کی مگر اس موضوع کے متعلق اپنا دعویٰ اور اپنے اکابر کا مسلک متعین ہی نہ کیا اور بالآخر بدحواسی میں ایک ایسا کلمہ زبان سے نکلا جس میں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین وتحقیر تھی اور غایت درجہ بدزبانی۔ جس سے مجمع مشتعل ہوگیا اور کسی طرح اس پر قابو نہ پایا جاسکا۔ مناظرہ کے منتظمین نے مناظرہ کو جاری رکھنے سے معذرت کی اور بندہ کے سامنے ہاتھ جوڑے کہ آپ مناظرہ کو یہیں پر ختم کردیں۔ میں نے کہا: جو سوال یوسف صاحب نے اٹھائے تھے ان کا جواب از حد ضروری ہے لہٰذا میں بہرحال جواب دونگا۔ انھوں نے کہا: مناظرہ سے مقصود یہ مسئلہ سمجھنا تھا وہ ہمیں سمجھ آگیا ہے۔ اور اگر مناظرہ جاری رہے آپ تقریر کروگے تو

یوسف رحمانی صاحب بھی وقت مانگیں گے اور جواب میں بولنے کی کوشش کریں گے لیکن یہ
لوگ اس کا ایک لفظ بھی اب سننا گوارا نہیں کر سکتے اور قتل و غارت کا سنگین خطرہ ہے،
اور آپ تیس ۳۰ گھنٹے مناظرہ کروا یہیں پر بند کر دو ہمارا مقصد پورا ہو چکا ہے۔ چنانچہ ان کی
اس معذرت اور مجبوری کو دیکھ کر بندہ نے کہا تم مسجد میں بیٹھے ہو۔ خدا و مصطفٰے کو حاضر و ناظر
سمجھ کر پوری ایمانداری اور دیانت داری سے فیصلہ کر دو اور جو کچھ تم نے سمجھا ہے وہ بیان
کر دو۔ اہالیانِ چک نمبر ۵۴ نے اسی ملک محمد نواز نسوآنہ کو کہا: تم ہی اپنے ایمان و اخلاص
سے فیصلہ کر دو تم ہمارے بڑے بھائی ہو اور محترم و معظم ہو جو فیصلہ کرو ہم اس سے متفق ہیں،
اس نے کہا: بھائی مہر خان اور تم جو فیصلہ کرو میں اس سے متفق ہوں چنانچہ مسجد میں یہ فیصلہ
طے ہوا اور باقاعدہ تحریر ہوا اور معززین کے دستخط اور انگوٹھے اس پر لگے اور ہمارے حوالے
کیا گیا جو آخر میں مذکور ہے۔

مولوی صاحب موصوف اور اس کے معاون علامہ نیلوی صاحب مسجد کے اندر گوشہ نشین
ہو کر بیٹھے تھے اور باہر صحن میں نعرہائے تکبیر و رسالت سے فضا گونج رہی تھی اور لوگ
مسرت سے پھولے جاموں میں نہیں سما رہے تھے اور ہفتہ کے بعد پھر اسی مسجد میں جشنِ
فتح منایا گیا جس میں علاقہ بھر کے عوام اہلِ سنت اور روسا نے شرکت کی اور مسلک اہلِ سنت و
الجماعت کی کامیاب ترجمانی پر بندہ کو مبارکباد دی گئی اور اللہ تعالٰی کے اس فضل و کرم
پر اس کا شکریہ ادا کیا گیا اور مخالفین کی اس غیر معقول حرکت اور بغیر اطلاع اچانک مناظرہ
کے لیے آدھمکنے کے باوجود ان کی ذلت آمیز شکست اور بے بسی و بدحواسی کو دیکھ کر لوگوں
کو وہ خوشی اور مسرت حاصل ہوئی جو بیان سے باہر ہے اور اس چک میں جا کر اصل صورتِ
حال کا آج بھی پتہ کیا جا سکتا ہے اور دستخط کرنے والوں سے بھی پوچھا جا سکتا ہے کہ
واقعی تمہارے دستخط ہیں یا فرضی؟

## موضوعات کی تحریر میں یوسف رحمانی صاحب کی چالاکی اور فریب کاری

(۱) نور و بشریت کے مسئلہ میں کسی سنی عالم کی کتاب میں یہ مذکور نہیں کہ
سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر انبیاء علیہم السلام اولاد آدم نہیں
تھے یا بشر و انسان نہیں تھے یا مرد نہیں تھے بلکہ رحمانی صاحب نے خود اپنی
جوابی تقریر میں صدر الافاضل حضرت مولٰنا نعیم الدین صاحب مراد آبادی کے
حوالہ سے یہی عقیدہ اہلِ سنت کا بیان کیا عبارت ملاحظہ ہو:
مولٰنا نعیم الدین صاحب مراد آبادی کتاب العقائد ص ۳۴ پر فرماتے ہیں:

"نبی صرف انسانوں میں سے ہیں اور وہ بھی صرف مرد ہوتے ہیں کوئی
فرشتہ یا جن یا عورت نبی بن کر نہیں آئے۔"

یہ تسلیم کرنے کے بعد بھی کہ اکابر اہلِ سنت نے اپنی کتابوں میں یہ عقیدہ بیان کیا
ہے پھر بھی یہ مطالبہ کرنا کہ تم ثابت کرو وہ اولاد آدم نہیں بشر و انسان نہیں اور مرد نہیں کتنی بڑی دیدہ دلیری
ہے اور بد دیانتی۔ بہرحال مسلکِ اہلِ سنت کی مکمل توضیح و تشریح روئیداد میں موجود ہے
وہ آپ ملاحظہ کر لیں گے۔

(۲ و ۳) علمِ غیب اور اختیارات کے متعلق جو کچھ رحمانی صاحب نے لکھا
اس کے متعلق سردست اتنی ہی گذارش کافی ہے کہ ان مولوی صاحبان نے
اس انتہائی اور علمی مسئلہ کو صرف لفظی نزاع بنا کر رکھ دیا اگر یہ لفظ ملیں تو پھر
علمِ غیب کا عقیدہ اور مختار ہونے کا عقیدہ رکھا جا سکتا ہے۔ اطلاع، انباء
اظہار کے الفاظ موجود ہوں وحی و تعلیم کے الفاظ موجود ہوں تو یہ عقیدہ ثابت
نہیں ہو سکے گا۔ توتی الملک من تشاء کے کلمات مل جائیں
تو بھی اختیار اور تصرف آپ کے حق میں ثابت نہیں ہو سکے گا۔ کیا

اس کو علمی تحقیق کہا جائے گا یا مکرو فریب کاری اور الجھاؤ پیدا کرنے کی مذموم کوشش۔

یاد رہے کہ اطلاع و اظہار ذریعہ علم ہیں اور جب ان کا ثبوت قرآن سے پایا جائے تو لامحالہ ان کا مسبب یعنے علم بھی ثابت ہو جائے گا۔

فرمان باری تعالے ہے:

ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب و لکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔

وقال تعالیٰ:

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول۔

نیز تعلیم کا مطاوع اور لازم علم ہے جب تعلیم احکام شرع اور علم غیب کی ثابت ہو جائے تو خود علم الاحکام اور علم الغیب بھی ثابت ہو جائے گا۔

ارشاد خداوند تبارک وتعالیٰ ہے:

وعلمک ما لم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیماً۔

اور مالم تکن تعلم میں عموم کے اعتبار سے بھی اور تصریح مفسرین کے مطابق بھی احکام شرع اور غیب داخل ہیں لہٰذا انھیں کی تعلیم اللہ تعالے نے دی ہے اور تعلیم خداوندی پر علم کا مترتب نہ ہونا محال، لہٰذا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے علم الاحکام اور علم الغیب کا حصول واجب ولازم ٹھہرا۔ پھر الفاظ دکھانے کا مطالبہ کرنے کا کیا معنی؟

ایں چہ بوالعجبی است

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے حفظ الایمان میں بعض علم غیب زید عمرو بکر



صبی مجنون اور چارپایوں کے لیے بھی تسلیم کیا ہے آخر ان کے غیب کے متعلق کوئی آیت علماءِ دیوبند کو نظر آگئی ہے اور صرف نبی الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب والی کوئی آیت نہیں مل سکی۔

**الغرض** ہم نے پوری دیانت داری سے ٹیپ ریکارڈ پر جو کچھ تھا وہ نقل کرایا اور جو سوالات دیوبندی مناظر نے اٹھائے تھے اور حالات کی سنگینی کی وجہ سے مناظرہ ملتوی کرنا پڑا تھا اور ان کا جواب دینے کے لیے جوابی تقریر کا وقت نہیں مل سکا تھا وہ جوابات بھی درج کر دیئے ہیں اور بحمدہ تعالے یہ رسالہ محض ایک مناظرہ کی کارروائی اور روئیداد تک محدود نہیں بلکہ اس موضوع پر ایک اہم دستاویز ہے اور مسلک اہل السنت والجماعت کی حقانیت اور صداقت کو روز روشن کی طرح واضح کرنے والا آفتاب ہے۔ اور منکرین کے شکوک وشبہات کی تاریکیوں کو دور کرنے والا سراج منیر ہے۔

اللہ تعالے قبول حق کی توفیق عطا فرمائے اور اس پر قائم و دائم رہنے کی بحرمۃ النبی الامین الکریم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ خیر خلقہ محمد و آلہ وصحبہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

## اظہار تشکر

ٹیپ ریکارڈ پر سے مناظرہ کی کارروائی کو نقل کرنے کے لیے میں اپنے عزیزوں مولانا اللہ بخش صاحب سیالوی، مولانا محمد عبدالعزیز صاحب سیالوی اور جناب محمد خالقداد صاحب متعلم دار العلوم ضیاء شمس الاسلام کا شکر گزار ہوں جنھوں نے اگرچہ تاخیر سے سہی مگر مکمل طور پر یہ تقاریر نقل کیں اور کسی طرح کی کمی بیشی کو روا نہیں رکھا اور دیر آید درست آید کی مثال کو بھی ثابت کر دکھایا۔

اس رسالہ کا نام نورانیتِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے دلائل باہرہ اور براہین قاطعہ پر مشتمل ہونے اور شکوک وشبہات کی تاریکی کے بالکلیہ کافور ہو جانے کی وجہ سے "تنویر الابصار بنور النبی المختار" علیہ صلوات الابرار رکھا جاتا ہے اور اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ اس کو اسم بامسمیٰ بنائے اور ابصار رؤس اور ابصار قلوب کی نورانیت کا موجب بنائے آمین! ثم آمین!

★

محمد اشرف سیالوی
شیخ الحدیث دار العلوم
ضیا شمس الاسلام
آستانہ عالیہ سیال شریف



الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی افضل الانبیاء وسید المرسلین وعلیٰ اٰلہ وصحبہ اجمعین اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین صدق اللہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما، الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلی آلک واصحابک یا حبیب اللہ۔

حضراتِ سامعین!

دیوبندی عالم جناب یوسف رحمانی صاحب نے ہمارے متعلق اپنی طرف سے یہ عقیدہ لکھ دیا ہے کہ بریلوی مناظر یہ ثابت کرے گا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک جتنے انبیاء ورسل دنیا پر تشریف لائے وہ انسان بشر اور مرد نہیں تھے، جب کہ دیوبندی مناظر قرآن سے دکھلادے گا: قل

انما انا بشر مثلکم، حالانکہ ہم اہلِ السنت والجماعت (بریلوی) حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ فرشتہ مانتے ہیں نہ جن اور نہ ہی عورت تسلیم کرتے ہیں بلکہ ظاہری لحاظ سے بشر مانتے ہیں اور مرد ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، آپ کی شادیاں تسلیم کرتے ہیں اور اولاد بھی اور خود آپ کی ولادت بھی، اس لیے میلاد مناتے ہیں۔ الغرض جو کسی کا عقیدہ ہو لکھنے کا حق بھی اسی کو ہوتا ہے۔ دوسرے عقیدہ والے کو ان کے ذمہ فرضی عقیدہ لگاکر ثابت کرنے کا مطالبہ کرنے کا قطعاً کوئی حق نہیں پہنچتا۔

نورانیت مصطفٰے کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ آپ از روئے حقیقت نور ہیں اور ظاہری طور پر لباس بشری میں آپ دنیا پر مبعوث ہوئے۔ نہ ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ بالکل بشر ہی نہیں اور نہ یہ مانتے ہیں کہ آپ قطعاً نور نہیں نہ یہ دعویٰ ہے کہ آپ محض نور ہیں اور سرے سے بشر نہیں اور نہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ سرے سے نور ہی نہیں اور یہ صرف ہمارا عقیدہ نہیں بلکہ آج سے صدیوں پہلے علماء کرام کا یہی عقیدہ چلا آرہا ہے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (جن کو علماء دیوبند بھی تسلیم کرتے ہیں اور ہم بھی ان کو اپنا مقتدا اور پیشوا تسلیم کرتے ہیں) مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

"وے صلے اللہ علیہ وسلم از فرق تا قدم ہمہ نور بود اگر نہ نقاب بشریت پوشیدہ بودے ہیچ کس را مجال نظر و ادراک حسن وے ممکن نبودے۔"

(نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم چوٹی سے ایڑی تک نور ہی نور تھے اگر لباس بشری آپ نے نہ پہنا ہوتا تو کوئی شخص آپ کو دیکھ بھی نہ سکتا اور کسی کے لیے آپ کے حسن و کمال کا معلوم کر لینا ممکن بھی نہ ہوتا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے آپ کے نورِ حقیقت کو بشری لباس میں پوشیدہ کرکے ہماری ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔



جو عقیدہ و نظریہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ہے وہی عقیدہ و نظریہ مدرسہ دیوبند کے بانی جناب محمد قاسم نانوتوی صاحب کا ہے جس طرح کہ انھوں نے قصائد قاسمیہ میں اس کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے

رہا جمال یہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا کسی نے تمہیں بجز ستار
سوا خدا کے بھلا کوئی تجھ کو کیا جانے
تو شمس نور ہے اور شپر نمط اولوالابصار

یارسول اللہ! آپ کی حقیقت اور حسن باطن پر بشریت کا پردہ چڑھا دیا گیا ہے اس واسطے آپ کی حقیقت کو سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی نے نہیں جانا پہچانا۔

یارسول اللہ! سوائے اللہ تعالےٰ کے آپ کی حقیقت کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا کیونکہ آپ نور کے آفتاب ہیں اور ہم چمگاڈر کی طرح۔ جس طرح یہ چمگاڈر اس آفتاب کو نہیں دیکھ سکتی اسی طرح ہماری آنکھیں کبھی آپ کے آفتابِ حقیقت کو نہیں دیکھ سکتیں۔

اور یہی ہے ہمارا عقیدہ اب میں آپ سے یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ پہلے دیوبندیوں کے ہاں نبی پاک صاحب لولاک صلے اللہ علیہ وسلم کو نور تسلیم کیا گیا یا نہیں؟ دیوبندی عالم مولوی اشرف علی تھانوی جن کو حکیم الامت کہا جاتا ہے اور چودھویں صدی کا مجدد تسلیم کیا جاتا ہے، اس نے اردو زبان میں ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب" صلے اللہ علیہ وسلم اس کی ابتدا ہی مولوی صاحب نے اس طرح کی ہے:
"پہلی فصل نور محمدی کے بیان میں"۔ کتاب اردو زبان میں ہے جسے آپ بآسانی پڑھ سکتے ہیں دیکھئے یہ لکھا ہے "پہلی فصل نور محمدی کے بیان میں"، اس میں انھوں نے جو پہلی حدیث

نقل کی ہے وہ یہ ہے :

**پہلی حدیث:**

و روی عبد الرزاق بسندہ عن جابر بن عبد اللہ قال: قلت یا رسول اللہ بابی انت و امی اخبرنی عن اول شی خلقہ اللہ تعالی قبل الاشیاء قال: یا جابر! ان اللہ تعالی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ فجعل ذلک النور یدور بالقدرۃ حیث شاء اللہ ولم یکن فی ذلک الوقت لوح ولا قلم ولا جنتہ ولا نار و لا ملک و لا سماء و لا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جنی ولا انسی فلما اراد اللہ ان یخلق الخلق قسم ذلک النور اربعۃ اجزا فخلق من الجزء الاول القلم ومن الثانی اللوح ومن الثالث العرش ثم قسم الجزء الرابع اربعۃ اجزاء وخلق من الاول حملۃ العرش ومن الثانی الکرسی ومن الثالث باقی الملائکۃ ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الاول السموات ومن الثانی الارضین ومن الثالث الجنۃ والنار ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الاول نور ابصار المومنین ومن الثانی نور قلوبھم و ھی المعرفۃ باللہ ومن الثالث نور انسھم وھو التوحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ (الحدیث) (زرقانی جلد اول ص۴۹)

عبد الرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالٰی نے کونسی چیز پیدا کی۔ آپ نے فرمایا: "اے جابر! اللہ



تعالٰی نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالٰی کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، اور نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ، اور نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان، اور نہ زمین تھی نہ سورج اور نہ چاند نہ جن تھے اور نہ انسان تھے پھر جب اللہ تعالٰی نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا دوسرے حصے سے لوح اور تیسرے حصے سے عرش" آگے حدیث طویل ہے۔

غور کیجئے! البشریت پیدا ہوئی آگ پانی مٹی اور ہوا سے لیکن آگ بھی بعد میں بنی مٹی بھی بعد میں پیدا ہوئی اور پانی ہوا کو بھی بعد میں پیدا کیا گیا اور زمین و آسمان کو بھی بعد میں پیدا کیا گیا لیکن خود مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کو ان سب سے پہلے پیدا کیا گیا۔ یہ ہے پہلی حدیث جو اشرف علی تھانوی صاحب نے نقل کی۔ پوچھنے والا صحابی جابر بن عبد اللہ رض اور بیان فرمانے والے نبی پاک صاحب لولاک صلے اللہ علیہ وسلم اور اس کو نقل کرنے والے یوسف رحمانی صاحب کے اکابرین میں سے حکیم الامت اشرف علی تھانوی دیوبندی اور اس مضمون کی سات حدیثیں اس نے درج کی ہیں لیکن دوسری روایات کے بیان کرنے سے پہلے اس حدیث کے متعلق جو نکتہ اس نے بیان کیا ہے وہ عرض کرتا چلوں۔

ف: اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے ان اشیاء کا نور محمدی سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔

پتہ چلا کہ واقعی اور حقیقی تحقیقی طور پر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق سے پہلے پیدا فرمائے گئے مخلوق میں سے کوئی چیز نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے پیدا نہیں کی گئی۔ قلم کے متعلق بعض روایات میں اول الخلق ہونے کا ذکر ہے مگر اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ آپ قلم سے بھی پہلے پیدا کیے گئے اگر لوح کے متعلق پہلے پیدا کیے جانے

کی روایت ہے تو اس حدیث میں یہ تصریح موجود ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم لوح سے بھی پہلے پیدا کیے گئے۔ الغرض دوسری ہر شے بعد میں پیدا کی گئی اور نورِ محمدی سب سے پہلے پیدا کیا گیا (اور اسی کو تاج نبوت اور خلعتِ رسالت سے نوازا گیا جب کہ ہنوز ابو البشر حضرت آدمؑ آب و گل کی صورت میں تھے) لہٰذا ثابت ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقت نور ہے اور یہ حقیقت سب سے پہلے موجود تھی البتہ لباس بشری کے لحاظ سے نبی پاک علیہ السلام اولاد آدم علیہ السلام سے بھی ہیں اور انسان بھی مرد بھی اور متاخر بھی۔

**سوال:** رہا یہ سوال کہ نور ہیں تو بشر کس طرح ہو سکتے ہیں اور بشر ہیں تو نور کس طرح ہو سکتے ہیں؟

**جواب:** میں آپ کے سامنے ایک چھوٹی سی مثال عرض کر کے یہ حقیقت واضح کرتا ہوں کہ نور اور بشریت کا اکٹھا پایا جانا محال اور ناممکن نہیں ہے آپ راتوں کو گھروں سے باہر نکلیں تو کھیتوں میں چمکتا ہوا ایک کیڑا نظر آتا ہے جس کو جگنو کہتے ہیں۔ یہ حیوان کی جنس سے ہے حشرات الارض کی قسم ہے خاکی پتلا اور کیڑا ہے مگر اس میں نور بھی ہے اگر جگنو میں حیوانیت اور خاکی پتلا ہونا اس کے نورانی ہونے کے منافی نہیں دونوں چیزیں اس میں یکجا ہیں اور یہاں کسی دیوبندی وہابی کو استحالہ نظر نہیں آتا اور یہ اجتماع ناممکن دکھائی نہیں دیتا تو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس نور بھی ہو اور بشری لباس اور انسانی لباس میں بھی ہوں تو اس میں کون سی ناممکن اور محال چیز وقوع پذیر ہو جائے گی۔

الغرض میں اپنے گھر کا حوالہ پیش نہیں کر رہا ہوں بلکہ علماء دیوبند میں سے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب کا حوالہ پیش کر رہا ہوں۔ اگر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو نور ماننے والا گمراہ اور بدعقیدہ ہے تو سب سے پہلے اشرف علی تھانوی گمراہ ہے جس



نے اردو میں کتاب لکھ کر ہر اردو خواں کو اپنا عقیدہ بتلا دیا کہ نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم نور ہیں (کتاب لکھنا جائز، چھاپنا بھی جائز اور اس کا فروخت کر کے پیسہ کمانا بھی جائز مگر اس میں درج عقیدہ بیان کرنا ناجائز اور وہ عقیدہ اپنانا گمراہی اور بے دینی ہے

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

اگر اس کتاب میں مذکور عقیدہ درست نہیں تو یہ کاروبار تجارت بھی حرام اور ناجائز ہے اور یہ جائز ہے تو پھر عقیدہ بھی درست اور صحیح ہے۔

## دوسری حدیث

عن العرباض بن سارية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال انى عند الله مكتوب خاتم النبيين و ان آدم لمنجدل فى طينته.

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۳ مواہب مع زرقانی ص ۳۹)

اب دوسری حدیث عرض کرتا ہوں۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بے شک میں حق تعالے کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر میں ہی پڑے تھے (یعنے ان کا پتلا بھی تیار نہیں ہوا تھا)

روایت کیا اس کو احمد اور بیہقی نے اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد بھی کہا ہے، اور مشکوٰۃ میں شرح السنہ سے بھی یہ حدیث مذکور ہے [1]

اس حدیث پاک سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تحقیقاً آدم علیہ السلام سے قبل

---

[1] نشر الطیب ص ۷

نبی ہونا بھی ثابت اور خاتم النبیین کے منصب پر فائز ہونا بھی ثابت ، موجود ہونا بھی ثابت
اور آپ کی حقیقت کا نور ہونا بھی ثابت ، کیونکہ بشروں کا باپ بعد میں پیدا کیا جا رہا ہے
اور آپ کی حقیقت پہلے ہی موجود و متحقق تھی اور ان صفات کمال کے ساتھ موصوف و
متصف - اس مقام پر مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا بیان کردہ نکتہ اور ایک توہم
کا ازالہ بھی ملاحظہ فرماتے جائیں۔

اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ شاید مراد یہ ہے کہ میرا خاتم النبیین ہونا مقدر ہو چکا تھا سو
اس لیے آپ کے وجود کا تقدم آدم علیہ السلام پر ثابت نہ ہوا۔ جواب یہ ہے ؛ اگر یہ
مراد ہوتی تو آپ کی کیا تخصیص تقدیر تمام اشیاء مخلوقہ کی ان کے وجود سے مقدم ہے
پس یہ تخصیص خود دلیل ہے اس کی کہ مقدر ہونا مراد نہیں بلکہ اس صفت کا ثبوت مراد ہے
اور ظاہر ہے کہ کسی صفت کا ثبوت فرع ہے مثبت لہ، کے ثبوت کی پس اس سے
آپ کے وجود کا تقدم ثابت ہو گیا اور چونکہ مرتبہ بدن متحقق نہیں تھا اس لیے نور اور روح
کا مرتبہ متعین ہو گیا۔

اس سوال و جواب نے واضح کر دیا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت محض
علم الٰہی کے لحاظ سے نہیں تھی بلکہ خارج اور واقع میں آپ کا نور انور اور روح اقدس
اور حقیقت محمدیہ اس صفت کمال کے ساتھ موصوف و متصف تھی اور یہی ہمارا نظریہ و
عقیدہ ہے کہ بشریت کے لحاظ سے اولاد آدم بھی ہیں، مگر حقیقت کے لحاظ سے اصل موجودات ہیں اور بنیاد آدم صلی اللہ علیہ
وعلی سائر الانبیاء وسلم۔ یہی تھانوی صاحب ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے
فرماتے ہیں سوال یہ ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام موجود ہوتے تو ان کے خاتم کا موجود
ہونا بھی متصور ہو سکتا تھا جب ان کا بلکہ ان کے والد اور معدن و اصل کا ہی وجود نہیں تھا
تو آپ خاتم النبیین کس طرح ہو گئے تھانوی صاحب کی زبانی سوال و جواب
ملاحظہ کریں۔



اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس وقت ختم نبوت کے ثبوت کے بلکہ خود نبوت ہی کے
ثبوت کے کیا معنیٰ کیونکہ نبوت آپ کو چالیس برس کی عمر میں عطا ہوئی اور چونکہ آپ سب
نبیوں کے بعد مبعوث ہوئے اس لیے ختم نبوت کا حکم کیا گیا۔ یہ وصف تو خود تاخیر کو مقتضی
ہے جواب یہ ہے کہ یہ تاخیر مرتبہ ظہور میں ہے مرتبہ نبوت میں نہیں جیسے کسی کو تحصیلداری
کا عہدہ آج مل جائے اور تنخواہ بھی آج ہی سے چڑھنے لگے مگر ظہور ہو گا کسی تحصیل
میں بھیجنے کے بعد۔

یعنے جس طرح اس تحصیلدار کے منصب کا لوگوں کو علم اس وقت ہو گا جب وہ
تحصیل میں جا کر چارج سنبھالے گا وہ اس وقت معلوم کریں گے کہ یہ ہمارے تحصیلدار
صاحب ہیں، حالانکہ سرکار کے نزدیک وہ اس وقت سے تحصیلدار ہے جب سے اسے
نامزد کیا گیا ہے تو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالٰے کے نزدیک خاتم النبیین کے
مرتبہ پر اس وقت فائز ہو چکے تھے جب آدم علیہ السلام ہنوز عالم آب و گل میں تھے،
اگرچہ لوگوں کو اس وقت پتہ چلا جب آپ کا ظہور ہوا۔ الغرض ظہور اگرچہ بعد میں ہوا لیکن
وجود پہلے تھا اور یہی ہمارا عقیدہ ہے کہ حقیقت نوریہ کے لحاظ سے آپ اصل موجودات
اور بنیاد آدم علیہ السلام اگرچہ ظہور اور نشاۃ دنیویہ کے لحاظ سے اولاد آدم ہیں۔ اب
تک دو حدیثیں آپ سن چکے اب تیسری حدیث سنئے دو صحابیوں یعنے حضرت جابر
بن عبد اللہ انصاری اور حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہما کی گواہی اور شہادت
پہلے آ چکی۔ اب تیسری شخصیت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی شہادت اور گواہی
سماعت فرمائیے۔

## تیسری حدیث

عن ابی ھریرۃ قال قالوا یا رسول اللہ متی وجبت لک النبوۃ قال و ادم بین الروح و الجسد

(رواہ الترمذی، مشکوٰۃ شریف ص۵۱۳ ۔ زرقانی جلد اول ص۳۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کس وقت ثابت ہو چکی تھی۔ آپ نے فرمایا: "جس وقت میں کہ آدم علیہ السلام ہنوز روح اور جسد کے درمیان تھے یعنے ان کے تن میں جان نہیں آئی تھی"۔

روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس حدیث کو حسن کہا اور ایسے ہی الفاظ میسرہ ضبی کی روایت میں بھی آئے ہیں امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔

صحابہ کرام علیہم اجمعین کے پوچھنے اور سوال کرنے سے کہ آپ کب سے نبی بنے ہو پتہ چل گیا کہ جن کے گھر آپ پیدا ہوئے اور عمر شریف کے چالیس سال گذارے تھے اور اس قدر طویل عرصہ گذارنے کے بعد نبوت کا اعلان فرمایا جب وہ اس طرح کا سوال کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ آپ کب سے نبی ہیں تو معلوم ہوا کہ ان کے ایمان نے گواہی دی کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ نبوت کا اعلان اور اظہار چالیس سال کے بعد کیا لیکن آپ نبی بنے ہوئے پہلے کے تھے۔ اسی لیے یہ نہیں پوچھا کہ تم نے اعلان نبوت ورسالت کب فرمایا، بلکہ پوچھا ہے:

متی وجبت لک النبوۃ یا رسول اللہ: (آپ کے لیے اے رسول اللہ! نبوت ثابت کس وقت سے ہے۔)



اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب کہ میں اس وقت سے نبی ہوں جب تمہارے باپ آدم علیہ السلام کا روح ابھی ان کے جسم میں پھونکا نہیں گیا تھا صحابہ کرام کے اس نظریہ وعقیدہ پر مہر تصدیق ہے کہ تم نے درست سمجھا واقعی میں عمر شریف کے چالیس سال گذار کر نبی نہیں بنا بلکہ اس وقت سے یہ منصب اور اعزاز مجھے حاصل ہے جب کہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے تن بدن میں جان نہیں آئی تھی۔

اس روایت کو ترمذی شریف میں نقل کیا گیا ہے۔ اور ترمذی شریف حدیث کی وہ کتاب ہے جس کے متعلق محدثین نے فرمایا: جس کے گھر میں یہ کتاب موجود ہو وہ یوں سمجھے کہ رب تعالے کا رسول میرے گھر میں موجود اور تشریف فرما ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو نہ موضوع ومن گھڑت کہا ہے اور نہ ہی ضعیف بلکہ انھوں نے اس کو حسن کہا ہے اور حدیث حسن حجت ودلیل اور سند ہو سکتی ہے۔ اور پھر اشرف علی تھانوی نے تصریح کردی کہ میسرہ ضبی کی روایت میں بھی اسی طرح کے الفاظ آتے ہیں گویا یہ روایت دو صحابیوں سے مروی ہوئی اور اس طرح کل چار صحابیوں کی شہادت اور گواہی اب تک آچکی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق وایجاد سے پہلے نبوت ورسالت اور خاتم النبیین کے منصب پر فائز ہو چکے تھے۔

علاوہ ازیں اس کو امام احمدؒ نے اپنی سند میں ذکر کیا ہے جو اہل سنت کے چوتھے امام ہیں اور ابوحنیفہ مالک اور شافعی کے بعد ان کا درجہ ہے۔ پھر امام بخاری نے اس کو اپنی تاریخ میں اور امام بخاری کے استاد ابونعیم نے اس کو حلیہ میں نقل کیا ہے، اور حاکم جیسے محدث نے اس کی تصحیح کی حاکم وہ محدث ہے جس نے بخاری ومسلم سے رہ جانے والی صحیح احادیث کو جمع کیا ہے اور اس کتاب کا نام مستدرک رکھا ہے۔

الغرض دو صحابیوں سے یہ روایت مروی ومنقول ہے اور بھی صحیح وحسن اور

دو صحابیوں کی مروی و منقول حدیثیں پہلے درج ہو چکی ہیں تو اب تک چار صحابہ کی گواہی اور شہادت پیش کر چکا ہوں۔ دیکھئے زنا جیسا سنگین جرم چار آدمیوں کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے اور اس شخص پر حد زنا لگ جاتی ہے، تو میں عامی قسم کے چار آدمیوں کی نہیں بلکہ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں سے چار حضرات کی شہادت اس عقیدہ نورانیت پر پیش کر چکا ہوں اور وہ بھی مخالفین کے امام و پیشوا اور ان کے حکیم الامت کا لقب پانے والے کی کتاب نشر الطیب کے حوالے سے کیا اب بھی اس مسئلہ میں شک و تردد کی کوئی گنجائش ہے اور انکار و انحراف کی۔

اب چوتھی روایت اس نشر الطیب مؤلفہ اشرف علی تھانوی صاحب کے حوالہ سے پیش خدمت ہے۔

## چوتھی روایت

وعن الشعبی قال رجل یارسول اللہ! متی استنبئت قال و ادم بین الروح والجسد حین اخذ منی المیثاق۔ (رواہ ابن سعد من روایۃ جابر الجعفی فیما ذکرہ ابن رجب۔ زرقانی جلد اول ص۳۹)

(شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا؛ یارسول اللہ! آپ کب نبی بنائے گئے۔ آپ نے فرمایا؛ اس وقت آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان میں تھے جب کہ مجھ سے میثاق نبوت کا لیا گیا۔ (کما قال اللہ تعالٰے؛ واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح)

(روایت کیا اس کو ابن سعد نے جابر جعفی کی روایت سے ابن رجب کے ذکر کے موافق)



یہ پانچویں صحابی کی گواہی اور شہادت ہے اس عقیدۂ نورانیت پر۔ اس روایت میں صحابی کا نام نہیں بتلایا گیا لیکن صحابہ کرام روایت کے معاملہ میں سبھی عدول ہیں اور جرح سے بالاتر لہٰذا خواہ ان کا نام مذکور نہیں تو بھی روایت درست اور حجت ہے اور اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ ابھی حضرت آدم علیہ السلام کے روح اور جسم کا باہمی ربط و تعلق نہیں ہوا بلکہ نہ جسم مکمل ہوا تھا اور نہ ہی اس میں حیات پیدا ہوئی تھی کہ مجھے اللہ تعالٰے نے پیدا فرما دیا تھا اور مجھ سے نبوت کا عہد اور میثاق ہوا تھا اشرف علی صاحب اس حدیث کے تحت ایک نکتہ بیان کرتے ہیں اور پہلی روایت میں علم الٰہی کے لحاظ سے نبی ہونے اور خاتم النبیین ہونے کے توہم کا ازالہ کرتے ہیں۔

حدیث بالا میں جو مقدر ہونے کے احتمال کا جواب دیا گیا ہے یہ حدیث اس جواب میں نص ہے، کیونکہ اخذ میثاق تو یقیناً موقوف ہے وجود اور ثبوت پر، مرتبہ تقدیر (اور علم الٰہی) میں میثاق ہونا نہ نقل اس کی مساعد ہے نہ عقل۔ لہٰذا اس روایت سے اور تھانوی صاحب کے اقرار و اعتراف سے واضح ہو گیا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فی الواقع موجود تھے اور نبوت کے ساتھ موصوف تھے اور اللہ تعالٰے نے ان سے اس وقت میثاق نبوت کا لیا جس وقت کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے اور پھر آیت کریمہ سے بھی ثابت کر دیا کہ آپ وجود میں مقدم تھے اور نبوت کے ساتھ موصوف ہونے میں بھی اور عہد و میثاق میں بھی اس لیے حضرت نوح علیہ السلام سے میثاق اور عہد لینے کا ذکر بعد میں کیا۔

### پانچویں روایت

عن علی بن الحسین عن ابیہ عن جدہ ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قال کنت نورا بین یدی
ربی قبل خلق آدم باربعۃ عشر الف عام۔

(زرقانی جلد اول)

احکام ابن القطان میں منجملہ ان روایات کے جو ابن مرزوق نے ذکر کی
ہیں (حضرت علی بن الحسین یعنی امام زین العابدین رض سے روایت ہے
وہ اپنے باپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور وہ ان کے جدِ امجد
یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار
برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور ایک نور تھا۔

اس روایت میں تین آئمہ معصومین محفوظین کی شہادت و گواہی سے سرورِ عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کا یہ ارشاد واضح ہوگیا کہ میں آدم ع کی تخلیق سے چودہ ہزار برس پہلے نورانی حالت
میں موجود تھا۔ تھانوی صاحب اس روایت کے تحت بیانِ فوائد کے ضمن میں یوں
رقم طراز ہیں:

ف: "اس عدد میں کم کی نفی ہے زیادتی کی نفی نہیں پس اگر زیادتی کی روایت نظر
نظر پڑے تو شبہ نہ کیا جاوے۔ رہ گئی تخصیص اس کے ذکر میں سو ممکن ہے
کہ کوئی خصوصیت مقامیہ اس کو مقتضی ہو ص ۹۔"

گویا یہ مطلب نہیں کہ چودہ ہزار برس سے پہلے نہیں تھا بلکہ لاکھ سال پہلے ہونے
کی روایت بھی نظر پڑے تو نہ شک و تردد کا اظہار کیا جائے اور نہ ہی اعتراض و انکار



کیونکہ نبی پاک صاحبِ لولاک صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ فرمایا ہے کہ تخلیق آدم علیہ
السلام سے چودہ ہزار برس پہلے تھا اور یہ نہیں فرمایا کہ اس سے پہلے نہیں تھا لہٰذا
اگر ایک لاکھ سال پہلے نورانی وجود کے ساتھ موجود ہونے کی روایت نظر پڑے تو اس
میں بھی شک نہ کیا جاوے۔ غور کیجئے، بشریت کی بنیاد بعد میں رکھی جارہی ہے۔ حضرت
آدم علیہ السلام کا گارا مٹی بعد میں تیار کیا جارہا ہے لیکن نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء
چودہ ہزار سال پہلے نورانی وجود کے ساتھ موجود ہیں اور اللہ تعالےٰ کی بارگاہ اقدس میں
تشریف فرما ہیں۔ لہٰذا ہمارا عقیدہ ثابت ہوگیا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم حقیقت
کے لحاظ سے نور ہیں جسے سب اشیاء سے پہلے پیدا کیا گیا اور ظاہری لباس کے لحاظ
سے بشر ہیں۔

قل انما انا بشر مثلکم کے اندر ظاہری بشریت بیان کی گئی ہے اور
یوحیٰ الی انما الٰھکم الٰہ واحد کے اندر اشارۃً اور قد جاءکم من اللہ
نور۔ کے اندر صراحۃً نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کا نور ہونا بیان کیا گیا ہے۔
اللہ تعالےٰ نے اپنے ارشاد گرامی یا ایھا النبی انا ارسلنٰک شاھدًا و مبشرًا
و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجًا منیرا کے اندر واضح کر دیا ہے
کہ میرا نبی صرف نور ہی نہیں بلکہ منیر ہے اور لوگوں کو روشنی مہیا کرنے والا ہے اور یہ
وضاحت کر چکا ہوں کہ قول باری تعالےٰ ھل کنت الا بشرا رسولا ہو یا انما
انا بشر مثلکم وغیرہ ان میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ظاہری لحاظ سے بشر
کہا گیا ہے نہ کہ حقیقت کے لحاظ سے (جو ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق و ایجاد
سے بھی ہزاروں سال پہلے موجود و متحقق تھی) اور یہی عقیدہ علماء دیوبند کی زبانی عرض کر
چکا ہوں جس طرح بانی دیوبند قاسم نانوتوی صاحب کا قول گزر چکا ہے

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا کسی نے تمھیں بجز ستار
سوا خدا کے بھلا کوئی تجھ کو کیا جانے
تو شمس نور ہے اور شپر نمط اولوالابصار

جس سے معلوم ہوا کہ جمال حقیقت اور ہے لباس اور ہے جمال حقیقت الگ ہے اور بشریت صرف لباس و حجاب ہے سوائے اللہ تعالےٰ کے تمھاری حقیقت کو کوئی سمجھ سکتا ہی نہیں کیونکہ تو شمس الانور ہے اور اس آفتابِ حقیقت کا مشاہدہ کرنا ہمارے لیے اسی طرح ناممکن ہے جس طرح چمگادڑ کے لیے اس سورج کو دیکھنا اور اس کی حقیقت کا مشاہدہ کرنا۔

الغرض اب تک پانچ روایات واحادیث اور دو آیات اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کر چکا ہوں پہلی آیت: قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین اور دوسری: داعیا الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً اور بشریت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرنے والی دونوں آیتوں کا جواب بھی عرض کر چکا ہوں کہ ان دونوں میں ظاہری بشریت کا بیان ہے جس کے ہم خود قائل ہیں اس لیے آپ کا میلاد مناتے ہیں اور آپ کی اولاد تسلیم کرتے ہیں۔

## مولوی یوسف صاحب کی مضحکہ خیز الزام تراشی

مولوی یوسف رحمانی صاحب نے تحریرِ دعویٰ میں لکھا ہے کہ بریلوی مناظر یہ ثابت کرے گا کہ نبی مرد نہیں. کوئی اس صاحب سے پوچھے کہ آپ کو کس نے بتلایا ہے کہ ہم انبیاء علیہم السلام کو عورت یا نامرد تسلیم کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ!



حضرات سامعین! کبھی آپ لوگوں نے ہماری زبانی سنا کہ انبیاء عورتیں ہوا کرتیں ہیں یا نامرد ہوتے ہیں۔ رحمانی صاحب بتائیں یہ عقیدہ ہماری کس کتاب میں لکھا ہوا ہے ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ نبی نشاۃ دنیوی اور جسم عنصری کے لحاظ سے مرد ہوتے ہیں اور مرد بھی ایسے کہ ان کی قوتِ مردمی عام انسانوں سے بالکل مختلف ہوتی ہے اور کوئی ان کی برابری کر ہی نہیں سکتا۔ الغرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مرد بھی ہیں لباس ظاہری کے لحاظ سے اور بشر و انسان بھی ہیں اور اولادِ آدم سے بھی ظاہر کے اعتبار سے۔ اگرچہ حقیقتِ نوریہ کے لحاظ سے اصل کائنات و موجودات ہیں اور بنیاد آدم علیہ السلام۔

دیکھئے! دانہ زمین میں بویا جاتا ہے اور کاشت کیا جاتا ہے پھر اس سے پودا اگتا ہے پھر اس پر خوشہ لگتا ہے اور اس میں وہی دانہ موجود ہوتا ہے جو زمین میں بونے اور کاشت کرنے سے پودا معرضِ وجود میں آیا یہی دانہ پہلے بھی ہے اور اصل و بنیاد بھی اور یہی دانہ اس پودے کی فرع بھی ہے۔ لہٰذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حقیقتِ نوریہ کے لحاظ سے پہلے بھی ہیں اور ظاہر کے لحاظ سے بعد میں بھی تو یہ ہے۔ ہمارا عقیدہ اور ہمارا ایمان چونکہ میں اس جگہ تقریر کرنے کے لیے آیا تھا نہ کہ مناظرہ کرنے کے لیے آیا تھا اس لیے چند مختصر سی کتابیں ساتھ لایا تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جب کتاب دیوبندیوں کی ہو اور لکھنے والے چھاپنے والے بھی دیوبندی ہوں اور اس میں سے عقیدہ ہمارا نکل آئے اور ثابت ہو جائے تو زیادہ لمبے چوڑے دلائل پیش کرنے کی ہمیں ضرورت ہی کیا ہے۔

## کیا نور بشری حالت میں آسکتا ہے؟

اب اس حقیقت پر سے پردہ اٹھانے کی ضرورت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کو از روئے حقیقت نور کہا اور ظاہر کے لحاظ سے بشر تو کیا اس طرح نور کا
حالتِ بشری میں تشریف لانا ممکن ہے تو قرآن مجید اور حدیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم
سے اس عقدہ کو حل کرتے ہیں۔

حضرت مریم علیہا السلام کے پاس اللہ تعالے نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو
بھیجا بشری حالت میں اور آپ اس کو دیکھ کر گھبرا گئیں اور واسطہ دے کر الگ ہوجانے کی
درخواست کرنے لگیں۔ ارشاد باری تعالے ہے:

اذ ارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا۔ ہم نے حضرت مریمؑ کے
پاس روح الامین کو بھیجا تو وہ مکمل بشر اور انسان بن کر ان کے سامنے نمودار ہوئے۔ انھوں
نے ان کو اس حالت میں اپنے سامنے دیکھ کر کہا: انی اعوذ بالرحمٰن منک ان
کنت تقیا۔ میں تجھے رحمٰن کا واسطہ دے کر اپیل کرتی ہوں کہ مجھ سے دور ہوجا اگر کچھ
بھی خوفِ خدا تیرے دل میں ہے، تو انھوں نے کہا: انما انا رسول ربک لاھب
لک غلامًا زکیًا۔ میں حقیقی بشر اور انسان نہیں ہوں بلکہ میں تو تیرے رب کا بھیجا
ہوا نورانی فرشتہ ہوں تاکہ میں تجھے پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔

معلوم ہوا کہ حقیقتِ جبرائیل نور ہے مگر ظاہری طور پر بشر بن کر نمودار ہوئے اور
حضرت مریم عفیفہ ولیہ کاملہ کو بھی یہی مغالطہ ہوا کہ یہ جس طرح ظاہر میں بشر ہیں اسی طرح
حقیقت میں بھی بشر ہوں گے اور کہیں میری عصمت پر حملہ آور نہ ہوجائیں مگر انھوں نے
اس حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے فرمایا: میں ظاہر میں بشر ہوں اور مرد ہوں مگر حقیقت
میں نورانی معصوم فرشتہ ہوں اور اللہ تعالے کا بھیجا ہوا۔ الغرض ثابت ہوگیا کہ یہ ممکن ہے
بہ حقیقت نور ہو مگر وہ نورانی شخصیت بشری حالت میں ظہور فرما ہو۔

مشکوٰۃ شریف کی ابتدائی حدیث جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے



اس میں موجود ہے: اذ طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد
الشعر لا یری علیہ اثر السفر ولا یعرفہ منا احد۔ (الحدیث)
(ایک ایسا آدمی اور مرد ہم پر اچانک طلعت فرما ہوا جس کے کپڑے بہت سفید تھے اور
بال بہت سیاہ، گرد و غبار اور سفر کی آلودگی سے پاک تھا اور اسے ہم میں سے کوئی شخص
جانتا بھی نہیں تھا بعد میں معلوم ہوا کہ یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔)

اذ طلع علینا... الخ سے واضح ہوا کہ وہ مرد تھے داڑھی شریف بھی تھی اور
اور سر کے بال بھی لمبے لمبے تھے سخت سیاہ بھی تھے اور لباس بھی مردانہ زیب تن تھا
ہر کسی نے یہی سمجھا انسان ہے بشر ہے مرد ہے لیکن ترجمانِ حقیقت نبی اکرم صلے اللہ علیہ
وسلم نے بتلایا کہ یہ جبرائیل امین تھے جو تجھے دین سکھلانے کے لیے آئے تھے۔ ثابت ہوا کہ جبرئیل
نور بھی ہے حقیقت کے لحاظ سے اور بشر و انسان بھی ہے ظاہر کے لحاظ سے اور اس طرح
نورانیت اور بشریت کا اجتماع بالفعل ثابت ہوگیا۔ اگر نبی کریم علیہ السلام یہ راز فاش نہ کرتے
اور اس حقیقت سے پردہ نہ اٹھاتے تو سبھی صحابہ کرام یہی سمجھے رہتے کہ ایک مرد اور
بشر آیا تھا اور اس نے ایسے ایسے سوالات کئے تھے اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم
نے یہ جوابات دیئے تھے مگر یہ تو سرکار نے مہربانی فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ
سے دریافت فرمالیا جانتے ہو یہ آنے والا شخص کون تھا؟ عرض کیا: نہیں۔ تو فرمایا:

ھذا جبرئیل اتاکم یعلمکم دینکم (یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو تمھارے
پاس اس لیے آئے تاکہ تمھیں تمھارا دین سکھلائیں)

قرآن و حدیث کی ان دلیلوں سے یہ ثابت کرنے کے بعد کہ نورانیت اور بشریت
اکٹھے ہوسکتے ہیں۔ اب اور مثال عرض کرتا ہوں۔

## جگنواور آنکھ کی تمثیل

دیکھیئے! انسانی آنکھ چربی کے پردوں سے بنی ہے اور اس میں نور بھی موجود ہے۔ آنکھ جسم انسانی کا اہم جزو ہے اور انتہائی عظیم و شریف عضو، مگر اس میں بشریت بھی ہے اور نورانیت بھی اگر عام انسانوں کے ایک جزو وعضو میں نورانیت اور بشریت کا اجتماع پایا جاتا ہے اور اس میں کوئی بحث اور مناظرہ کی ضرورت نہیں ہے اور نہ تردد وانکار کی۔ اور پہلے جگنو کی مثال پیش کر چکا ہوں کہ وہ جنس حیوان سے ہے حشرات الارض کے قسم سے ہے خاکی پتلا ہے مگر اس میں نورانیت بھی موجود ہے اور حسب استطاعت رات کی تاریکی کو اپنے نور سے اجالا بھی بخشتا ہے مگر یہاں بھی کسی دیوبندی وہابی کو نورانیت اور حیوانیت کے اجتماع میں استحالہ نظر نہیں آتا اور شک وتردد کی گنجائش نہیں ہے تو آخر سرور عالم وعالمیان سید انس وجاں صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں نورانیت اور بشریت کے اجتماع پر اعتراض کیوں ہے جن کی بشریت بھی ارواحِ انبیاء واولیاء سے لطیف تر ہے اور ان کا وجود اقدس سارے عالم کے لیے اس طرح ہے جس طرح ہمارے جسم کے لیے آنکھ۔ لہٰذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں نورانیت اور بشریت کا جمع ہونا ممکن اور دلائل کتاب وسنت سے ثابت

وہ جگنو جس کے نور کو رب تعالےٰ نے اب پیدا کیا وہ خاکی پتلا اگر نور ہو سکتا ہے تو جس نور کو رب تعالےٰ نے بشریت کے آغاز اور تخلیق وایجاد سے چودہ ہزار سال پہلے پیدا کیا وہ کیونکر نور تسلیم نہیں کیا جا سکتا اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین (تحقیق تمھارے پاس آیا نور کہاں سے آیا۔ من اللہ۔ اللہ تعالےٰ کے پاس سے۔ وکتاب مبین اور روشن کتاب آئی۔ نور اور کتاب کے درمیان عطف ذکر فرمایا گیا ہے اور عطف مغایرت کو چاہتا ہے لہٰذا ثابت



ہوا کہ نور علیٰحدہ حقیقت ہے اور کتاب مبین علیٰحدہ۔ اس آیت کریمہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ نور مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا پر ظہور فرما ہونے سے پہلے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ اقدس میں موجود تھا کیونکہ اس کے سفر کا منتہا بیان کیا گیا ہے" قد جاءکم" میں کہ وہ تمھارے پاس پہنچے اور آغاز بیان کیا گیا ہے۔" من اللہ" کے ساتھ یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئے اور وہاں سے آنا تبھی متصور ہو سکتا ہے کہ پہلے وہاں پر وہ نور موجود ہو مثلاً کوئی میرے متعلق کہے کہ محمد اشرف سیالوی سیال شریف سے آیا ہے تو یہ اسی صورت میں کہا جا سکتا ہے کہ میرے یہاں آنے سے پہلے میں سیال شریف میں موجود ہوں اگر وہاں موجود ہی نہ ہوں اور سیال شریف دیکھا بھی نہ ہو تو وہاں سے آنا کیسے ممکن ہوگا۔ الغرض جو سیال شریف میں ہوگا سیال شریف سے آئے گا اور جو سیال شریف میں نہیں ہوگا۔ وہ سیال شریف سے نہیں آسکتا۔

اللہ رب العزت نے جب فرمادیا: قد جاءکم من اللہ نور۔ تمھارے پاس آئے نور۔ اور کہاں سے آئے؛ منَ اللہ۔ اللہ تعالےٰ کے پاس سے اور ہماری پیش کردہ احادیث سے یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ آپ تخلیق آدم سے قبل نور تھے اور اللہ تعالےٰ کے ہاں موجود تھے اور کم از کم چودہ ہزار برس پہلے اور وصف نبوت سے بھی موصوف تھے اور خاتم النبیین کے منصب پر فائز ہو چکے تھے لہٰذا اس آیت کریمہ سے بھی عند اللہ موجود ہونا نورانی حیثیت کے ساتھ واضح ہوگیا اور احادیث رسول سے بھی اس کی ہی تفسیر واضح ہوگئی لہٰذا ہمارا عقیدہ واضح ہوگیا کہ آپ حقیقت کے اعتبار سے نور ہیں اور ظاہری لحاظ سے بشر بھی۔ والحمد للہ علی ذالک۔

سوا خدا کے بھلا کوئی تجھ کو کیا جانے
تو شمس نور ہے اور شبر نمط اولوالابصار

ختم شد تقریر علامہ سیالوی غفر لہٗ

# تتمہ

چونکہ ایک ایک تقریر کے بعد مناظرہ کا اختتام ہوگیا اور مزید تفصیلات بیان کرنے کا موقعہ ہی نہ ملا اس لیے نورانیت مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے اثبات میں پیش کردہ آیات کی مفسرین کرام اور علماء دیوبند کی زبانی تشریح وتوضیح پیش کرتا ہوں تاکہ قوتِ استدلال ظاہر ہو جائے۔

قولہ تعالیٰ:

## قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین

تفسیر جلالین میں فرمایا: قد جاءکم من اللہ نور۔ ھو نور النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور تفسیر صاوی حاشیہ جلالین میں فرمایا: ای وسمی نورا لانہ ینور البصائر و یھدیھا للرشاد و لانہ اصل کل نور حسی ومعنوی۔

(جلد اول صفحہ ۲۳۹)

قولِ باری تعالیٰ میں نور سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے اور آپ کو نور اس لیے کہا گیا ہے کہ آپ بصائر کو اور قلوب کی آنکھوں کو منور فرماتے ہیں، اور ان کو رشد و ہدایت عطا فرماتے ہیں اور آپ کو نور اس لیے کہا گیا ہے کہ آپ ہر نور حسی اور معنوی کے اصل ہیں یعنی نور شمس و قمر اور نور کواکب و ابصار کے بھی اصل ہیں۔ اور



نور نبوت و رسالت اور نور ولایت و ایمان کے بھی اصل آپ ہیں۔

تفسیر روح المعانی میں علامہ سید محمود آلوسی حنفی بغدادی اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:

قد جاءکم من اللہ نور عظیم وھو نور الانوار و النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم (الی) وقال الطیبی انہ اوفق لتکریر قولہ سبحانہ وتعالیٰ قد جاءکم بغیر عاطف فعلق بہ اولا وصف الرسالۃ والثانی وصف الکتاب ولا یبعد عندی ان یراد بالنور و الکتاب المبین ھو النبی صلی اللہ علیہ وسلم و العطف علیہ کالعطف علی مال الجبائی [عہ] ولا شک فی صحۃ اطلاق کل علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ولعلک تتوقف فی قبولہ من باب العبارۃ فلیکن ذالک من باب الاشارۃ اھ، روح المعانی جلد ۶ ص ۸۷

نور سے مراد نورِ عظیم، نور الانوار اور نبی مختار صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور علامہ طیبی نے فرمایا کہ نور سے مراد ذاتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہونا ہی زیادہ انسب ہے۔ قد جاءکم کے تکرار بلا عطف کے ساتھ یعنے جب یا اھل الکتاب قد جاءکم رسولنا ذکر کیا تو اس کے بعد واؤ عطف ذکر کئے بغیر قد جاءکم من اللہ نور ذکر فرمایا گیا اور حرف عطف جو مغائرت کے لیے ہوا کرتا ہے اس کا درمیان میں لانا روا نہیں رکھا گیا تو معلوم ہوا رسولنا اور نور کا مصداق ایک ہے اور دونوں جگہ اصل کتاب

عہ: یاد رہے جبائی اور زمخشری دونوں معتزلی علمانے نور سے مراد بھی قرآن لیا ہے لیکن عطف کو مغائرت اعتباری پر محمول کیا ہے جس کے برعکس علامہ آلوسی نے کتاب مبین سے بھی ذات رسول مراد لی ہے اور عطف کو مغائرت اعتباریہ پر محمول کیا ہے۔

کو رسول منتظر اور نورِ مجسم کے تشریف لانے کی بشارت دی گئی ہے۔ پہلے قد جاءکم کے ساتھ وصف رسول کا تعلق کیا گیا یعنے نور کا اور دوبارہ وصف کتاب کا۔ اور علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

میرے نزدیک اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے کہ نور سے جس طرح ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے کتاب مبین سے بھی آپ ہی کی ذاتِ اقدس مراد ہو۔ رہا یہ سوال کہ عطف مغائرت کو چاہتا ہے تو پھر نور اور کتاب میں تغائر ہوگا اتحاد کس طرح ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی تغائر صفاتی عطف کے لیے کافی ہوتا ہے۔ جس طرح کہ جبائی نے نور سے کتاب مراد لے کر یہی توجیہہ کی ہے تو ہم کتابِ مبین سے مراد ذاتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم لیں تو عطف اس میں مانع نہیں ہو سکتا اور ہر دو اسماء کا اطلاق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بلا شک و شبہ جائز اور صحیح ہے اور اگر تجھے عبارت النص کے لحاظ سے اس میں توقف ہو تو اشارۃ النص کے لحاظ سے تو اس اطلاق میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

جس طرح علامہ اقبالؒ نے فرمایا ؎

لوح بھی تُو قلم بھی تُو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

علامہ آلوسی نے ہی "من باب الاشارۃ فی الآیات" میں فرمایا:

قد جاءکم من اللہ نور۔ ابرزتہ العنایۃ الالٰھیۃ من ھکا من العماء (وکتاب) خطہ قلم الباری فی صحائف الامکان جامعا لکل کمال وھما اشارۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولذالك وحد الضمیر فی قولہ تعالٰی۔ (یھدی بہ اللہ) جلد ۶ صـ ۱۰۹



تحقیق آیا تمھارے پاس اللہ تعالٰی کی طرف سے نور جس کو عنایت الٰہیہ نے عماء کے مخفی مکان سے ظاہر فرمایا۔ اور کتاب جس کو قلم باری تعالٰے نے صحائف امکان میں نقش فرمایا درآنحالیکہ وہ ہر کمال کی جامع ہے اور نور و کتاب دونوں کے ساتھ اشارہ ہے طرف نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اور اس لیے یہدی بہٖ میں واحد کی ضمیر ذکر کی ہے ورنہ یہدی بہما ذکر کیا جاتا۔

علامہ علی قاری رح شرح شفاء میں فرماتے ہیں:

وای مانع من ان یجعل النعتان للرسول صلی اللہ علیہ وسلم فانہ نور عظیم لکمال ظھورہ بین الانوار وکتاب مبین حیث انہ جامع لجمیع الاسرار ومظھر للاحکام والاحوال والاخبار[1]

اس سے کونسا امر مانع ہے کہ نور اور کتاب مبین دونوں رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعتیں ہوں کیونکہ آپ نور عظیم ہیں واسطے کمال ظہور کے درمیان انوار کے اور کتاب مبین ہیں اس لحاظ سے کہ جامع ہیں جمیع اسرار کے اور ظاہر کرنے والے ہیں احکام و احوال اور اخبار کے۔ لہٰذا دونوں صفات کا مصداق ذاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(۴) تفسیر خازن میں فرمایا:

قد جاءکم من اللہ نور۔ یعنی محمدا صلی اللہ علیہ وسلم انما سماہ اللہ نورًا لانہ یھتدی بہ کما یھتدی بالنور فی الظلام[2]

---

[1]: شرح شفاء صـ ۱۱۴ ج ۱

[2]: تفسیر خازن صـ ۴۴۱

نور سے مراد ذاتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور آپ کو اللہ تعالیٰ
نے نور اس لیے فرمایا ہے کہ آپ کے ساتھ اسی طرح رہنمائی حاصل کی جاتی
ہے جس طرح تاریکی میں نور کے ساتھ۔

(۵) تفسیر مدارک میں فرمایا:

او النور محمد علیہ السلام لانہ یھتدی بہ کما
سمی سراجا[1] صـ۱۴۴ برحاشیہ خازن

یا نور سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے اور
چونکہ آپ سے راہنمائی حاصل کی جاتی ہے لہٰذا آپ کو نور کہا گیا ہے جیسے کہ سراج
اور روشن چراغ فرمایا گیا۔

آیئے اب علماءِ دیوبند کی زبانی نور کا مصداق معلوم کریں۔

مولوی رشید احمد گنگوہی جو علماءِ دیوبند کے گویا استاد اور شیخ ہیں اور ان کے
نزدیک صدیق و فاروق ہیں بلکہ بانیٔ اسلام کے ثانی (نعوذ باللہ) جیسے کہ مرثیہ گنگوہی میں مولانا
محمود الحسن صاحب نے کہا ہے۔ وہ امداد السلوک میں لکھتے ہیں:

"قولِ باری تعالیٰ قد جاءکم من اللہ نور، میں نور سے مراد
حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے نیز حق تعالےٰ نے فرمایا: یا
ایھا النبی انا ارسلنٰک شاھدًا ومبشرًا ونذیرًا و
داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔ اے نبی! ہم نے آپ کو
نور اور مژدہ سنانے والا اور ڈرانے والا، اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا اور
چراغ منیر بنا کر بھیجا ہے اور منیر روشن کرنے والے اور دوسرے کو نور دینے

[1] تفسیر مدارک صـ۱۴۴



والے کو کہتے ہیں پس اگر کسی دوسرے کو روشن کرنا انسان کے لیے محال ہوتا تو
ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ کمال حاصل نہ ہوتا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم بھی تو اولاد آدم علیہ السلام ہی میں ہیں مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کا سایہ نہ تھا اور ظاہر ہے کہ نور کے علاوہ ہر جسم کا سایہ ضرور ہوتا ہے۔ اسی
طرح آپ نے اپنے تبعین کو اس قدر تزکیہ اور تصفیہ بخشا کہ نور بن گئے۔ نیز
حق تعالےٰ نے فرمایا:

والذین امنوا معہ نورھم یسعٰی بین ایدیھم و بایمانھم
اور وہ لوگ جو ہمارے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ان کا نور ان کے
آگے اور داہنی جانب دوڑتا ہوگا۔

اور دوسری جگہ فرمایا:

یوم تری المومنین والمومنات یسعٰی نورھم بین
ایدیھم و بایمانھم یوم یقول المنافقون والمنافقات
انظرونا نقتبس من نورکم۔ یاد کر اس دن کو جب کہ مومنین کا
نور ان کے آگے اور داہنی جانب دوڑتا ہوگا اور منافقین کہیں گے ذرا ٹھہر
جاؤ تاکہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ اخذ کریں۔

ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی
اطاعت و متابعت سے ایمان اور نور دونوں حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق تعالےٰ نے مجھے اپنے نور سے پیدا فرمایا اور
مومنین کو میرے نور سے پیدا فرمایا۔ نیز آپ نے اس طرح دعا کی ہے اے
اللہ! میرے سمع اور بصر کو نور بنا دے۔ بلکہ آپ نے یوں عرض کیا: خود
مجھ کو نور بنا دے۔

(۱) پس اگر انسان کے نفس کا روشن ہونا محال ہوتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کبھی نہ کرتے، کیونکہ محال بات کی دعا کرنا بالاتفاق ممنوع ہے حضرت ابوالحسن نوری علیہ الرحمہ کو نوری اس لیے کہتے ہیں کہ بارہا ان سے نور دیکھا گیا تھا۔ اور بہتیرے خواص وعوام، صلحاء وشہداء کے قبرستانوں سے نور اٹھتا ہوا دیکھتے ہیں اور یہ نور ان کے نفس زکیہ کا ہی نور ہے جب نفس کا کام عالی ہوجاتا ہے، تو اس کا نور بدن میں سرایت کر جاتا ہے اور بدن کا مزاج اور طبیعت بن جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر نفس بدن سے جدا بھی ہوجاتا ہے تب بھی وہ بدن نور کی آمد ورفت کا ایسا ہی منبع و منفذ بنا رہتا ہے جس طرح زندگی اور نفس کے باقی رہنے کے وقت بنا ہوا تھا،"[1]

اب طویل اقتباس سے حاصل ہونے والے فوائد پر ذرا نظر فرمائیں:

(۱) نور سے مراد ذات رسول اللہ علیہ وسلم ہے۔

(۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سراج منیر فرمایا گیا اور منیر روشن کرنے والے اور دوسروں کو نور دینے والے کو کہتے ہیں (جو خود ہی روشن نہ ہو وہ دوسروں کو روشن کیسے کر سکتا ہے۔)

(۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نور خالص بن گئے تھے کہ آپ کے بدن کا سایہ بھی نہ رہا حالانکہ بجز نور ہر جسم کا سایہ ہوتا ہے گویا یہ صرف حقیقت ہی آپ کی نور نہیں تھی بلکہ جسدِ اطہر بھی نور ہوگیا تھا۔

(۴) آپ کی تنویر اور تزکیہ سے امتی بھی نورانی بن گئے مثلاً جس طرح ابوالحسن نوری ؒ۔

---

[1] : امداد السلوک صہ ۱۵۷ تا ۱۵۸



(۵) قیامت میں ہر امتی کے اندر سے نور ظاہر ہوگا جو دائیں اور سامنے رواں دواں ہوگا اور ہر شخص اس کو محسوس کرے گا حتی کہ منافق بھی (تو کیا عجب کہ دنیا میں ایسے امتی ہوں جن کا نور دوسرے نہیں تو اہلِ ایمان تو محسوس کریں۔

(۶) صلحاء، شہداء کے قبرستانوں سے نور اٹھتا دکھائی دیتا ہے جس کو بہتیرے عوام اور خواص دیکھتے ہیں گویا سراج منیر کی تنویر سے زندگی اور موت دونوں حالتوں میں نور برقرار رہتا ہے۔

(۷) آپ کی متابعت سے ایمان اور نور دونوں حاصل ہوتے ہیں۔ جب آپ کی غلامی کے اثرات میں سے نورانیت نفس اور نورانیت بدن ایک اثر ہے تو خود مخدوم وآقا کی نورانیت میں شک وتردد کی کیا گنجائش اور جب آپ کی متابعت سے ایمان اور نور دونوں چیزیں حاصل ہوتی ہیں تو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مثل آفتاب نور تقسیم کرنے والے ہیں جس طرح ایمان نیز یہ بھی واضح ہوگیا کہ آپ کے نور یا منیر ہونے کا صرف یہ مطلب نہیں کہ آپ کی بدولت ایمان حاصل ہوتا ہے بلکہ بقول گنگوہی صاحب ایمان کے ساتھ ساتھ نور بھی حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا یہاں اصلی معنی سے عدول کی ضرورت نہیں۔

(۸) نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ محض نور صفاتی کے مالک نہیں جو اتباع شرع سے حاصل ہوتا ہے بلکہ آپ میں نور ذاتی ہے۔ جس طرح گنگوہی صاحب نے حدیث شریف نقل کرکے واضح کردیا یعنی میں اللہ کے نور سے ہوں اور مومنین میرے نور سے ہیں۔ الغرض اس کلام سے دونوں آیات میں نور منیر کا حقیقی معنی میں ہونا واضح ہوگیا اور تاویلات و توجیہات کا بے وقعت ہونا اس سے ظاہر ہوگیا۔

مولانا گنگوہی صاحب کے بعد علماء دیوبند کی دوسری بڑی شخصیت جس کو حکیم الامت اور مجدد کہا جاتا ہے۔ آیت کریمہ کے متعلق ان کی تفسیر و تشریح بھی ملاحظہ کرتے چلیں اور ضمناً قدجاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا کی تفسیر و تشریح بھی۔ اور اس آیت کریمہ میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کا برہان رب تعالٰے ہونا اور نور مبین ہونا بھی واضح ہو جائے گا اور داعیا الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً کی تفسیر بھی معلوم ہو جائے گی۔ رسالہ کا نام النور ہے اور اس کے آغاز میں یہ شعر درج ہے ؎

نبی خود نور اور قرآن ملا نور
نہ ہو کیوں مل کے پھر نورٌ علٰی نور

اما بعد فقد قال اللہ تعالٰی : قد جاءکم من اللہ نور و کیتاب مبین۔ تمھارے پاس اللہ تعالٰی کی طرف سے ایک روشن چیز آئی اور ایک کتاب واضح۔

یہ ایک مختصر سی آیت ہے اس میں اللہ تعالٰے نے اپنی دو نعمتوں کا عطا فرمانا بیان فرمایا ہے ان دونوں نعمتوں میں ایک تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود ہے اور دوسری نعمت قرآن مجید کا نزول ہے۔ ایک کو لفظ نور سے تعبیر کیا گیا ہے اور دوسرے کو کتاب کے عنوان سے ارشاد فرمایا ہے۔ یہ توجیہہ اس آیت کی ایک تفسیر کی بنا پر ہے یعنی جب کہ نور سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود مراد لیا جاوے۔ صفحہ ۲، ۳۔ اس کی ایک تفسیر یہ ہے جو میں نے ذکر کی کہ نور سے مراد حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہوں اور اس تفسیر کی ترجیح کی وجہ یہ ہے کہ اس سے مراد اوپر بھی قد جاءکم رسولنا تمھارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے ہیں فرمایا ہے تو یہ قرینہ ہے اس پر کہ دونوں جگہ جاءکم کا فاعل ایک ہو دوسرے اوپر قد جاءکم رسولنا کے ساتھ جو آپ کی شان بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے : یبین لکم کثیرا مما کنتم تخفون من الکتاب یعنے کتاب میں سے جن باتوں کو تم چھپاتے ہو ان میں سے بہت سی باتوں کو صاف صاف



کھول دیتے ہیں یعنے آپ کو مبین اور مظہر فرمایا۔ اب سمجھئے نور کی حقیقت ہے ظاہر بنفسہ مظہر لغیرہ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شان مظہر کے بہت مناسب ہے کہ مراد نور سے آپ ہوں اور اس کے آگے قرآن کی شان میں فرماتے ہیں ؛ کتاب مبین یہدی بہ اللہ، تو کتاب کو تو آلۂ اظہار فرمایا اور آپ کو مبین میں خود مظہر فرمایا پس یہ قرینہ ہے تفسیر بالا کا (تا) تو نور کی شان میں تو اظہار غالب ہے اور کتاب میں ظہور غالب ہے تو یہدی بہ اللہ کتاب کے زیادہ مناسب ہے اور نور حضور کے زیادہ مناسب ہے، یہ ہے وجہ ترجیح ص۳۱۔

مگر اس میں ایک اشکال ہو سکتا ہے کہ دوسری جگہ ارشاد ہے ؛

قدجاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا۔ تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل آ چکی ہے اور ہم نے تمھارے پاس ایک صاف نور بھیجا ہے۔

تو یہاں برہان سے تو مراد غالباً بقرینہ انزلنا قرآن ہے اور یہی نور وہاں بھی آیا ہے اور القرآن یفسر بعضہ بعضاً قرآن کا ایک حصہ دوسرے حصہ کی تفسیر کرتا ہے ؛ تو جواب اس کا یہ ہے کہ ہم کب دعوی کرتے ہیں کہ جہاں بھی لفظ جاءَ ہے وہاں اس کے فاعل حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے ممکن ہے کہ یہاں 'جاءکم' کی اسناد 'کتاب' کی طرف مجازاً ہو مگر جہاں اسناد حقیقی بن سکے وہاں اس کو کیوں نہ اختیار کیا جاوے اور یہاں 'قد جاءکم نور' میں ہو سکتا ہے پس یہاں یہ ہی مناسب ہو گا دوسرے ہم 'انزلنا' سے بھی رسول ہی مراد لے سکتے ہیں چنانچہ ایک اور مقام پر ہے ؛

قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولاً (بے شک اللہ نے نازل کی ہے تمھاری طرف ایک نصیحت یعنی ایک رسول۔) 'رسولاً' بدل ہے بطور تفسیر کے 'ذکراً' سے یہاں بھی انزلنا کا مفعول لفظ رسولاً واقع ہوا ہے۔ پس اس سے بھی تفسیر مختار (ر)

غبار نہیں رہا۔ ص۳۱، ۳۲

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

یا ایہا النبی انا ارسلنٰك شاھدًا ومبشرًا ونذیرًا وداعیًا الی اللہ باذنہ وسراجًا منیرًا (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں اور اللہ تعالٰے کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔) ص۳۱

تھانوی صاحب کی اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ راجح اور مختار تفسیر یہی ہے کہ نور سے مراد رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور آپ کو سراجِ منیر اور روشن چراغ بنا کر بھیجا گیا اور آپ برہانِ ربی بھی ہیں اور اتارے ہوئے نور مبین بھی۔

بانی دیوبند جناب قاسم نانوتوی صاحب کا عقیدہ و نظریہ پہلے بیان ہو چکا ہے: ؎

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا کسی نے تمہیں بجز ستار
سوا خدا کے بھلا کوئی تجھ کو کیا جانے
تو شمس نور ہے اور شپیر نمط اولوالابصار

الغرض کل تک علماء دیوبند کا یہی نظریہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں اور منیر بھی اور آپ کی بارگاہ سے صرف نور ایمان ہی حاصل نہیں ہوتا بلکہ حسی نور بھی حاصل ہوتا ہے جو آخرت میں ہر مومن کے اندر محسوس ہوگا اور دنیا میں بھی خواص کے اندر ظاہری حیات میں بھی اور وفات و وصال کے بعد ان کی قبروں سے بھی نور محسوس ہوتا ہے۔ اور یہ بھی واضح ہوا کہ آپ از روئے پیدائش بھی نور ہیں یعنے ذاتی نور بھی آپ میں موجود ہے اور صفاتی بھی حتے کہ آپ کا بدن بھی بے سایہ ہوگیا تھا اور آپ جسمانی طور پر بھی نور خالص



بن چکے تھے۔

## احادیث نورانیت اور تنویر کا بیان

اب آپ کو چند احادیث کے مطالعہ کی دعوت دیتا ہوں تاکہ واضح ہو جائے کہ آپ نور بھی ہیں اور منیر بھی اور ان آیات کی تشریح خود احادیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے ہو جائے۔

(۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افلج الثنیتین اذا تکلم رُئیَ کالنور یخرج من بین ثنایاہ اخرجہ۔ الترمذی فی الشمائل والبیہقی والطبرانی وابن العساکر۔ حجۃ اللہ علی العٰلمین ص۶۸۱۔

(حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے مروی ہے کہ سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے والے دونوں دانتوں مبارک میں کشادگی اور تھوڑا سا خلا تھا جب آپ کلام فرماتے تو آپ کے مبارک دانتوں سے نور نکلتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔) خصائص کبریٰ جلد اول ص۶۲

(۲) ابو قرصافہ سے مروی ہے کہ میں نے، میری والدہ اور خالہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیعت کی جب ہم واپس لوٹے تو میری والدہ اور خالہ نے کہا: اے بیٹے! ما رأینا مثل ھذا الرجل احسن وجہا ولا انقی ثوبا ولا الین کلامًا ورئینا کان النور یخرج من فیہ۔ ہم نے اس ہستی کی مانند کوئی شخص خوب صورت چہرے والا اور پاکیزہ لباس

والا، نرم گفتگو والا نہیں دیکھا اور ہم نے دیکھا گویا نور آپ کے منہ مبارک سے نکل رہا تھا۔ (اخرجہ الطبرانی خصائص کبریٰ صـ۶۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں کپڑا سی رہی تھی کہ سوئی میرے ہاتھ سے گر پڑی تلاش کی مگر نہ مل سکی۔ فدخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتبینت الابرۃ بشعاع نور وجھہ
اسی دوران رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تو میں نے آپ کے چہرہ اقدس کے نور کی شعاع میں سوئی کو دیکھ لیا، میں نے اس صورت حال کی آپ کو اطلاع دی تو آپ نے فرمایا: یا حمیرا! الویل ثم الویل ثلاثا لمن حرم النظر الی وجہی۔ اے حمیرا! ہلاکت ہے پھر ہلاکت ہے پھر ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو میرے چہرہ کی زیارت اور دیدار سے محروم رہا۔ (یعنی باوجود زیارت کر سکنے کے نہ کی) خصائص کبریٰ صـ۶۳

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: اذا ضحک یتلالا فی الجدر لم ار مثلہ قبلہ ولا بعدہ اخرجہ البزار والبیہقی
جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسکراتے اور ہنستے تو آپ کے دندان مبارک کا نور دیواروں پر چمکتا دکھائی دیتا میں نے آپ جیسا نہ پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد حجۃ اللہ صـ۶۹۱ خصائص صـ۴۷۔

(۵) حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کے متعلق دریافت کیا اور وہ بیان حلیہ میں سب صحابہ کرام سے امتیازی حیثیت رکھتے تھے تو انہوں نے فرمایا: کان فخما مفخما یتلالا وجھہ تلالا القمر لیلۃ البدر (الی) اقنی العرنین لہ نور یعلوہ



یحسبہ من لم یتاملہ اشم الحدیث خصائص صـ۷۶ فحہ حجۃ اللہ صـ۶۹۳۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انتہائی عظمت وابہت کے مالک تھے آپ کا چہرہ انور رات کو یوں چمکتا تھا جیسے چودھویں کا چاند آپ کے ناک مبارک کی نوک بلند تھی اور اس پر نور جھلکتا تھا جو اچھی طرح غور سے نہ دیکھتا وہ سمجھتا کہ آپ کا ناک مبارک بلند ہے۔

(۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ما رأیت اشجع ولا اجود ولا اضوء من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ الدارمی حجۃ اللہ صـ۶۸۹۔ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ شجاع وبہادر اور جواد وسخی اور نہ کوئی روشن اور چمکیلا شخص دیکھا۔

(۷) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک چاندنی رات میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ سرخ دھاری دار جُبہ زیب تن کیے ہوئے تھے۔ فجعلت انظر الیہ والی القمر فلھو کان احسن فی عینی من القمر۔ اخرجہ الدارمی والبیہقی۔ خصائص کبریٰ جلد اول صـ۷۱۔ میں بار بار آپ کی طرف اور چاند کی طرف دیکھنے لگا اور حسن ونورانیت میں آسمان کے چاند اور اِس بدرِ منیر کا موازنہ کرنے لگا تو آپ میری نگاہ میں چاند سے زیادہ نورانی تھے اور حسن میں فائق۔

(۸) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سرا ستنار وجھہ کانہ قطعۃ قمر وکنا نعرف ذالک منہ۔ اخرجہ البخاری خصائص صـ۷۲۔

(رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب مسرور ہوتے تو آپ کا چہرہ اقدس
اس طرح چمکتا گویا کہ وہ چاند کا حصہ ہے اور ہم ہمیشہ یہ کیفیت سرور چہرہ اقدس کو
دیکھ کر پہچان لیا کرتے تھے۔)

(۹) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس وجھا
انورھم لونا لم یصفہ واصف قط الاشبہ وجھہ بالقمر
لیلۃ البدر۔ الحدیث اخرجہ ابونعیم خصائص کبریٰ
جلد اول ص۶۷

(رسول گرامی صلے اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت چہرے
والے تھے اور سب سے زیادہ نورانی اور چمکیلی رنگت والے آپ کی تعریف
میں جس واصف و مادح نے بھی لب کشائی کی اس نے آپ کے چہرہ انور کو
چودھویں کے چاند کے ساتھ تشبیہ دی۔)

(۱۰) حضرت قتادہ بن نعمان سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ عشا کی نماز ادا کی ایسی رات میں جو سخت تاریک تھی اور بارش
برس رہی تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھجور کی شاخ عطا فرمائی
اور فرمایا: انطلق بہ فانہ سیضیئ لک من بین یدیک عشرا
و من خلفک عشرا فاذا دخلت بیتک فستری سوادًا
فاضربہ حتی یخرج فانہ شیطان۔ اسے لیجئے! یہ تیرے
لیے دس گز آگے اور دس گز پیچھے تک روشنی کرے گی جب تو گھر میں داخل
ہوگا تو سیاہ رنگ کا سانپ دیکھے گا اس کو بھی اس کے ساتھ مارنا تاکہ وہ گھر
سے نکل جائے کیونکہ وہ شیطان ہے۔ فانطلق فاضاء لہ



العرجون حتی دخل بیتہ و وجد اسود فضربہ حتی
اخرجہ رواہ ابونعیم۔

چنانچہ حضرت قتادہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ شاخ لے کر
چلے تو اس نے راستہ کو جگمگا دیا اور گھر میں داخل ہوئے تو گھر میں سانپ کو
موجود پایا اور اسے اس شاخ کے ساتھ مارا حتیٰ کہ وہ نکل گیا۔ حجۃ اللہ ص۱۷

ف: اس حدیث سے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کے گھروں کی کیفیات پر مطلع
ہونا بھی واضح ہو گیا اور سانپ کی صورت میں ان کے گھر جو شے موجود ہے وہ حقیقت میں
کیا ہے اس پر بھی آپ کا مطلع ہونا واضح ہو گیا۔

(۱۱) حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عباد بن بشر اور
حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما کسی مقصد کے لیے رات گئے تک
حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر رہے، رات سخت
تاریک تھی جب باہر نکلے تو ان میں سے ایک کے ہاتھ میں چھڑی تھی:

فاضاءت لھما عصا احدھما فمشیا فی ضوءھا حتی اذا
فترقت بھما الطریق اضاءت للآخر عصاہ فمشی کل
واحد منھما فی ضوء عصاہ حتی بلغ اھلہ۔ رواہ البخاری
فی الصحیح حجۃ اللہ ص۱۷

پہلے ایک چھڑی روشن ہو گئی اور وہ اس کی روشنی میں چلنے لگے جب دونوں کا
راستہ الگ الگ ہونے لگا تو دوسرے کی چھڑی بھی روشن ہو گئی اور ہر ایک
اپنی اپنی چھڑی کی روشنی میں چلتا ہوا اپنے گھر میں داخل ہوا۔ خصائص کبریٰ
جلد ۲ ص۸۰

(۱۲) حضرت حمزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اکرم

صلے اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھے اور تاریک رات میں ہم ادھر اُدھر بکھر گئے
اور منتشر ہو گئے۔ فاضاءت اصابعی حتی جمعوا علیھا ظھرھم و
ما سقط من متاعھم وان اصابعی لتنیر۔ خصائص کبریٰ
جلد ۲ ص ۸۱۔ اخرجه البخاری فی تاریخه والبیهقی و
ابونعیم۔

میری انگلیاں روشن ہو گئیں حتے کہ ان کی روشنی میں سب نے اپنی سواریوں
کو یکجا کیا اور گرا ہوا سامان جمع کیا اور میری انگلیاں اسی طرح روشنی پھیلا
رہی تھیں۔

(۱۳) شیخ محقق عبدالحق محدث دہلویؒ نے ذکر فرمایا ہے کہ ایک صحابی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کی طرف دعوتِ اسلام کے لیے ارسال فرمایا۔
اس نے عرض کیا: کوئی ایسا نشان عطا فرمایئے جو ان کے لیے علامت صدق
بن جائے پس انگشت شریف میان دو چشم وے زد از آنجا بیاض و نورے
پیدا شد پس عرض کرد آں صحابی و گفت می ترسم کہ مردم برص خیال نکنند چنانچہ
در قصہ موسیٰ علیہ السلام نیز آمدہ بیضا من غیر سوء، پس نقل کرد آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم آں را بتازیانہ وے۔ مدارج النبوۃ جلد اول ص ۱۱۰ وکذا فی الخصائص کبریٰ
صفحہ نمبر

(تو آپ نے اس کی پیشانی پر انگلی مبارک رکھی تو اس میں سفیدی اور
نورانیت پیدا ہو گئی اس صحابی نے عرض کیا: مجھے اندیشہ ہے لوگ اس کو کہیں
بلا تامل دیکھ کر برص کا داغ نہ سمجھیں تو آپ نے اس نور کو اس کی چھڑی میں منتقل
کر دیا تاکہ توہم برص کا شائبہ ختم ہو جائے جس طرح موسےٰ علیہ السلام کے قصہ
میں بیضا من غیر سوء فرمایا گیا ہے یعنے ہاتھ سفید اور نورانی محسوس ہوتا تھا



لیکن اس میں بیماری کا کوئی گمان نہیں کر سکتا تھا۔) (اور اس صحابی کا نام طفیل بن
عمرو دوسی ہے۔)

شیخ محقق نے حضرت قتادہ حضرت اسید حضرت عباد حضرت حمزہ اسلمی
اور حضرت طفیل رضی اللہ عنہم والی روایات نقل کرنے کے بعد فرمایا:

"ایں احادیث اول دلیل اند بر نورانیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و
سرایت نورانیت وے بخادمان درگاہ و بمانند عصا و تازیانہ ایشاں چہ جائے
ذوات واعضائے ایشان نورٌ علےٰ نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء۔"

یہ احادیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نورانیت پر بہت واضح دلائل ہیں
بلکہ آپ کے۔

نور اقدس کے خادمان بارگاہ میں بلکہ ان کی چھڑیوں میں بھی سرایت کرنے پر ان
کی ذوات اور اعضا میں آپ کے انوار نے جو سرایت کی ہو گی اس کا اندازہ ہی
کیا ہو سکتا ہے۔ آپ نور ہیں بلکہ نور علیٰ نور ہیں سراسر اور سراپا نور ہیں مگر جس کو
اللہ تعالےٰ چاہے اس کو اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

(۱۴) امام سیوطی نے بارہ تیرہ روایات اس مضمون کی ذکر کی ہیں کہ جب سرور عالم
صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کے ساتھ ایسا نور تھا
جس نے مشرق و مغرب کو روشن کر دیا حتے کہ آپ نے اس نورانیت کی
بدولت حجرہ مبارکہ میں ہوتے ہوئے اور آفتابِ آسمانی طلوع ہونے سے
قبل شام کے محلات کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ و مشاہدہ فرمایا۔ ان میں سے
چند ایک کے الفاظ یہ ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ عنهما (الی) حتی وضعته فلما
فصل منی خرج معه نور اضاء له ما بین المشرق و

المغرب - صہ۴۶

و ان امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات حین وضعتہ نورًا اضاءت لہ قصور الشام۔

اور حضرت آمنہ فرماتی ہیں:

فاضاء لی ما بین المشرق والمغرب حتی نظرت الی بعض قصور الروم۔

اور بعض روایات میں ہے:

فلما ولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتلات الدنیا کلہا نورًا - اور بعض میں اس طرح ہے: سطح منہا نور اضاءت لہ قصور بصریٰ - الغرض ان روایات سے آپ کی شانِ نورانیت بھی واضح ہے اور منیر ہونا بھی۔

(۱۵) حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں قدم اقدس رکھا تو صحابہ کرام مدینہ منورہ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لما کان الیوم الذی دخل فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ اضاء منہا کل شیٔ۔ اور ایک روایت میں ہے: فلم ار یومًا احسن ولا اضوء منہ۔ حاکم بیھقی وابن سعد۔

آپ کے مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے مدینہ منورہ کی ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے اس دن سے زیادہ حسین اور نورانی دن نہیں دیکھا تھا اور جب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو اس وقت کی کیفیت بھی صحابہ کرام کی زبانی سماعت فرمائیے:



حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لما کان الیوم الذی مات فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اظلم من المدینۃ کل شیٔ اخرجہ ابن سعد والحاکم والبیہقی۔

(جس دن رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا مدینہ کی ہر چیز تاریک نظر آتی تھی۔) خصائص کبریٰ جلد ثانی صہ۳۷۸

(۱۶) اس طرح آبا و اجداد کے چہروں سے آپ کے انوار کا جھلکنا اور ابرھہ کا اس نور کو جناب عبد المطلب کی پیشانی میں جھلکتے دیکھ کر تعظیم کرنا اور اس کے متکبر اور سرکش ہاتھی کا آپ کے سامنے سرنگوں ہونا کتب سیرت میں مفصل مذکور ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب ابرھہ کے واقعہ کو نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: ان کی صورت دیکھتے ہی اس نے بایں جہت کہ عظمت اور مہابت نور شریف کی ان کے چہرے سے نمایاں تھی ان کی نہایت تعظیم کی اور تخت سے اتر بیٹھا... (تا)... بالجملہ ایسی عظمت نور مبارک کی تھی کہ بسبب اس کے بادشاہ ہیبت میں آجاتے اور تعظیم و تکریم کرتے۔ (نشر الطیب صہ۲۱)

اور اس سے پہلے ایک روایت میں نقل کیا ہے کہ عبد المطلب کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نور ان کی پیشانی میں چمکتا تھا اور جب قریش میں قحط ہوتا تو عبد المطلب کا ہاتھ پکڑ کر ثبیر کی طرف جاتے تھے اور ان کے ذریعے حق تعالے کے ساتھ تقرب ڈھونڈتے اور بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالے بہ برکت نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم بارانِ عظیم مرحمت فرماتے۔ اور ایک روایت یوں ہے کہ فاطمہ خثعمیہ نے

حضرت عبداللہ کے چہرے میں نورِ نبوت دیکھا تو اپنی طرف بلایا تو انھوں نے انکار کر دیا۔ کذا فی المواہب ص۲۰، ۲۱۔

ف: جب ابرہہ حملہ آور ہوا تھا تو نورِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے بطنِ اقدس میں پہنچ چکا تھا لیکن پھر بھی اس کے اثرات اور تجلیات جناب عبدالمطلب سے ہلالی شکل میں نمودار ہوتے اور انکے کوہِ ثبیر پر موجود ہونے کے باوجود کعبہ مبارک پر اس نور کی شعاعیں پڑیں جس طرح تھانوی صاحب نے بھی لکھا:

(۱) اس وقت نورِ مبارک عبدالمطلب کی پیشانی میں گول بطور ہلال کے نمودار ہوکر خوب درخشاں ہوا یہاں تک کہ شعاع اس کی خانہ کعبہ پر پڑی۔ عبدالمطلب نے یہ بات دیکھ کر قریش سے کہا: چلو! یہ نور اس طرح میری پیشانی میں ہو چکا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ہم غالب رہیں گے۔ ص۲۱

مواہب لدنیہ میں اصل عبارت اس طرح ہے:

فرکب عبدالمطلب فی قریش حتی طلع جبل ثبیر فاستدارت دارۃ غرۃ رسول اللہ علی جبہتہ کالہلال و اشتد شعاعہا علی البیت الحرام مثل السراج فلما نظر عبدالمطلب الی ذالک قال یامعشر قریش ارجعوا فقد کفیتم ھذا الامر فواللہ ما استدار ھذا النور منی الا ان یکون الظفر لنا۔ ص۸۵ جلد اول

جب عبدالمطلب ابرہہ کے پاس پہنچے اور اس کے ہاتھی محمود کی نظر آپ پر پڑی تو خر ساجدًا" وقال السلام علی النور الذی فی ظہرک یا عبدالمطلب ص۸۶ سجدہ میں گر گیا اور اللہ تعالےٰ نے اس کو قوت گویائی عطا کی اور اس نے کہا: سلام ہو اس نور پر جو تیری پشت میں ہے اے عبدالمطلب!۔



تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ جب جوہرِ نورانی کے تیسری جگہ پر پہنچ جانے کے باوجود جناب عبدالمطلب کی پیشانی اس نور سے منور دکھائی دیتی ہے اور ابرہہ اسے دیکھ کر مرعوب ہوا جاتا ہے۔ تو اس نورِ اقدس کے جوہر میں کس قدر ضیا اور انارت ہوگی اسی لیے تو فرمایا: وسراجًا منیرًا۔ اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی سابقہ تقریر سے واضح ہو چکا ہے کہ وفات کے بعد صالحین کی قبور پر نور نظر آتا ہے۔ اور یہ ان کے نفس زکیہ کا نور ہوتا ہے اگر انوارِ نفوس قبور پر نظر آسکتے ہیں باوجود ان کے اعلےٰ علیین میں ہونے کے تو سرورِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے نور کا ظہور جبینِ عبدالمطلب سے محلِ تعجب و انکار نہیں ہوسکتا۔

علامہ محمد بن عبدالباقی نے اس توہم کے متعدد جوابات دیئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جوہرِ نورانی اگرچہ آگے منتقل ہو چکا تھا مگر اس کے اثرات بالکل جبینِ عبدالمطلب سے زائل نہیں ہوئے تھے ان النور لم ینتقل کلہ بل انتقل ما ھو مادۃ المصطفےٰ وبقی اشرہ فی صلب آباءہ تشریفا لھم۔ ص۸۷ جلد اول۔

ان روایات سے واضح ہوگیا کہ آپ کا نورِ اقدس محسوس تھا اور کفار و مشرکین، اہلِ کتاب حتیٰ کہ جانور بھی اس کو اس کو محسوس کرتے تھے اور حقِ تعظیم بجالاتے لہٰذا اس کو محض نورِ نبوت و رسالت اور نورِ ایمان وغیرہ یعنی معنوی نور قرار دینا درست نہیں ہے۔

## نورِ اقدس کے مکمل طور پر نمودار نہ ہونے کی حکمت

قبل ازیں شیخ محقق کی زبانی اس کی مصلحت اور حکمت معلوم ہو چکی ہے کہ آپ جب سراپا نور تھے تو آپ کی نورانیت پوری طرح ظاہر کیوں نہ ہوئی تو آپ نے فرمایا:

"اگر نہ نقاب بشریت پوشیدہ بودے ہیچ کس را مجال نظر و ادراک حسن وے ممکن نبودے"

مصلحت یہ تھی کہ اس کو بشریت کے پردہ میں چھپا کر لوگوں کے لیے آپ کے دیدار کو اور فیوض و
برکات کے حصول کو ممکن بنایا جاسکے ورنہ اگر حقیقت آشکارا ہوتی تو کسے مجال تھی کہ دیکھ بھی
سکتا۔ جس طرح آپ کا ارشاد گرامی ہے: لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک
مقرب ولا نبی مرسل یعنے جب آپ کا حسن حقیقی بے حجاب و بے نقاب
جلوہ گر ہوتا ہے اور اس عالم آب و گل سے ماوراء لامکان میں اور بارگاہ قدس میں اس
کا مکمل ظہور پایا جاتا ہے تو اسے دیکھنے کی تاب و تواں نہ کسی مقرب فرشتہ میں ہوتی ہے اور
نہ کسی نبی مرسل میں۔ کذا فی مدارج النبوۃ جلد ثانی صـ ۶۲۳

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ در ثمین میں فرماتے ہیں:

"مجھ سے ذکر کیا جناب والد صاحب نے کہ میں نے سنا ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: انا املح واخی یوسف اصبح
یعنے مجھ میں ملاحت زیادہ ہے اور میرے بھائی یوسف علیہ السلام میں صباحت
زیادہ تھی۔ تو اس کے معنی میں مجھے حیرت ہوتی اس واسطے کہ ملاحت تو اور زیادہ
عاشقوں کو بیقرار کرتی تھی صباحت سے، حالانکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے
قصہ میں روایت ہے کہ جب زنانِ مصر نے ان کا جمال دیکھا تو ہاتھ کاٹ
لئے اور لوگ ان کو دیکھ کر مر گئے اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق
تو اس باب میں کوئی ایسی روایت نہیں تو میں نے خواب میں آپ کو دیکھا
اور سوال کیا اس امر کا تو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جمالی مستور عن اعین الناس غیرۃ من اللہ عزو
جل ولو ظہر لفعل الناس اکثر مما فعلوا حین راو
یوسف علیہ السلام۔ صـ ۷

(میرا جمال حقیقت اللہ تعالیٰ نے غیرت محبت کی وجہ سے لوگوں کی



آنکھوں سے مستور کر دیا ہے اگر آشکارا جلوہ گر ہو تو اس سے زیادہ حالتِ بے خودی
اور مدہوشی لوگوں پر طاری ہو جو یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر طاری ہوئی تھی۔)"

اشرف علی صاحب مفتی الٰہی بخش کاندھلوی کے رسالہ سے ناقل ہیں:

واما عدم تعشق العوام علیہ کما کان علی یوسف علیہ
السلام فلغیرۃ اللہ تعالیٰ حتی لم یظہر جمالہ کما ھو
علی غیرہ۔ صـ ۱۷۸

(عوام کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر اس طرح عاشق نہ ہونا جس طرح کہ یوسف
علیہ السلام پر عاشق ہو گئے تھے تو یہ اللہ تعالیٰ کی غیرت محبت کی وجہ سے تھا
حتّٰی کہ اس نے آپ کا جمال کما حقہ غیروں پر ظاہر ہی نہیں کیا تھا۔)

علامہ نبہانی حضرت عارف باللہ عیدروس سے نقل فرماتے ہیں:

اما حقیقتہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا یعلمھا الا اللہ
کما قال صلے اللہ علیہ وسلم من النبی صلی اللہ علیہ
وسلم لسیدنا ابی بکر الصدیق رض والذی بعثنی بالحق
لم یعلمنی حقیقۃ غیر ربی ومن ثم قال سید التابعین
اویس القرنی رضی اللہ عنہ۔ ما رای اصحاب النبی صلی
اللہ علیہ وسلم من النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ظلہ
فقیل ولا ابن ابی قحافۃ قال ولا ابن ابی قحافۃ۔
(حجۃ اللہ صـ ۵۰)

ترجمہ: (یہ کلام تو تھا حسن ظاہری میں کہ اس کا ادراک بھی کما حقہ کسی کو نہیں ہوا، رہی آپ کی
حقیقت تو اس کا علم سوائے اللہ رب العزت کے کسی کو نہیں۔ اسی لیے آپ نے اپنے
یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا: مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ
مبعوث فرمایا۔ میری حقیقت کا علم سوائے میرے پروردگار کے کسی کو بھی نہیں۔ اور حضرت

(سید التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا صرف ظل وعکس اور سراپا دیکھا حقیقت اور جمال معنی نہیں دیکھا ان سے پوچھا گیا حضرت ابن ابی قحافہ یعنے ابوبکر صدیق نے بھی صرف ظل و عکس اور جسم اقدس اور سراپا کا ظاہر دیکھا تو انھوں نے فرمایا: ہاں، ان کو بھی حقیقت محمدیہ اور جمالِ مصطفوی حقیقتاً معلوم نہیں تھا۔)

علامہ قرطبی نے تذکرہ میں فرمایا:

لم یظہر تمام حسنہ صلی اللہ علیہ وسلم والا لما اطاقت اعین الصحابۃ النظر الیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ شرح خریوتی للقصیدۃ البردہ ص۹۵

(آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پورا حسن ظاہر نہیں ہوا تھا ورنہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی طاقت وقوت اور تاب وتوان ہی نہ ہوتی اسی لیے امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالٰے نے فرمایا ؎

اعیٰی الوریٰ فہم معناہ فلیس یُریٰ
للقرب و البعد منہ غیر منفحم

(آپ کے فہم حقیقت نے ساری مخلوق کو عاجز کر دیا ہے اور ہر قریب و بعید آپ کے کمالات حقیقت بیان کرنے سے قاصر و عاجز نظر آتا ہے ـــــ اور اسی ادراک وحقیقت سے عجز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بانیٔ دیوبند قاسم نانوتوی صاحب نے کہا ؎

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا کسی نے تمھیں بجز ستار
سوا خدا کے بھلا کوئی تجھ کو کیا جانے
تو شمس نور ہے اور شپر نمط اولوالابصار



## مولوی محمد یوسف رحمانی دیوبندی کی جوابی تقریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ و الصلوۃ والسلام علی سید الرسل وخاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ و بارک وسلم تسلیما کثیرًا کثیرًا۔

امابعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرًا رسولا۔ اٰمنت باللہ صدق العظیم و بلغنا رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذالک من الشٰھدین والشٰکرین والحمد للہ رب العلمین اللھم صلی علی سیدنا ومولانا محمد و علیٰ آل سیدنا ومولانا محمد و بارک وسلم۔

بزرگو! دوستو! بھائیو! عزیزو! مجھ سے پہلے مولوی اشرف صاحب نے بیان فرمایا، پہلی بات انھوں نے یہ ارشاد فرمائی ہے کہ آقائے نامدار تاجدار مدینہ جناب محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اولاد آدم سے ہیں یہ پہلے تسلیم فرمایا ہے کہ آپ اولاد آدم سے ہیں جن کا انکار نہیں کرتے کہ آپ اولاد آدم سے نہیں ہیں مرد بھی ہیں دوسری بات،

تیسری بات یہ فرمائی ہے کہ آدم علیہ السلام سے بھی پہلے موجود تھے اور آپ کی بجائے جو
دلیل پیش کی ہے وہ آپ کے نور کی پیش کی ہے۔ اور ثبوت کے اندر جو لفظ ارشاد
فرمائے ہیں وہ تبادلے کے ساتھ کہ آپ کا وجود پہلی بات فرمائی ہے کہ آپ کا نور اس
سے مراد انھوں نے لیا ہے۔ آپ کا وجود پھر آدم علیہ السلام کی اولاد بھی ہیں اور ہیں
آدم علیہ السلام سے پہلے ایک ہے آپ کی ذات اور دوسری ہے صفت۔ دوسری بات
جس وقت انھوں نے تسلیم کر لیا کہ آدم علیہ السلام سے پہلے موجود ہیں تو اولاد آدم سے نہیں
ہیں نوری مخلوق ہیں تو اس کے بارے میں جہاں حدیث موجود ہے وہاں اس سے نور سے
مراد روح لیا گیا ہے۔ اور اس نشر الطیب کے اندر آگے موجود ہے۔ چوتھی بات یہ کہ جہاں
یہ حدیث نقل کی گئی ہے وہاں مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے حوالہ دیا ہے کہ
مصنفہ عبد الرزاق میں ہے۔ مصنفہ عبد الرزاق میں شروع سے لے کر آخر تک یہ حدیث
نہیں ملتی۔ دوسری بات ہے کہ ہم اہلسنت والجماعت مسلمان حنفی حضرات۔ میں نے
پہلے گذارش کی ہے کہ پہلے اللہ کا قرآن حجت اور دلیل ہے قرآن مجید اگر یہ کہے کہ میرے
پیغمبر محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ اعلان فرمادیں کہ قل فرمادو انما انا
بشر مثلکم یوحیٰ الی انما الٰھکم الٰہ واحد میں ایک بشر ہوں تمھاری
مثل، میرے اوپر وحی نازل ہوتی ہے تم پر وحی نازل نہیں ہوتی۔ میری طرف نبوت نازل
ہوتی ہے تمھیں نبوت نہیں ملی۔ نبوت ایک امتیازی شان ہے۔ اس نبوت کو نور کہہ لو،
روح کہہ لو، نور کہہ لو۔ اگر دوسری بات یہ ہے کہ ذات یا وجود یا حقیقت جس کے بارے
میں مسئلہ اور ہے دوسری آیت کریمہ پہلی آیت کریمہ دوسری آیت کریمہ قل سبحان
ربی ھل کنت الا بشراً رسولاً اللہ تعالے نے فرمایا ہے؛ میرے پیارے
پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کو اعلان کر دو، ارشاد فرمادو قل سبحان ربی
میرا رب پاک ہے میرا رب تمام قدرتوں کا مالک ہے سبحان ربی ھل کنت الا



علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ارواح کو جمع کیا آدم علیہ السلام کی روح کو بھی جمع کر لیا آدم علیہ السلام
بشرا رسولاً میں نہیں مگر صرف بشر اور رسول جس طرح لا الٰہ الا اللہ محمد
رسول اللہ۔ خدا کے علاوہ کوئی اور خدا نہیں حقیقی ہو یا مجازی خدا صرف اکیلا وحدہٗ لا
شریک ہے۔ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولاً میں نہیں مگر
بشری رسول۔ چوتھے مقام پر قرآن پاک کے الفاظ مبارک ہیں ارشاد گرامی ہے کہ اگر دنیا پر
لو کان فیھا الٰھۃ جس طرح اللہ تعالے ارشاد فرماتے ہیں اگر اس دنیا کی روئے زمین
و آسمان کے اندر ایک خدا کے علاوہ دو خدا ہوتے تو عالم کائنات کا انتظام درہم برہم ہو جاتا
اسی طرح اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ لو کان فی الارض ملٰئکۃ یمشون
مطمئنین لنزلنا علیھم من السماء ملکا رسولاً، اگر زمین پر فرشتے
نوری مخلوق بستی ہوتی ہم بھی نبی نوری مخلوق سے بھیجتے۔ اور پانچویں مقام پر اللہ تعالیٰ نے
ارشاد فرمایا کہ اگر ہم انسان کی بجائے نوری مخلوق فرشتوں سے ہی نبی بنا کر بھیجتے۔ وللبسنا
علیھم ان پر لباس بشری بنا کر بھیجتے لو جو ہے لانتفاء ثانی اور لانتفاء اول۔ مولوی
صاحب جانتے ہیں کہ جس طرح لو کان بعدی نبی لکان عمر جس طرح میرے
بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر فاروق ہوتے لیکن کیونکہ میرے بعد نبوت ختم ہے اس واسطے عمر فاروق
بھی نبی بن کر نہیں آئے۔ قرآن مجید کہہ رہا ہے کہ اگر دنیا پر کائنات کے اندر زمین پر
اگر ہم نوری مخلوق سے نبی بنا کر بھیجتے تو پھر بھی ہم فرشتہ کی بجائے انسانی لباس پہنا کر بھیجتے
ہوتا تو فرشتہ ہوتا نوری مخلوق سے لیکن انسانی لبادے کے اندر آتا بشری لباس کے
اندر آتا قرآن مجید کہہ رہا ہے۔ لو اس مقام پر بھی موجود ہے لو انزلنا اگر ہم نازل
کر دیتے زمین پر لَوْ آ رہا ہے لَوْ آ رہا ہے لانتفاء ثانی لانتفاء اول یعنے نوری
مخلوق سے فرشتوں سے ہم نے نبی بنا کر بھیجے ہی نہیں اگر ہوتے تو نبی کو بھی ہم نوری مخلوق
سے بھیجتے لیکن بشری لباس میں بھیجتے اور صرف اتنی بات نہیں مولوی نعیم الدین مراد آبادی
ان کے اپنے اکابر ہیں کتاب العقائد کے اندر فرماتے ہیں۔ ان کی تفسیر نعیم الدین مراد آبادی

میرے پاس موجود ہے اس کے اندر ارشاد فرماتے ہیں صفحہ ۴ نبوت کا اعلان ہے اس کے
اندر فرماتے ہیں:

"کیا غیر انسان میں سے انسانوں کے علاوہ کوئی اور بھی نبی بن کے آیا۔

——— وہ فرماتے ہیں: نہیں ——— نبی صرف انسانوں میں سے اور وہ
بھی صرف مرد ہوتے ہیں کوئی فرشتہ یا جن یا عورت نبی بن کر نہیں آتے۔
فرشتے نوری مخلوق میں سے ہیں۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب خود خلقت بیان کرتے ہیں:

"مخلوق تین قسم کی ہے: ایک انسان ہے، دوسرا جن ہے، تیسرا فرشتے ہیں۔
انسان مٹی سے پیدا شدہ ہے اور جن نار سے آگ سے پیدا شدہ ہے اور فرشتے نوری مخلوق
نور سے پیدا شدہ ہیں۔ جس وقت تین مخلوقوں کی حدیث کے مطابق اللہ تعالے نے تخلیق
پیدا فرمائی ہے" اور آدم کی اولاد سے تو مان گئے ہیں پھر پہلے موجود ہے۔ اگر یہی بات ہے
تو اللہ تعالے کے قانون کے مطابق دونوں باتوں کا اختلاف ہو گیا ہے یا آدم ابا آدم نہیں
پیغمبر کی ذات پہلے موجود ہے۔ دوسری بات ہے ارواح کی بات ہے ایک ہے روح
کی بات، ایک ہے ذاتِ نبوت کی بات، اگر یہی بات ہے تو دنیا پر آنے سے پہلے
پیارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نبی موجود تھے۔ پروردگار عالم ارشاد فرماتے ہیں:
قرآن مجید کی آیتیں ختم ہوں گی تو آگے چلوں گا۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ کتابیں میرے پاس بھی موجود ہیں

لما آتیتکم واذ اخذ اللہ میثاق النبیین کما آتیتکم من کتاب
وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتومنن
بہ ولتنصرن قال أأقررتم واخذتم علی ذالکم اصری
قالو اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشھدین۔

پروردگار عالم ارشاد فرماتے ہیں عالم ارواح پر پہلے ہی دنیا پر بھیجنے سے پہلے انبیاء
سے عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کی ارواح کو جمع کرنے کے بعد خطاب فرمایا اور عہد
لیا کہ اگر میں تمہیں کتاب وحکمت اور نبوت دے دوں اور پھر آئے گا تمہارے پاس
ایک رسول پھر آئیگا تمہارے پاس ایک رسول پھر آئے گا تمہارے پاس ایک رسول،
مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرن، تمہاری آسمانی کتابوں کی تصدیق
بھی کرے گا اس پر ایمان بھی لانا اور اس کی مدد بھی کرنا نصرت بھی اس کی کرنا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد
فرما رہے ہیں، تمام ارواح انبیاء کو کہ تمہارے دنیا پر بھیجنے کے بعد ایک پیغمبر آئے گا
پیغمبر نام ہے اگر صرف روح کا، پیغمبر نام ہے اگر صرف نور کا، پیغمبر نام ہے اگر صرف نبوت
کے الہام کا، پیغمبر نام ہے اگر صرف نبوت کے الہام کا، پیغمبر نام ہے اگر صرف وحی کا پیغمبر
نام ہے اگر صرف شریعت کا، ذات نبوت نہیں ذات انسان نہیں جس طرح کہ مولوی صاحب
فرما رہے ہیں میں تو یہ عرض ہیں نہیں کر رہا میرے پیارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انا
سید ولد آدم علیہ السلام... الخ پیارے نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
میں اولاد آدم سے ہوں درجے کے اعتبار سے مقام کے اعتبار سے رتبے کے اعتبار
سے شان کے اعتبار سے ساری کائنات سے اعلیٰ ہوں آدم سے بھی اعلیٰ ہوں تمام انبیاء
سے بھی اعلیٰ ہوں۔ ایک ہے مقام نبوت ایک ہے ذات نبوت، ذات نبوت کا اظہار ہو
رہا ہے۔

میرے پیارے نبی ارشاد فرماتے ہیں: قل سبحان ربی هل کنت الا
بشرا رسولا۔

اللہ تعالے ارشاد فرما رہے ہیں کہ تمام انبیاء کرام کی ارواح کو جمع کر لیا۔ قرآن مجید
فرماتا ہے: ثم جاءکم رسول۔ پھر آئے گا تمہارے پاس ایک رسول۔
حدیث پیش کر رہے ہیں مصنف عبد الرزاق کی وہ مصنف عبد الرزاق میں حدیث ملتی ہی
نہیں مولوی صاحب موجود ہیں مصنف عبد الرزاق نکالیں گے تو پتہ چل جائے گا حدیث جو

ثبوت ہے اگر سر نہیں تو درد کہاں ہے اگر اصل ہی موجود نہیں تو نقل کہاں سے اللہ کے بندے ! مصنف عبدالرزاق کے اندر یہ حدیث ہی موجود نہیں۔ دوسری بات آپ نے ارشاد فرمائی ہے مولوی صاحب پڑھے لکھے آدمی ہیں میں تو ابھی تک طالب علم بھی ہوں گا کہ نہیں اصول حدیث کے اعتبار سے محدثین ومفسرین کے طبقات کے لحاظ سے جس وقت ضعیف حدیث بھی ہو اس کے قبول کرنے کے لیے تین شرطیں ہیں: ضعیف کے مقابلے میں صحیح نہ ہو، ضعیف کے مقابلے میں صحیح نہ ہو، ضعیف کو کسی نے موضوع نہ کہا۔

آپ ارشاد فرمارہے تھے کہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث شریف موجود ہے، ابوداؤد کی حدیث موجود ہے کہ اول ما خلق اللہ القلم اللہ کے نبی خود ارشاد فرمارہے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے قلم کو پیدا فرمایا اور جس مقام پر آپ نے یہ پڑھا ہے وہاں لکھا ہے کہ بدھ والے دن زمین وآسمان کی کائنات واسطے میں نے نور کو پیدا فرمایا زمین و آسمان بھی نہیں بنے تھے زمانہ بھی نہیں بنا تھا بدھ والا دن کہاں سے آگیا۔ اس حدیث کے اندر زمانے کی نبوت کی بات ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے پہلے انبیاء کی ارواح کو قرآن بیان کر رہا ہے پہلے انبیاء کی ارواح موجود ہیں اس کے بعد پیارے نبی کی آمد کا ذکر ہو رہا ہے اگر پہلے موجود ہیں تو آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام تک سارے نبیوں نے پیارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا کلمہ اسی وقت کیوں نہ پڑھ لیا آپ نے خود دنیا پر آکر اعلان نبوت کا کیوں فرمایا۔ میرے پیارے نبی کا وجود بھی موجود ہو، پیارے نبی بھی موجود ہوں، انبیاء کو پتہ بھی ہو حضرت آدم علیہ السلام کو پتہ بھی ہو اور آدمؑ اپنی نبوت کا کلمہ پڑھائیں ؛

”ایں خیال است ومحال است وجنوں“

قرآن پاک کہہ رہا ہے؛ میں نے تمام انبیاء سے وعدہ لے لیا ہے کہ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتٰب وحکمۃ۔



مولوی صاحب فرمارہے تھے کہ مریمؑ کے پاس جبرائیل علیہ السلام انسانی شکل میں آئے بشری لباس کے اندر آئے حقیقت میں نور تھے اور آئے بشری لباس میں تھے لیکن اگر بشری لباس کے اندر آئے ہیں تو مولوی صاحب جانتے ہیں کہ ایک فعل متعدی ہوتا ہے اور ایک فعل لازم ہوتا ہے ایک حقیقت کو بیان کرتا ہے اور ایک مجاز کو یا کسی اوصاف کو بیان کرتا ہے۔ قرآن پاک جہاں کہہ رہا ہے کہ فتمثل لھا بشرًا سویا مثلکم نہیں کہا فتمثل لھا کہا ہے۔ اگر آدمی عالم بھی کہلائے اور علم کے باوجود ادھر اُدھر چلا جائے تو اس کی مرضی، میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جان بوجھ کر بندہ اگر دوسری طرف چلا جائے تو نہ میرا علاج ہے اور نہ آپ کا کوئی علاج فتمثل لھا بشرًا سویا کی بجائے فرمایا، قل انما انا بشر مثلکم جتنے انبیاء دنیا میں تشریف لائے وہ سب بشر تھے۔ اللہ کے بندے! حقیقت بیان ہو رہی ہے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالےٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں؛ ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتٰب..... الخ ما کان لبشر ما کان لبشر ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتٰب والحکمۃ والنبوۃ ثم یقول للناس اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں: تین چیزیں میں دیتا ہوں اور وہ بھی صرف بشر کو دیتا ہوں۔ ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتاب۔ جبرائیل جو نور ہے اس پر قرآن نازل نہیں نبی جس وقت فرمارہے ہیں؛ قل انما انا بشر مثلکم۔ یہ قرآن کی آیتیں ہیں تھوک کا مال ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا؛ میرے پیارے نبی! اعلان فرمادو؛ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی ما کان لبشر ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتب والحکمۃ والنبوۃ۔ تین چیزیں صرف اور صرف بشر کو دیتا ہوں اس کے علاوہ نہ نور کو نہ نار کو نہ فرشتے کو نہ جن کو۔ جبرائیل پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔ ایک دن آہی گئے انسانی لبادے کے اندر بقول مولوی صاحب کے جب وقت بشری لباس

کے اندر آئے تو اللہ کا قرآن بیان کر رہا ہے: ابراہیم علیہ السلام اندر تشریف لے گئے، جا کر بچھڑے کو ذبح کیا ذبح کر کے بوٹیاں بنا کر بھون کر آگے رکھ دیا کہ کھاؤ۔ بشری لباس کے اندر آئے ہو نور بشری لباس کے اندر آئے کھاتا بھی ہے پیتا بھی ہے چلتا بھی ہے پھرتا بھی ہے شادی بیاہ بھی کرتا ہے تم بھی کھاؤ۔ اللہ کا قرآن بیان کر رہا ہے جس وقت اللہ کے پیارے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھونا ہوا بچھڑا آگے رکھ دیا۔ فلما دائ ایدیھم لا تصل الیہ اوجس منھم خیفة ۔ اللہ تعالے کا قرآن بیان فرما رہا ہے جس وقت آگے رکھ دیا تو فرشتوں نے کوئی نہ کھایا اور کہا: ہم تو اللہ کے فرشتے ہیں۔ جو نوری مخلوق سے ہو چاہے بشری لباس میں بھی آئے وہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ شادی بیاہ کرتا ہے۔ مانتے بھی ہیں کہ حضور کی شادی بھی ہوئی ہے مانتے بھی ہیں کہ حضورؐ اولاد آدم سے ہیں، ایک پہلے ہے دوسرا بعد میں ہے ابا پہلے آتا ہے اور بیٹا بعد میں۔ ابا پہلے ہوتا ہے بیٹا بعد میں ہوتا ہے۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضور آدم سے پہلے ہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ باپ پہلے ہوتا ہے یا اولاد؟ اگر میں مولوی صاحب کے متعلق کہہ دوں کہ آپ پہلے تشریف لائے اور آپ کا باپ بعد میں تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

## رحمانی کی گستاخی اور لوگوں کا اشتعال اور مناظرہ کا اختتام

اس بات پر کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی تو لوگ بھڑک اٹھے کیونکہ یہ تشبیہہ و تمثیل اس امر کی غماز تھی کہ جیسے بیٹا باپ سے پہلے ہو تو وہ اس باپ کا نہیں کہلا سکتا اسی طرح نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کس طرح اولاد آدم کہلا سکتے ہیں. جس سے لوگوں کے جذبات کو سخت ٹھیس پہنچی اور انھوں نے اپنے غصے کا اظہار گالی گلوچ کی صورت میں کیا۔ علمائے اہل سنت نے بالعموم اور بالخصوص علامہ سیالوی صاحب نے بہتیری منت سماجت کی کہ خاموش رہیے، ہم دلائل سے اس کا جواب دیں گے وہ اس قسم کی حرکت کر کے میدان سے فرار ہونے کی ناکام کوشش کر رہا ہے لیکن مجمع کا جوش وخروش

کسی طرح ٹھنڈا نہ ہوا اور بالآخر مناظرہ کے منتظمین نے مناظرہ کو جاری رکھنے سے معذوری ظاہر کی جب علامہ سیالوی نے کہا کہ رحمانی نے جو سوالات اٹھائے میرا حق ہے کہ میں ان کا جواب دوں لہٰذا مناظرہ کو یہاں ختم کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی تو انھوں نے کہا: ہم نے مسئلہ سمجھنا تھا وہ سمجھ لیا ہے خواہ آپ تیس گھنٹے بحث کریں یا اسی پر اکتفا کریں ہمارا مدعا حاصل ہو گیا ہے اور لوگ کسی قیمت پر دیوبندی مولوی کو ایک لفظ بھی اب بولنے نہیں دیں گے. لہٰذا قبل اس کے کہ حالات مزید خراب ہوں ہم مناظرہ کو یہیں ختم کرتے ہیں. جس پر علامہ سیالوی نے ان سے کہا کہ تم مسجد میں موجود ہو اللہ تعالے کو حاضر و ناظر جان کر جو کچھ فریقین کی تقریروں سے تم نے سمجھا ہے وہ بتلا دو اور لکھ کر دے دو تو انھوں نے ملک محمد نواز نسوآنہ سے کہا جو رحمانی کا خاص سرپرست بنا ہوا تھا اور اس موقعہ پر مسجد کی دیوار پر منہ پر چادر لپیٹے حیران و سرگرداں بیٹھا تھا اس سے کہا کہ تو ہمارا بڑا بھائی ہے اور پگ والا ہے سردار ہے لہٰذا خدا تعالے کو حاضر ناظر سمجھتے ہوئے تو ہی فیصلہ دیدے، تو اس نے کہا: میں فیصلہ نہیں کرتا بھائی مہر خان فیصلہ کرے گا اور میں اس کے ساتھ پوری طرح متفق ہوں۔ ملک مہر خان نے کہا: میں نے علامہ سیالوی صاحب کی مکمل تقریر سنی انھوں نے قرآن وحدیث کے دلائل سے اپنا مذہب وعقیدہ ثابت کر دیا ہے اور یوسف رحمانی صاحب اپنا نظریہ ثابت نہیں کر سکا اور اس نے بارگاہ نبوت کی ایسی گستاخی کی ہے جو میں زبان پر نہیں لا سکتا لہٰذا میں محمد اشرف سیالوی کی کامیابی اور یوسف رحمانی صاحب کی شکست فاش کا اعلان کرتا ہوں اور اسی وقت یہ تحریر بھی لکھ کر اور دستخط اور انگوٹھے لگا کر ہمارے حوالے کی اور فضا نعرۂ تکبیر، نعرہ رسالت اور علامہ سیالوی زندہ باد مسلک اہل سنت بریلوی زندہ باد کے نعروں سے بڑی دیر تک گونجتی رہی۔ اور اس دوران یوسف رحمانی، محمد حسین شاہ نیلوی مسجد کے اندر دبک کر بیٹھے رہے۔ ہفتہ کے بعد اسی مسجد میں دوبارہ جشن فتح کے سلسلہ میں جلسہ کا اہتمام کیا گیا اور علاقہ بھر کے علمائے اہل السنۃ اور رؤسا علی الخصوص مہر

غلام عباس لالی اور مہر نور محمد صاحب لالی اور دیگر معززین نے شرکت کی اور علامہ سیالوی کو اہل السنۃ کی بے باک ترجمانی اور فتح مبین پر مبارک باد پیش کی۔ رحمانی صاحب کی تقریر کا تجزیہ۔

آئیے اب ذرا یوسف رحمانی صاحب کی جوابی تقریر کا جائزہ لیتے چلیں۔

(۱) سب سے پہلی بات جو از حد لازمی اور ضروری تھی وہ یہ تھی کہ دیوبندی مناظر اس مسئلہ میں اپنا موقف بیان کرتا کہ ہمارا عقیدہ اس ضمن میں کیا ہے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو بالکل نور نہیں مانتے یا محض نور کا لفظ اطلاق کرنا جائز سمجھتے ہیں یا نور آپ کی صفت مانتے ہیں لیکن رحمانی صاحب اس کے متعلق کوئی واضح موقف اختیار نہ کر سکے۔

(۲) ہماری پیش کردہ آیات کا قطعاً کوئی جواب ہی نہیں دیا نہ قد جاء کم من اللہ نور وکتاب مبین کا اور نہ ہی یا ایھا النبی انا ارسلنٰک شاھداً ومبشراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً کا جواب دیا بلکہ ان کے جواب میں دوسری بشریت کی آیات پیش کر دیں حالانکہ قرآن مجید کی آیات میں تعارض وتناقض تو نہیں اور آیات میں سے مرضی کے مطابق جس پر چاہا ایمان لے آیا اور جن کے متعلق دل مطمئن نہ ہوا ان کو نظر انداز کر دیا یہ ایمان کے منافی ہے سارے قرآن پر ایمان لانا لازم اور آیات میں باہم تطابق کے بعد اعتقاد رکھنا لازم وفرض۔

(۳) ہماری نشر الطیب سے پیش کردہ پانچ روایات میں حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ والی روایت کا جواب یہ دیا گیا کہ مصنف عبد الرزاق میں اس کا ذکر نہیں جب سر نہیں تو درد کہاں اور اصل نہیں تو نقل کا کیا اعتبار۔

## مصنف عبد الرزاق اور حدیث نور

مگر اس ضمن میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ جس اشرف علی کو حکیم الامت اور چودھویں صدی کا مجدد کہا جاتا ہے اس نے یہ روایت اصل کتاب میں دیکھے بغیر یا مستند ناقل کی



نقل دیکھے بغیر کس طرح نقل کر دی اس کا مطلب یہ ہوا کہ دیوبندی مجدد صاحب ایسے ہوتے ہیں کہ جو حدیث نہ ہو اس کو حدیث کہہ کر نبی الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہیں اور افترا سے کام لیتے ہیں اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان صداقت نشان "من علیّ کذب متعمداً فلیتبوء مقعدہ من النار" جو شخص مجھ پر دیدہ ودانستہ جھوٹ باندھے اس کا ٹھکانہ جہنم کی دہکتی آگ ہے۔ کے مطابق اپنی جگہ جہنم کی دہکتی آگ میں بناتے ہیں پھر مجدد تو دین میں شامل ہو جانے والی غلط باتوں کو الگ کرتا ہے اور خالص دین امت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کرتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس دیوبندی مجدد غلط عقائد دین میں داخل کرتے دکھائی دیتے ہیں اور بے سروپا روایات کو احادیث رسول کہتے دکھائی دیتے ہیں کیا ایسے لوگوں کو مجدد دین کہا جائے گا یا مجدد ضلالت اور یہ حکیم الامت ہیں اور ان کے امراض قلب کی تشخیص کر کے علاج کرنے والے یا الٹا ان کے لیے وبائی مرض بن کر ان کے دلوں کو مریض کرنے والے ۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

(ب) علاوہ ازیں آج جو مصنف عبد الرزاق علماء دیوبند کے ہاتھ میں ہے کیا یہ مکمل ہے، جب مکمل نہیں اور یقیناً نہیں جیسے کہ ابتداء میں تصریح کر دی گئی ہے کہ مصنف عبد الرزاق کا مکمل نسخہ کہیں بھی نہیں مل سکا جس قدر مل سکے ہیں ان میں سے جو زیادہ کامل نظر آیا اسی کی طباعت کو غنیمت جانا اور جو زیادہ ناقص تھے ان کو نہیں چھاپا اور لطف کی بات یہ ہے کہ کتاب الطہارت کا عنوان قائم کر کے پورا ورق خالی چھوڑ دیا گیا ہے اور نیچے لکھ دیا گیا ہمیں اس کی روایات نہیں مل سکیں جس کو مل جائیں یہاں درج کر لے۔ کیا اسی کتاب کے بل بوتے پر رحمانی صاحب ناچ رہے ہیں اور ناز کر رہے ہیں پھر اس مصنف عبد الرزاق کو چھاپنے والے ہی دیوبندی صاحبان ہیں تو کیا بعید کہ تعصب سے کام لے کر اس روایت کو نکال دیا ہو۔

(ج) علامہ احمد قسطلانی نے مواہبِ لدنیہ میں مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے اور وہ آج سے تقریبًا چھ سو سال پہلے گذرے ہیں اور ان کی نقل پر کسی کو اعتراض پیدا نہیں ہوا۔ ایسی صورت میں چھ سو سال بعد اگر مصنف عبدالرزاق کے نسخے مکمل دستیاب نہیں ہو سکتے تو اتنی صدیاں قبل ان کے مکمل طور پر دستیاب ہونے کا امکان قوی موجود ہے اور ناقل کی شخصیت بھی انتہائی قابلِ اعتماد و وثوق ہے تو پھر اس انکار اور دیدہ دلیری کا کیا جواز، انکارِ حدیث کا کیا معنیٰ اور اکابر علماء کی ذات کو ہدفِ تنقید بنانے کا کیا مطلب اور اپنے حکیم الامت اور مجدد کی مٹی پلید کرنے کا کیا مطلب۔ کیا ناقل پر صحتِ نقل کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی اور جن علماءِ اعلام نے اِس حدیث کو نقل کر دیا ہے، انھوں نے کسی قابل وثوق طریقہ سے معلوم کیے بغیر اس حدیث کو درج کر دیا ہے؟

## کیا بیٹے کا بہر وجہ باپ سے پہلے ہونا محال ہے؟

(د) دوسری روایات جن میں حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے آپ کے موجود اور خلعت نبوت اور تاج رسالت پہنے ہوئے ہونے کا ذکر ہے ان کا جواب صرف اس طرح دے دیا کہ جب آپ اولادِ آدم ہیں تو بیٹے کا باپ سے پہلے ہونا محال ہے لہٰذا وہ ساری حدیثیں جن میں آپ کا حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے موجود ہونا لازم آتا ہے وہ موضوع اور باطل ہیں۔ العیاذ باللہ۔

اس جواب میں چند امور توجہ طلب ہیں:

(ا) آج تک کسی محدّث مفسر اور مستند عالم نے ان احادیث کے متعلق اس قسم کا قول کیا۔ اصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ قیاس اور خبرِ واحد میں تعارض



ہو تو قیاس ترک کر دیا جائے گا مگر حدیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو ترک نہیں کیا جائے گا لیکن اس نام نہاد مولوی صاحب کو دیکھئے صدیوں پہلے کے علماء اعلام اور آئمہ کرام کی تصحیح و تحسین کے باوجود ان روایات کو غلط اور ناقابلِ اعتبار قرار دے رہا ہے اور محض اپنی ذاتی رائے اور قیاس سے، اے کاش! اس کو معلوم ہوتا کہ اسلام و ایمان تو اس سے یہ مطالبہ کرتا ہے

عقل قرباں کن بہ پیش مصطفےٰ

نہ کہ عقل پر فرمان مصطفےٰ کو قربان کرنے کا تقاضا کرتا ہے ورنہ پھر غلامی عقل ہوئی نہ کہ اطاعت و اتباع مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ب) کیا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اولاد آدم سے بشریت کے لحاظ سے ہیں یا نورانیت کے لحاظ سے جس لحاظ سے اولاد ہیں متاخر بھی اسی لحاظ سے ہوں گے نہ کہ دوسری حیثیت سے بشری لباس کے لحاظ سے اولاد ہیں اور اس اعتبار سے ہم آپ کو صرف حضرت آدم علیہ السلام سے متاخر نہیں بلکہ حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما سے بھی متاخر مانتے ہیں، دیکھئے! ہمارے ماں باپ ہمارے جسم کے اعتبار سے ماں باپ ہیں نہ کہ روح کے لحاظ سے لہٰذا ہمارے ارواح ان کے اجسام و اجساد اور ان کے ارواح و اجساد کے باہمی ربط و تعلق سے پہلے ہیں لیکن ہم اپنے اجساد و اجسام اور ارواح و اجساد کے باہمی ربط و تعلق کے لحاظ سے متاخر ہیں اگر زید انیس سو ایک ۱۹۰۱ عیسوی میں پیدا ہوا اور اس کا بیٹا انیس سو چالیس ۱۹۴۰ میں، تو ظاہر ہے کہ زید کے بیٹے کا روح انیس سو ایک عیسوی سے قبل موجود تھا مگر اس کے روح کا جسم سے ربط و تعلق اور دونوں کا مجموعی طور پر تحقق انیس سو چالیس میں ہو رہا ہے لہٰذا بیٹا محض روحانی حیثیت باپ کے روح و جسم سے پہلے بھی ہے اور مجموعہ روح و جسم کے لحاظ سے بعد میں [illegible]

ہزاروں سال پہلے ہوں اور وجود عنصری کے لحاظ سے متاخر بھی تو اس میں کونسا عقلی استحالہ ہے جس کی بنا پر احادیث صحیحہ حسنہ کو رد کرنے کی جسارت کی جائے۔

(ج) رحمانی صاحب نے تمام انبیاء علیہم السلام کے ارواح کا میثاق کے وقت جمع ہونا تسلیم کیا اور ان سے اللہ تعالے کا خطاب ان کا جواب اور اقرار و اعتراف اطاعت قول باری تعالیٰ و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ سے ثابت کیا ہے۔ ذرا یہیں عقل سے کام لے کر فیصلہ کر لیا جائے گا کہ اگر بیٹا باپ سے پہلے نہیں ہو سکتا تو آباء و اجداد اور ابناء اور ابناء الابناء کا ہزاروں سالوں پر محیط سلسلہ بیک وقت کیسے موجود ہو گیا۔ حضرت ابو البشر اور پہلا باپ بھی اسی وقت موجود اور آخر الزمان پیغمبر اور انبیاء میں سے آخری فرزند بیک وقت کیسے موجود ہو گئے کیا اس حقیقت کو رحمانی ؐعقل تسلیم کرتا ہے اور نورانی حیثیت سے مقدم ہونے کو اور بشری حیثیت سے متاخر ہونے کو تسلیم نہیں کر سکتا؟

(د) جن احادیث میں آپ کے نور اقدس کے آدم علیہ السلام سے پہلے ہونے کا ذکر ہے ان کے متعلق رحمانی صاحب نے دبے الفاظ میں یہ بھی توجیہہ کی ہے یہاں نور سے مراد روح ہے یعنے آپ کا روح پہلے تھا، تو پھر بھی رحمانی کا توہمات والا جال تار تار ہو گیا، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کا روح آپ کے روح اقدس سے پہلے تھا یا نہیں؟ اگر پہلے تھا تو اوّلیّت کا دعویٰ اور وہ بھی ہزاروں سال پہلے ہونے کا دعویٰ کیسے درست ہوا اور یہ توجیہہ کیونکر قابل قبول ٹھہری اور اگر آپ کا روح تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کا روح اقدس



نہیں تھا تو پھر رحمانی صاحب بتلائیں بیٹے کا روحانی حیثیت سے تقدم کیونکر جائز ہو گیا ہے

لو آپ اپنے دام میں صیّاد آگیا

(ہ) ۔ ائمہ حدیث اور اکابرین امت کی تصریحات سے ان احادیث کا صحیح اور حسن ہونا ثابت ہو چکا اور اگر کوئی ان میں سے بالغرض ضعیف بھی ہو تو دوسری صحاح اور حسان اس کے ضعف کو دور کر دیں گی کیونکہ اگر ضعیف روایت دوسری ضعیف روایت کے ذریعے تقویت حاصل کر لیتی ہے تو صحاح و حسان کے ساتھ بطریق اولیٰ! ایسی صورت میں ان صحابہ کرام یعنے حضرت جابر بن عبد اللہ حضرت عرباض بن ساریہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت میسرہ، حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین اور حضرت امام حسین، امام زین العابدین اور دیگر اکابر کا ان روایات کو تسلیم کرنا ثابت ہو گیا۔ اور رحمانی صاحب ان کو خلاف عقل کہتے ہیں، تو نعوذ باللہ اس کے نزدیک یہ صحابہ کرام اور اکابرین اس قدر عقل نہیں رکھتے تھے کہ ان کو اس کا خلاف عقل ہونا معلوم ہو سکتا، بلکہ یہ ارشادات جب سرور کونین صلے اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور آپ نے ان میں اپنا خداداد منصب و مرتبہ بیان کیا تو لامحالہ ان کو درست سمجھ کر بیان کیا ایسی صورت میں رحمانی عقل کے مطابق معلم حکمت اور عالم علوم الاولین و الآخرین پر کیا فتویٰ لگے گا؟

(و) نیز حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک سے واپسی پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میں نے آپ کی شان اقدس میں ایک قصیدہ لکھا ہے لہٰذا صحابہ کرام کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیں اور خود بھی تشریف فرما ہوں تاکہ میں عقیدت کا وہ گلدستہ آپ کی خدمت اقدس میں پیش کروں۔

چلئے! یہ روایت بھی نشر الطیب کے حوالے سے پیش کئے دیتا ہوں۔

چونکہ حضور کی مدح خود طاعت ہے۔ اس لیے آپ نے فرمایا: کہو، اللہ تعالے تمہارے منہ کو سالم رکھے انھوں نے یہ اشعار آپ کے سامنے پڑھے:

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِي الظِّلَالِ وَ فِي ،
مُسْتَوْدَعٍ حَيْثُ يُخْصَفُ الْوَرَقُ
ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ
أَنْتَ وَ لَا مُضْغَةٌ وَ لَا عَلَقٌ
بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِيْنَ وَقَدْ
أَلْجَمَ نَسْرًا وَ أَهْلَهُ الْغَرَقُ
تُنْقَلُ مِنْ صَالِبٍ إِلَىٰ رَحِمٍ
إِذَا مَضَىٰ عَالَمٌ بَدَا طَبَقٌ
وَرَدْتَ نَارَ الْخَلِيْلِ مُكْتَتِمًا ،
فِيْ صُلْبِهٖ أَنْتَ كَيْفَ يَحْتَرِقُ
وَ أَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَّ أَشْرَقَتِ
الْأَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْأُفُقُ
فَنَحْنُ فِيْ ذَالِكَ الضِّيَاءِ وَفِي النُّوْرِ
سُبُلَ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

زمین پر آنے سے پہلے آپ جنت کے سایہ میں خوشحالی میں تھے اور نیز ودیعت گاہ میں یہاں جنتی درختوں کے پتے اوپر نیچے جوڑے جاتے تھے یعنی آپ صلب آدم علیہ السلام میں تھے سو قبل نزول الی الارض کے جب وہ جنت کے سایوں میں تھے آپ بھی تھے اور ودیعت گاہ سے مراد بھی صلب ہے



جیسا کہ اس آیت میں مفسرین نے کہا ہے: فمستقر و مستودع اور پتے کا جوڑنا اشارہ ہے اس قصہ کی طرف کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس منع کیے ہوئے درخت سے کھا لیا اور جنت کا لباس اتر گیا تو درختوں کے پتے ملا ملا کر بدن ڈھانپتے تھے یعنی اس وقت بھی آپ ودیعت گاہ میں تھے اس کے بعد آپ نے زمین کی طرف نزول فرمایا آپ اس وقت نہ بشر تھے نہ مضغہ اور نہ علقہ، کیونکہ یہ حالتیں جنین ہونے کے بہت قریب ہوتی ہیں اور ہبوط کے وقت جنین ہونے کا انتفاء ظاہر ہے اور یہ نزول الی الارض بھی بواسطہ آدم علیہ السلام کے ہے۔ غرض آپ نہ بشر تھے نہ علقہ نہ مضغہ بلکہ صلب آبا میں ایک مادہ مایہ تھے وہ مادہ کشتیٔ نوح میں سوار تھا اور حالت یہ تھی کہ نسر بت اور اس کے ماننے والوں کے لبوں تک طوفان غرق پہنچ رہا تھا مطلب یہ ہے کہ بواسطہ نوح علیہ السلام کے وہ مادہ راکب کشتی تھا۔

مولانا جامی نے اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

ز جودش گر نگشتے راہ مفتوح
بجودی کے رسیدے کشتیٔ نوح

اور وہ مادہ اسی طرح واسطہ در واسطہ ایک صلب سے دوسرے رحم تک منتقل ہوتا رہا جب ایک طرح کا عالم گزر جاتا تھا دوسرا طبقہ ظاہر اور شروع ہو جاتا تھا یعنی وہ مادہ سلسلہ آبا کے مختلف طبقات میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ اسی سلسلہ میں آپ نے نار خلیل میں بھی ورود فرمایا چونکہ آپ ان کی صلب میں مختفی (پوشیدہ) تھے تو وہ کیسے جلتے پھر آگے اسی طرح آپ منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ آپ کا خاندانی شرف جو کہ آپ کی فضیلت پر شاہد ہے اولاد خندف سے ایک ذروۂ عالیہ پر جاگزیں

ہوا جس کے تحت میں اور حلقے یعنے دوسرے خاندان مثل درمیانی حلقوں کے تھے خندف لقب ہے آپ کے جدِ بعید مدرکہ بن الیاس کی والدہ کا یعنے ان کی اولاد میں سے آپ کے خاندان اور دوسرے خاندانوں میں باہمی وُہ نسبت تھی جیسے پہاڑ کی اوپر کی چوٹی اور نیچے کے درمیانی درجوں میں اور نطق یعنے اوساط کی قید سے۔ اشارہ اس طرف ہے کہ غیر اولادِ خندف کو ان سب کے سامنے بالکل نشیب کی نسبت درجات جبل کے ساتھ ہے اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہوگئی اور آپ کے نور سے آفاق منور ہوگئے سو ہم اس ضیاء اور اس نور میں ہدایت کے راستوں کو قطع کر رہے ہیں۔

اس قصیدہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کے وجود اقدس کو آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت میں تسلیم کیا ہے اور ان کے نزول کے وقت آپ کا ہبوط و نزول بھی تسلیم کیا۔ کشتی نوح علیہ السلام میں آپ کا سوار ہونا، نارِ خلیل میں حضرت خلیل علیہ السلام کے ساتھ داخل ہونا وغیرہ وغیرہ۔ اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر اعتراض و انکار نہ فرمایا لہٰذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی تقریر و تصدیق پائی گئی اور قصیدہ صرف حضرت عباس کا عقیدہ نہ رہا، بلکہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث تقریری بن گئی اور جملہ صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین جن کی تعداد ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ تھی، ان میں سے بھی کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا، لہٰذا اجماع صحابہ کرام بھی اس پر منعقد ہوگیا اور ان سب کی عقل نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا کہ آپ حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما سے پہلے ان مراحل میں موجود تھے اگر ان والدین سے قبل اس قدر طویل عرصہ میں آپ کا موجود ہونا عقلِ مصطفوی اور عقلِ عباس اور عقولِ صحابہ کرام کے نزدیک درست ہے اور بجا، تو حضرت آدم علیہ السلام سے

نوری وجود کے ساتھ تقدم کیونکر عقلاً محال اور ناممکن بن گیا۔

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا بیان کردہ فائدہ یہاں سماعت فرماتے جائیے اور اخلاف و اسلاف دیوبند کے عقل و فہم میں بون بعید ملاحظہ کرتے جائیے کہ اخلاف فقط نوری لحاظ سے تقدم کو محال بتاتے ہیں جب کہ ان کے اسلاف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روح اور جزو مادی کے تعلق کو والدین بلکہ آباء سے مقدم مانتے ہیں:

(ف) ظاہر ہے کہ جنت کے سایوں میں ہونا، کشتیٔ نوح میں ہونا اور نارِ خلیل میں ہونا یہ سب قبل ولادت جسمانیہ ہے پس یہ سب حالات روح مبارک کے ہوئے جو کہ عبارت ہے نور سے اور ظاہراً ان مراتب میں آپ کا وجود بالقوہ مراد نہیں جو مرتبہ وجود مادہ کا ہے، کیونکہ یہ وجود تو تمام اولاد آدم و نوح و ابراہیم علیہم السلام میں مشترک ہے پھر آپ کی تخصیص کیا ہوئی؟ اور مقام مدح مقتضی ہے ایک گونہ اختصاص کو پس یہ قرینہ غالبہ ہے کہ یہ مرتبہ وجود کا اوروں کے وجود سے کچھ ممتاز تھا مثلاً یہ کہ اس جز مادی کے ساتھ علاوہ تعلق روح آباد کے خود آپ کی روح کو بھی کوئی خاص تعلق ہو یہ تو قرینہ عقلیہ ہے اور نقلی قرینہ جو خود ان اشعار میں ہے ابراہیم علیہ السلام کا سوزش سے محفوظ رہنا سبب بتایا گیا ہے آپ کے ورود فرمانے سے، سو اگر اس جز مادی کے ساتھ آپ کی روح کا کوئی خاص تعلق نہ مانا جاوے تو اس جز کے وارد فی النار ہونے کے کیا معنی؟ کیونکہ ورود کے معنی لغوی مقتضی ہیں وارد کے خارج ہونے کو اور جزو کو داخل کہا جاتا ہے وارد نہیں کہا جاتا پس یہ امر خارجی آپ کی روح مبارک ہے جس کا تعلق اس جز مادی سے ہے مجموعہ جزو اور روح کا بوجہ ترکیب من الداخل والخارج کے خارج ہوگا پس اس تقریر پر ان اشعار سے یہ تطورات آپ کے نور مبارک کے لیے ثابت ہوگئے۔

اور یہی مُدعا ہے اس فصل کا ۔ صـ۱۲

اسی مضمون کی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماعت فرماتے جائیے اور حبرامت، مفسر قرآن اور دعائے مصطفوی : اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل ، کے مصداق اور قبولیت و اجابت دعا نبوی کے عظیم نمونہ کے عقل و فہم اور بصیرت اور فراست کا ملاحظہ کرتے چلیں۔ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے شفا شریف میں ان سے منقول یہ روایت درج کی ہے :

عن بن عباس رضی اللہ عنہما قال صلے اللہ علیہ وسلم لما خلق اللہ اٰدم اھبطنی فی صلبہ الی الارض وجعلنی فی صلب نوح فی السفینۃ و قذف بی فی النار فی صلب ابراھیم ثم لم یزل ینقلنی فی الاصلاب الکریمۃ الی الارحام الطاھرۃ حتی اخرجنی من بین ابوی لم یلتقیا علی سفاح قطّ۔ صـ۱۱

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب اللہ تعالے نے حضرت اٰدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو مجھے ان کی صلب اور پشت میں ودیعت کرکے زمین کی طرف اتارا اور مجھے نوح علیہ السلام کی پشت میں ڈال کر کشتی پر سوار کیا حضرت ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام کی پشت میں ڈال کر نار نمرود میں ڈالا پھر مجھے عزت وکرامت والی پشتوں اور پاک ارحام میں یکے بعد دیگرے منتقل کرتا رہا حتّٰے کہ مجھے میرے والدین سے نکالا جو کبھی بھی زنا کی صورت میں جمع نہیں ہوئے۔)

اس روایت کے متعلق علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں :

رواہ ابن الجوزی فی الوفا و ابونعیم فی الدلائل و



قال السیوطی رواہ ابن عمرو العدنی فی مسندہ۔ یعنے اس روایت کو علامہ ابن الجوزی نے الوفا میں اور ابونعیم نے دلائل النبوت میں نقل کیا ہے اور بقول امام سیوطی ابن عمرو العدنی نے اسے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے۔ اور علی القاریؒ نے کما رواہ ابن ابی عمر والعدنی پر اکتفا کیا ہے۔ اور اھبطنی فی صلبہ کے تحت علامہ خفاجی فرماتے ہیں :

ان اللہ خلق نورہ صلی اللہ علیہ وسلم و عنصرہ الذی عجن بالتسنیم وھو الطف شیٔ فاودعہ فی صلب اٰدم و اھبطہ فیہ کما امر ثم نقلہ منہ بوسائط۔

(اللہ تعالے نے آپ کے نور انور اور اس عنصر و جوہر کو جو تسنیم کے پانی کے ساتھ گوندھا گیا اور انتہائی لطیف جوہر اور سفید و نورانی موتی کی طرح بن گیا تھا آدم علیہ السلام کی پشت اقدس میں ودیعت کیا اور ان کے زمین پر اترنے پر آپ کا یہ جوہر نورانی بھی زمین کی طرف منتقل ہوا۔)

الغرض اس روایت سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالے عنہما کا نظریہ بھی معلوم ہوگیا کہ آپ کے نزدیک رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے موجود ہونا اور بعد ازاں انکی پشت میں ودیعت ہونا برحق ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بھی یہ امر صرف ممکن ہی نہیں بلکہ عملی طور پر اور فی الواقع اسی طرح متحقق ہوا تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک حقیقت کو تسلیم کریں، اور پندرھویں صدی کا ایک مولوی اس کو خلاف عقل کہہ کر رد کر دے اور سب اکابرین علماء اور صحابہ کرام علیہم الرضوان بلکہ خود معدن علم وحکمت صلے اللہ علیہ وسلم کے عقل و فہم کا مذاق اڑائے اس سے بڑا ظلم بھی کوئی ہوسکتا ہے ؟

ہم پر تو اتباع رسول صلے اللہ علیہ وسلم لازم ہے اور اتباع صحابہ کرام نہ کہ کسی مولوی کے
بے لگام عقل کی غلامی اور پیروی لہٰذا ان کو اپنی عقل کی غلامی مبارک اور اللہ کرے ہمیں
غلامی مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نصیب رہے۔

---

## کیا احادیث نورانیت میں نور سے مراد روح نبوی ہے؟

(۵) رحمانی صاحب نے یہاں نور بمعنے روح کر دیا ہے۔ یہاں بھی چند امور قابل غور ہیں:

(ا) حقیقت انسانی روح ہے اور بدن محض اس کے لیے مثل لباس کے ہے،
لہٰذا جب روح مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا حضرت آدم علیہ السلام سے مقدم
ہونا تسلیم کر لیا گیا تو بھی ہمارے مدعا میں کوئی خلل لازم نہیں آتا کیونکہ روح جوہر
مجرد ہے اور حقیقتاً تمام صفات کمال کا موصوف بالذات وہی ہے، لہٰذا
سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے جملہ کمالات یعنے نبوت اور خاتم النبیین
ہونے کا منصب و دیگر کمالات کا ثبوت خارج اور واقع میں ثابت ہو گیا۔

مولوی حسین احمد مدنی صاحب شہاب الثاقب صہ ۵۴ پر رقمطراز
ہیں:

"حقیقت انسان روح ہے اور بدن روح کے واسطے مثل آستین اور
غلاف کے ہے اگر پھاڑ ڈالا جائے تو (صلحار اور محبوبان) کچھ پرواہ نہیں
کرتے۔"

امداد المشتاق میں اشرف علی تھانوی صاحب نے حضرت حاجی امداد اللہ



صاحب کا یہی ارشاد نقل کیا ہے۔ صہ ۱۰۳

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے امام غزالی کے حوالے سے اشعۃ اللمعات
جلد سوم صہ ۶۸۳ پر فرمایا:

"حقیقت انسان عبارت است از روح مجرد و نفس ناطقہ وے
و بدن آلہ است کہ می رساند دیدن او بادراک آن حقیقت"

(انسان کی حقیقت اس کا روح مجرد اور نفس ناطقہ ہے اور بدن محض آلہ
ہے جس کا دیکھنا اس حقیقت کے ادراک تک پہنچاتا ہے۔)

قاسم نانوتوی صاحب رسالہ جمال قاسمی میں صفحہ ۱ پر رقمطراز ہیں:

"روح حیات اور صفاتِ حیات یعنے وہ صفات جو حیات پر موقوف
ہیں مثل سمع و بصر اصلی اور ذاتی ہیں یعنے یہ صفات روح سے صادر ہوتی ہیں
اور عالم اسباب میں اس کے حق میں خانہ زاد ہیں اور جسم کی حیات اور صفات
مذکورہ عرض ہیں یعنے عطاء روح ہیں روح سے صادر ہو کہ اس پر واقع ہوتی
ہیں۔"

الغرض جب حقیقت انسان روح ٹھہری اور جملہ کمالات کا معدن و
سرچشمہ بھی وہی ٹھہری اور اس کا تقدم آدم علیہ السلام پر بلکہ جملہ مخلوق پر ثابت
ہو گیا تو آپ کی حقیقت کا مقدم ہونا بھی ثابت ہو گیا اور یہ دعویٰ کہ بیٹا باپ
سے پہلے کیونکر ہو سکتا ہے اپنی زبان سے باطل کر دیا اور ثابت کر دیا کہ آپ
بحیثیت روح مجرد کے صرف حضرت آدم علیہ السلام سے نہیں بلکہ جملہ عالم
سے مقدم ہیں۔

(ب) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس وجود کو نور سے تعبیر کیا کہیں:
نور نبیک من نورہ فرمایا، کہیں اول ما خلق اللہ نوری

فرمایا وغیرہ وغیرہ۔ آخر ارواح تو سبھی کے نورانی ہیں وہ اربعہ عناصر سے نہیں
بلکہ امر رب سے پیدا ہونے والے ہیں۔ قل الروح من امر ربی۔
پھر آپ کے روح اقدس کے نور ہونے کی تخصیص کیوں؟ جس سے صاف
ظاہر ہے کہ اگر نور سے مراد روح اقدس ہی ہو تو بہر حال اس کی نورانیت
دوسرے ارواح طیبہ پر اس قدر زائد اور فراواں ہے جیسے سورج کا
نور اور روشنی چاند اور ستاروں کے نور اور روشنی پر جس طرح سورج کی
ضیاء میں چاند اور ستارے گم ہو جاتے ہیں اسی طرح نبی اکرم صلے اللہ علیہ
وسلم کے آفتاب حقیقت کے سامنے انوار انبیاء و اولیاء روپوش ہو جاتے
ہیں اور اس نور و ضیاء میں گم، جس طرح مواہب لدنیہ میں علامہ قسطلانی
مفسر ابن کثیر کے حوالہ سے بیان فرماتے ہیں:

"قیل ان اللہ لما خلق نور نبینا محمد صلی اللہ
علیہ وسلم (ای اکمل خلقہ بافاضۃ الکمالات
والنبوۃ علی نورہ) امرہ ان ینظر الی انوار الانبیاء
علیہم الصلوٰۃ والسلام فغشیہم من نورہ ما انطقہم
اللہ بہ و قالوا یا ربنا من غشینا نورہ فقال اللہ ھذا
نور محمد بن عبد اللہ ان آمنتم بہ جعلتکم انبیاء
قالوا آمنا بہ وبنبوتہ"

(مواہب مع الزرقانی جلد اول ص۴۴)

(کہا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے
نور اقدس کو پیدا کیا (اور اس کو افاضۂ کمالات اور خلعت نبوت سے مشرف
کرنے کے بعد جب دیگر) انبیاء علیہم السلام کے انوار کو پیدا کیا تو نور مصطفےٰ



صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کے سامنے تشریف لائے اور ان پر نظر
ڈالے جونہی آپ کا نور انور ان کے سامنے ہوا تو اس نے ان انوار کو اپنی
ضیاء ونورانیت میں گم کر دیا تو وہ بول اٹھے، اے ہمارے پروردگار
تبارک و تعالیٰ! یہ کون ہیں جس کے نور نے ہمیں ڈھانپ دیا ہے اور ہم
پر غالب آگیا ہے، تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا: یہ نور ہے محمد بن عبد اللہ
کا اگر تم اس کے ساتھ ایمان لاؤ تو میں تمہیں نبی بناؤں گا، تو انھوں نے
کہا: ہم ان پر اور ان کی نبوت پر ایمان لائے۔)

لہٰذا اس طرح روح اقدس کے تقدم کے ساتھ ساتھ نور اقدس کا تقدم بھی
واضح ہو جائے گا اور آپ کے نور ہونے کا دعویٰ بھی بالکل درست
اور بجا ہو جائے گا۔

(ج) احادیث صحیحہ سے اس نور اقدس کا حضرت آدم علیہ السلام کی صلب اقدس
میں ودیعت کیا جانا اور یکے بعد دیگرے اصلاب آباء اور ارحام امہات
میں منتقل ہونا ثابت ہے۔ اگر اس نور سے مراد روح اقدس ہو تو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے روح اقدس کا حضرت آدم حضرت نوح، حضرت
ابراہیم، حضرت اسماعیل و دیگر آباؤ و اجداد کی اصلاب میں موجود ہونا لازم آئے گا،
جس کا بطلان واضح ہے اور پھر اسی روح کا ارحام امہات میں منتقل ہونا
لازم آئے گا حالانکہ آباء سے امہات کے ارحام میں جو چیز منتقل ہوتی ہے،
وہ مادہ ہوتا ہے جس پر ایک سو بیس دن گذرنے کے بعد روح کا اس سے
تعلق ہوتا ہے تو لا محالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ روح مصطفوی کے علاوہ کوئی
مادہ اور جوہر تھا جس کو پشت آدم علیہ السلام میں ودیعت کیا گیا اور سلسلہ وار
اس کو اصلاب وارحام میں منتقل کرنے کے بعد حضرت عبد اللہ اور

حضرت آمنہ سے ظاہر کیا گیا۔

علامہ خفاجی حنفی شرح شفا جلد اول ص۱۱۱ پر فرماتے ہیں:

" کان نورہ فی جبھۃ اٰباءہ من اٰدم الی ابیہ عبداللہ وھو نور حسی کالقمر فی اللیلۃ الظلماء و المستودع فی الاصلاب مادۃ جسمہ اللطیف و النور تابع لتلک المادۃ وکان یظھر فی امھاتہ ایضا کما ورد فی صحیح الاخبار واستیداعہ فی الاصلاب وجودہ فیھا کما قیل ؎

انوارہ کانت بجبھۃ اٰدم
لاتختفی عمن لہ عینان
وبصلب اٰدم کان وقت ھبوطہ
وبصلب نوح وھو فی الطوفان

(آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نور اقدس آباء و اجداد کی پیشانیوں سے نمایاں ہوتا تھا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک اور وہ حسی نور تھا جس طرح تاریک رات میں چاند، اور اصلاب میں ودیعت ہونے والی چیز آپ کے جسم لطیف کا مادہ تھا اور نور اس مادہ کے تابع تھا اور وہ نور جس طرح آباء سے نمایاں تھا امہات کے اندر بھی اسی طرح ضوفگن تھا جیسے کہ صحیح احادیث میں وارد ہے اور اصلاب میں ودیعت کئے جانے کا معنی یہی ہے کہ وہ اصلاب میں موجود تھا جیسے کہ کہا گیا ہے: آپ کے انوار جبیں آدم علیہ السلام سے نمایاں تھے اور کسی بھی چشم بینا سے مخفی نہیں تھے۔ اور آپ کا نور اقدس حضرت آدم علیہ السلام کے



ہبوط و نزول کے وقت ان کی صلب میں تھا اور طوفان کے موقعہ پر حضرت نوح علیہ السلام کی پشت میں۔)

(د) ام قتال بنت نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو نکاح کی دعوت دی اور سو اونٹ بھی پیش کرنے کا وعدہ کیا لیکن آپ نے فوری طور پر اس کی پیشکش کو قبول نہ کیا جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے مباشرت ہوئی اور نور مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم حضرت آمنہ کی طرف منتقل ہو گیا، تو پھر ام قتال سے نکاح کے متعلق رضامندی کا اظہار کیا مگر اس نے بے رغبتی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

فارقک النور الذی کان معک بالامس فلیس لی بک الیوم حاجۃ۔ الوفاء لابن الجوزی جلد اول ص۸۶۔

(وہ نور آج تم سے جدا ہو چکا ہے جو کل تمہارے اندر موجود تھا لہٰذا آج مجھے آپ سے کوئی غرض نہیں۔)

(و) فاطمہ بنت خثعمیہ نے حضرت عبداللہ کے ساتھ عقد زوجیت کی خواہش کی اور سو اونٹ بھی دینے کی پیشکش کی جو آپ کے بدلے میں بطور فدیہ دیئے گئے تھے لیکن آپ نے اس وقت معذرت ظاہر کی جب آمنہ سے مباشرت کے بعد اس عورت کے پاس تشریف لے گئے اور اسے اپنی آمادگی سے مطلع کیا تو اس نے کہا: قد کان ذالک مرۃ فالیوم لا۔ ہاں کبھی یہ خیال تھا مگر آج تو نہیں کیونکہ میں نے تیرے چہرہ میں نور نبوت دیکھا۔ اس لیے ارادہ کیا کہ وہ نور میرے ذریعے سے عالم میں نمودار ہو لیکن اللہ تعالےٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔" و لکننی رأیت نور النبوۃ فی وجھک فاردت ان یکون ذالک فیّ وابی اللہ ان یجعلہ الاحیث

جعلہ" الوفاء صـ۸۷

الغرض اس قسم کی بے شمار روایات ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں نور کا اطلاق روح پر نہیں بلکہ اس نورانی جوہر پر ہے جو اصلاب آباء اور ارحام امہات میں منتقل ہوتا رہا ہے جس طرح کہ حضرت شیخ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام از فرق تا قدم ہمہ نور بود کہ دیدۂ حیرت در جمال باکمال وے خیرہ می شد مثل ماہ و آفتاب تابان و روشن بود اگر نہ نقاب بشریت پوشیدہ بودے ہیچ کس را مجال نظر و ادراک حسن او ممکن نبودے۔ ہمیشہ جوہر وے نوری بود کہ انتقال کرد از اصلاب آباء و ارحام امہات از زمن آدم تا انتقال بہ صلب عبداللہ و رحم آمنہ سلام اللہ علیہم اجمعین"

(مدارج النبوت، جلد اول صـ۱۰۹)

(آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سر اقدس سے پاؤں مبارک تک سراسر نور تھے اور آپ کے جمال باکمال کو دیکھتے وقت دیدۂ حیرت اور چشم بینا خیرہ اور حیران ہو جاتی تھی آپ چودھویں کے چاند اور آفتاب تاباں کی طرح روشن اور تابناک تھے اگر آپ نے بشریت کا نقاب نہ اوڑھا ہوا ہوتا تو کسی آدمی کو آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ ہوتی اور نہ آپ کے حسن حقیقت کا ادراک ممکن ہوتا آپ کا جوہر حقیقت نوری تھا جو آباؤ اجداد کی اصلاب اور امہات کے ارحام سے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ اقدس سے لے کر حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ کے رحم تک منتقل ہوتا رہا۔)



اس حقیقت کی صراحت کرتے ہوئے علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

"وقیل انہ صلی اللہ علیہ وسلم سابق علی سائر الانبیاء روحًا کما مر وجسدًا لان مادۃ جسدہ صلی اللہ علیہ وسلم خلقت قبل سائر المواد لما روی ابن الجوزی فی الوفاء عن کعب الاحبار انہ تعالیٰ لما اراد ان یخلق محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم امر جبرائیل علیہ السلام ان یاتیہ بالطینۃ البیضاء فھبط فی ملاء من ملائکۃ الفردوس وقبض قبضۃ من موضع قبرہ بیضاء نیرۃ فعجنت بماء التسنیم فی معین الجنۃ حتی صارت کالدرۃ البیضاء لھا شعاع عظیم ثم طافت بھا الملائکۃ حول العرش والکرسی والسموات والارض حتی عرفتہ الملائکۃ قبل ان تعرف آدم علیہ السلام ای عرفت روحہ وعنصرہ"

(نسیم الریاض جلد ثانی صـ۲۰۱)

(آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام پر روح اقدس کے اعتبار سے بھی سابق اور مقدم ہیں اور جسد اطہر کے لحاظ سے بھی، کیونکہ آپ کے جسد اطہر اور جسم منور کا مادہ تمام مواد سے پہلے پیدا کیا گیا جیسے کہ ابن الجوزی نے الوفا میں حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالے نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ میرے پاس سفید اور روشن مٹی لاؤ، چنانچہ وہ ملائکہ فردوس کی ایک جماعت

کے ہمراہ زمین پر اترے اور آپ کی قبر مبارک والے مقام سے سفید اور نورانی
مٹی کی مٹھی اٹھا کر بارگاہ خداوندی میں لے گئے جس کو جنت کے صاف ستھرے
پاکیزہ پانیوں اور تسنیم کے ساتھ گوندھا گیا حتیٰ کہ وہ چمکتے موتی کی طرح
ہو گئی اور اس کے لیے عظیم شعاع تھی پھر ملائکہ اس کو لے کر عرش و کرسی آسمانوں
اور زمین کی سیر کراتے رہے حتیٰ کہ ملائکہ نے اس وقت سے آپ کو جان لیا
جب کہ آدم علیہ السلام کی ان کو معرفت اور جان پہچان نہ تھی یعنے آپ کے
جسم اطہر اور عنصر جسدانی اور روح اقدس کو پہچان لیا۔

اور الوفا میں اس قدر زائد ہے:

"ثم کان نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم یری فی
جبھۃ آدم (یعنے نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت آدمؑ کی پیشانی میں سے
جھلکتا تھا۔ ص۳۴)

یہ تو تھی علامہ موصوف کی تقریر حدیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم قالوا متی وجبت
لک النبوۃ یا رسول اللہ قال وآدم بین الروح والجسد کے تحت اس
طرح لما خلق اللہ آدم اھبطنی فی صلبہ کے تحت فرمایا یعنی ان اللہ خلق
نورہ صلی اللہ علیہ وسلم وعنصرہ الذی عجن بالتسنیم و ھو
الطف شئ فاودعہ فی صلب آدم علیہ السلام یعنے آدم علیہ السلام کی
پشت میں ودیعت کر کے زمین پر اتارنے کی صورت یہ تھی کہ اللہ تعالے نے آپ کے
نور انور کو پیدا فرمایا اور اس عنصر جسدانی کو جو ماء تسنیم کے ساتھ گوندھا گیا اور انتہائی لطیف
جوہر بن گیا تو اس کو آدم علیہ السلام کی پشت میں رکھا۔

علامہ احمد قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں:

"ھذا لا یقال من قبل الرأی فھو اما عن الکتب



القدیمۃ لانہ حبرھا او عن المصطفیٰ بواسطۃ فھو
مرسل"

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ حضرت کعب احبار کی یہ روایت ذاتی رائے اور عقل و قیاس
سے متعلق نہیں لہذا یہ کتب قدیمہ سے مروی ہے کیونکہ کعب احبار ان میں مہارت تامہ
رکھتے تھے۔ اور یا نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے بالواسطہ مروی ہے لہذا مرسل روایت
ہے۔ رہا یہ سوال کہ قدیمہ کتب میں تحریف ہو چکی تھی لہذا ان سے منقول قول کا کیا اعتبار
ہو سکتا ہے، تو اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ان التضعیف انما ھو من
جھۃ السند لانہ المرقات کما ھو معلوم عند من لہ ادنیٰ
المام بالفن ولیس کل ما ینقل من الکتب القدیمۃ مردوداً
بمثل ھذا الاحتمال۔ (مواھب جلد اول ص۴۲)

تضعیف روایت کا دار و مدار سند پر ہوا کرتا ہے، کیونکہ روایت کے ضعف
یا صحت کے لیے وہی معیار اور محک ہے جیسا کہ فن حدیث کی معمولی سوجھ بوجھ رکھنے
والے بھی اس سے پوری طرح باخبر ہیں اور کتب قدیمہ سے منقول ہر قول کو ایسے احتمالات
کی وجہ سے رد کرنے کی کوئی وجہ وجیہہ نہیں ہے۔ اقول تحریف ان لوگوں نے کی
جو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے منکر تھے اور اس حسد میں مبتلا کہ نبوت
بنی اسرائیل سے بنی اسماعیل میں کیوں آگئی اور جو اہل کتاب حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے
ان کے لیے اظہار حقیقت میں کونسی رکاوٹ ہو سکتی تھی بلکہ یہ تو ان کا تقاضائے ایمان تھا
کہ حقیقت حال کا اظہار کریں لہذا حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے مروی اس
روایت میں تردد و انکار کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح علامہ قسطلانی نے امام سبکی کے حوالہ سے اس حدیث پاک "قالوا متی
وجبت لک النبوۃ یا رسول اللہ قال وآدم بین الروح والجسد"

کی تشریح کرتے ہوئے اور اس سوال کا کہ نبوت تو ولادت اقدس کے چالیس سال بعد آپ کو عطا ہوئی تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل اس کے ثبوت و تحقق کا کیا معنیٰ؟ جب کہ نبوت صفت ہے اور صفت موصوف کے بغیر متحقق نہیں ہو سکتی تو جب ذات رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہی نہیں تھی وہ حضرت عبد اللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالے عنہما سے آپ کی ولادت کے بعد متحقق ہوئی تو ہزاروں سال پہلے صفت کے موجود ہونے کا کیا معنیٰ، جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"انه قد جاء ان الله خلق الارواح قبل الاجساد فقد تكون الاشارة بقوله كنت نبيا الى روحه الشريفة او الى حقيقة من الحقائق والحقائق تقصر عقولنا عن معرفتها وانما يعلمها خالقها ومن امده الله بنور الٰهى ثم ان تلك الحقائق يؤتى الله كل حقيقة منها مايشاء فى الوقت الذى يشاء فحقيقة النبى صلى الله عليه وسلم قد تكون من حين خلق آدم آتاها الله ذالك الوصف بان يكون خلقها متهيئة لذالك و افاضه عليها من ذالك الوقت فصار نبيا وكتب اسمه على العرش واخبر عنه بالرسالة ليعلم ملائكته وغيرهم كرامته عنده فحقيقته موجودة من ذالك الوقت وان تاخر جسده الشريف المتصف بها واتصاف حقيقته بالاوصاف الشريفة المفاضة عليها من الحضرة الالٰهية حاصل من ذالك الوقت وانما يتاخر البعث والتبليغ وكل ماله من جهة



الله ومن جهة تاهل ذاته الشريفة وحقيقته معجل لا تاخر فيه وكذالك استنباءه وايتاءه الكتاب والحكم والنبوة" (جلد اول ص۳۷-۳۸۔ مواهب مع الزرقانی وكذا فی الخصائص الكبرىٰ للامام السيوطی ص۴، ۵)

ترجمہ: (احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالے نے ارواح کو اجسام سے پہلے پیدا فرمایا لہٰذا رسول اکرم صلے اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ارشاد گرامی: کنت نبیاء، میں آپ کے روح اقدس کی طرف اشارہ ہوگا یا حقیقت کی طرف اور حقائق کے ادراک و معرفت سے ہمارے عقول عاجز و قاصر ہیں اور ان کو صرف ان کا خالق ہی جانتا ہے اور وہ لوگ جن کو اللہ تعالے نے اپنے نور سے فیضان عطا کیا ہے پھر ان حقائق میں سے ہر حقیقت کو اللہ تعالے جو کمال چاہتا ہے اور جس وقت چاہتا ہے عطا فرماتا ہے لہٰذا حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالے نے تخلیق آدم علیہ السلام کے وقت سے ہی کمال نبوت عطا فرمادیا، اسے نبوت کی اہلیت و صلاحیت عطا کر کے پیدا کیا اور اسی وقت اس وصف کمال کا افاضہ بھی فرمادیا لہٰذا آپ نبی بن گئے اور آپ کا نام اقدس عرش مجید پر لکھوا دیا اور آپ کی رسالت کی خبر دے دی تاکہ ملائکہ اور دیگر مخلوق کو آپ کی عند اللہ عزت و کرامت معلوم ہو جائے، تو آپ کی حقیقت اس وقت سے موجود ہے اگرچہ جسم اقدس متصف بالرسالۃ بعد میں موجود کیا گیا، لیکن آپ کی حقیقت کا ان اوصاف کمال اور صفات شریفہ کے ساتھ اتصاف جو حضرت الٰہیہ سے آپ پر فیضان کی گئیں اس وقت سے حاصل ہے اور بعثت اور تبلیغ میں تاخیر پائی گئی ہے مگر جو کچھ اللہ تعالے کی طرف سے فیضان کیا گیا اور جس کمال

کی آپ کی ذات شریفہ اور حقیقت طیبہ میں صلاحیت تھی وہ فوری طور پر موجود کر دیا گیا تھا اس میں تاخیر و التوا نہیں تھا اور من جملہ ان کمالات سے آپ کو نبوت کا عطا کرنا اور کتاب و حکمت اور حکم کا عطا کرنا ہے۔) (و کذا نقلہ عن السبکی والخصائص والقسطلانی فی حجۃ اللہ علی العٰلمین صہ ۴۲، ۴۳)

الغرض ان اکابر کی اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تقدم آدم علیہ السلام پر ہو سکتا ہے کہ باعتبار روح اقدس کے ہو اور ہو سکتا ہے کہ آپ کی حقیقت طیبہ کے لحاظ سے ہو اگرچہ ہم اس کے ادراک سے قاصر ہیں لہٰذا یہ دعویٰ کہ صرف روح کے لحاظ سے تقدم ہی مراد ہے محتمل کو متیقن ٹھہرانے کے مترادف ہے اور رجم بالغیب والی صورت ہے نیز رحمانی صاحب کا یہ قول بھی لغو اور باطل ہو گیا کہ نور سے مراد آپ کی نبوت ہے کیونکہ نبوت صفت ہے تو نور بھی صفت ہو گیا اور صفت کا قیام موصوف کے بغیر محال لہٰذا اس نور کا قیام بھی بغیر موصوف و محل کے ناممکن ہو گا، اور بشریت تو ابھی تیار ہی نہیں ہوئی تھی لہٰذا اس کا محل بشریت تو ہو نہیں سکتا تو لامحالہ اس سے مختلف جوہر اور مادہ تسلیم کرنا پڑے گا جس کے ساتھ نور قائم ہو تو پھر آپ کے جوہر اور مادہ کا حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل موجود ہونا ثابت ہو گیا اور اولاد آدم میں سے اس ولد عظیم کا من وجہ تقدم آدم علیہ السلام پر بھی ثابت ہو جائے گا۔

الغرض یہاں پر بطور احتمال "کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد" میں حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی طرف اشارہ ہونا اور اس کا صفت نبوت سے موصوف ہونا ذکر کیا ہے۔ لیکن خود علامہ قسطلانی نے ہی بغیر کسی احتمال اور تردد کے حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اصل حقائق، جنس اور اجناس، کائنات کا اب اکبر ہونا اور اول التصنیفات ہونا صراحۃً ذکر کیا ہے۔



انہ لما تعلقت ارادۃ الحق بایجاد خلقہ وتقدیر رزقہ ابرز الحقیقہ المحمدیہ من الانوار الصمدیہ فی الحضرۃ الاحدیہ ثم سلخ منہا العوالم کلہا علوہا وسفلہا علی صورۃ حکمتہ کما سبق فی سابق ارادتہ و علمہ ثم اعلمہ بنبوتہ وبشرہ برسالتہ ھذا و ادم لم یکن الا کما قال بین الروح والجسد ثم انبجست منہ صلی اللہ علیہ وسلم عیون الارواح فظہر (حقیقت) بالملاء الاعلیٰ وھو بالنظر الاجلی وکان لہم المورد الاحلی فہو صلی اللہ علیہ وسلم الجنس العالی علی جمیع الاجناس والاب الاکبر بجمیع الموجودات والناس (من حیث ان الجمیع حلقوا من نورہ علی ما یاتی فی حدیث عبد الرزاق۔)" (مواھب مع زرقانی جلد اول صہ ۲۷

(جب اللہ تعالٰے کے ارادہ کا ایجاد خلق اور ان کے تقدیر رزق سے تعلق ہوا تو اس نے حقیقتِ محمدیہ کو انوار صمدیہ سے حضرت الٰہیہ میں ظاہر و بارز فرمایا اور موجود و متحقق کیا پھر اس سے ہی تمام عوالم علوی اور سفلی اپنی حکمت کے تقاضا کے مطابق انتزاع فرمائے جیسے کہ اس کے ارادہ اور علمِ ازلی میں تھا، پھر آپ کو اس وقت اپنی نبوت کی اطلاع دی اور رسالت کی بشارت جب کہ حضرت ابوالبشر کا روح تھا نہ جسم اور نہ ہی ان میں باہمی ربط و تعلق پھر آپ سے ارواح کاملہ صافیہ کا ظہور ہوا لہٰذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کا ظہور اس وقت سے ملاء اعلیٰ میں ہو چکا تھا

اور آپ درجۂ کمال اور مرتبۂ تکمیل تک پہنچ کر ملاء اعلیٰ کے لیے مورد احلی العینی فیض کا چشمۂ شیریں بن چکے تھے لہٰذا سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم تمام اجناسِ عالم کے لیے مثل جنس عالی کے ہیں اور سب موجودات کے لیے بالعموم اور انسانوں کے لیے بالخصوص اب اکبر ہیں (کیونکہ وہ سبھی آپ کے نور سے مخلوق ہیں جیسا کہ حدیث عبدالرزاق میں اس کی تصریح آرہی ہے۔)

دیوبندی مولویوں کو تو یہ سمجھ آنا مشکل ہو رہا تھا کہ بیٹا باپ سے پہلے بھی ہو سکتا ہے مگر اس عبارت کو دیکھ کر پتہ نہیں ان کے ہوش و حواس کہاں گم ہوں گے جس میں آپ کو اجناس عالم کی جنس عالی اور سب موجودات اور نوع انسانی کا اب اکبر کہا جا رہا ہے یعنی وہ حضرت آدم کے لیے باپ کی مثل ہیں بیٹے بھی ہیں اور باپ بھی اصل بھی ہیں اور فرع بھی مگر خدا بصیرت دے دے تو اس میں کیا دشواری ہے جس طرح علامہ محمد ابن عبدالباقی نے واضح کر دیا ہے کہ آپ نورانی حیثیت سے سب کے لیے اصل ہیں جنس عالی ہیں اور اب اکبر جس طرح کہ حدیث عبدالرزاق میں اس کی تصریح ہے (اور جسمانی و جسدانی ہیئت و صورت کے لحاظ سے اولاد بھی ہیں)

مولوی حسین احمد صاحب شہاب ثاقب میں رقمطراز ہیں :

”درحقیقت کمالات تو کمالات روحی ہیں جیسا کہ حقیقت انسان روح ہے اور یہ جسد خاکی تو قالب اور غلاف آدمی ہے۔ مدار فضائل کا عقلاً کے نزدیک انھیں کمالات روحی پر ہے جسمی پر نہیں۔ پس باعتبار جسم اطہر کے آپ اگرچہ اولاد آدم اور بنی آدم ہیں، لیکن باعتبار روح کے آپ سب کے امام اور باپ ہیں۔“ صد ۵۴

معلوم ہوتا ہے موجودہ دیوبندی اپنے اکابر کی عبارات سے بھی بے خبر ہیں اور ان کے عقیدہ و نظریہ سے بھی یہ کہتے ہیں بیٹا باپ سے پہلے کیسے ہو سکتا ہے اور وہ کہتے



ہیں کہ روحانی اور نورانی لحاظ سے آپ بیٹے ہیں ہی نہیں بلکہ باپ ہیں ؎

ببین تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس دوہری حیثیت اور اصالت و فرعیت اور ابوت و بنوت کی تصریح عظیم مفسر علامہ سید محمود آلوسی حنفی نے روح المعانی جلد اول صفحہ ۲۰۱ پر واذ قال ربك للملئكة کی تفسیر میں فرمائی ہے اور ربك میں وجہ خطاب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو خلافت عطا کرنا اور اس اعزاز کے ساتھ مشرف کرنا ان کی ربوبیت ہے لہٰذا ربُّ آدم فرمایا جاتا اس کی جگہ ربّک فرما کر اشارہ فرمایا ہے کہ اس جملہ خبریہ میں اور اعلان خلافت میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے بہت بڑا حصہ ہے اور عظیم نصیبہ۔ فهو صلى الله عليه و سلم على الحقيقة الخليفة الاعظم فى الخليقة والامام المقدم فى الارض والسمٰوات العلى ولولاه ما خلق آدم بل ولا ولا و لله درسيدى ابن الفارض حيث يقول عن لسان الحقيقة المحمديه

وانى وان كنت ابن آدم صورة

فلى فيه معنى شاهد بابونى

(پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حقیقت میں خلیفۂ اعظم ہیں تمام مخلوقاتِ خداوند تعالے میں اور امام مقدم ہیں زمین اور آسمانوں میں اگر آپ کا وجود مسعود نہ ہوتا تو نہ آدم علیہ السلام پیدا کیے جاتے اور نہ ہی ارض و سماء اور دنیا کی کوئی چیز اور اللہ تعالے کے لیے ہے سیدی ابن الفارض کا خیر کثیر اور اس کی عطا سے ہے ان کا جملہ کمال جب کہ انھوں نے حقیقتِ محمدیہ کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا : ؎

وانى وان كنت ابن آدم صورة — فلى فيه معنى شاهد بابونى

(میں اگرچہ صورت اور ظاہر کے لحاظ سے ابن آدم ہوں لیکن میرے لیے ان
میں عظیم معنی اور حقیقت ہے جو ان کے لیے میری ابوت اور اصالت کی شاہد
اور گواہ ہے۔)

ظاہر میں میرے نخل حقیقت میں میرے اصل
اس گل کی یاد میں یہ صدا ابوالبشر کی ہے
ان کی ابوت، ان کی نبوت ہے سب کو عام
ام البشر عروس انھیں کے پسر کی ہے

نیز علامہ آلوسی نے بھی یہاں حقیقت محمدیہ کی طرف اس دعویٰ کی نسبت کر کے
واضح کر دیا کہ نور نبیك کا مصداق اور کنت نبیًا کا مصداق حقیقت محمدیہ ہے،
جس طرح کہ امام علامہ قسطلانی کے اس ارشاد سے ظاہر اور واضح ہے۔

الغرض کعب بن احبار رضی اللہ عنہ سے منقول روایت اور یہ احادیث اور علماء اعلام
اور آئمہ کبار کے ان ارشادات سے واضح ہو گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل
آپ کا جوہر روح اور عنصر جسدانی موجود تھے اور ان میں باہمی ربط و تعلق بھی تھا لہٰذا حقیقتِ
محمدیہ کا تقدم حضرت آدم علیہ السلام پر ثابت ہو گیا اور خود اشرف علی تھانوی حضرت عباس
رضی اللہ عنہ کے قصیدہ میں اس حقیقت کا اعتراف کر چکے ہیں کہ آپ حضرت نوح علیہ
السلام کے ساتھ کشتی میں کیسے سوار ہوتے اور نار نمرود میں حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے ساتھ کیسے وارد ہوئے اگر اجزاء مادیہ بالقوہ مراد ہیں تو پھر ساری اولاد نوح علیہ السلام
اور ابراہیم علیہ السلام کی اس میں برابر ہے پھر آپ کی خصوصیت کیا ہوئی جب کہ مقام مدح
خصوصیت کا مقتضی ہے تو اس اشکال کو دور کرتے ہوئے کہا۔ پس قرینہ غالبہ یہ ہے کہ یہ
مرتبہ وجود کا اوروں کے وجود سے ممتاز تھا جس کا خلاصہ یہ کہ آپ کے جزو مادی کے
ساتھ آپ کے روح اقدس کا تعلق تھا جب کہ دوسری اولاد کے ارواح کا تعلق نہیں تھا



اور چونکہ جو داخل و خارج سے مرکب ہو وہ مجموعہ بھی خارج ہی ہوتا ہے لہٰذا آپ کو راکب
سفینہ کہنا اور آپ کا نار نمرود میں وارد ہونا درست ہو گیا (تفصیلی عبارت پہلے ذکر ہو چکی
ہے) اور احادیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم میں وارد "لم یزل ینقلنی" کے الفاظ
بھی اس امر کے موید ہیں کہ روحانیت و نورانیت اور جوہر جسدانی میں باہم ربط و تعلق تھا
اور یکے بعد دیگرے انتقال اسی شئی کا ہو گا جس کا الگ وجود و تقوم ہو گا اور اسی مادہ
نورانی کی وجہ سے آدم علیہ السلام کی پیشانی سے انوار محمدیہ جھلکتے تھے اور دیگر آباؤ اجداد
سے روح و جوہر جسدانی کے تعلق کی وجہ سے آپ آباؤ اجداد کی اصلاب میں ہوتے
ہوئے اللہ تعالےٰ کا ذکر فرمایا کرتے تھے جس طرح مواہب میں مذکور ہے: یذکر انہ
(الیاس) کان یسمع فی صلبہ تلبیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بالحج۔ (جلد اول ص۶۶)

کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جد امجد جناب الیاس اپنی پشت سے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے تلبیہ حج کی آواز سنتے تھے اور پشت سے آپ کا لبیك اللھم
لبیك ... الخ کہنا ان کو سنائی دیتا تھا اور یہی مادہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اندر
منتقل ہوا تو ان پر پورا جہاں فریفتہ ہو کر رہ گیا اور انوار تاباں کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے
راہ پر قطار اندر قطار کھڑے رہا کرتے تھے۔

لہٰذا اس حقیقت کے تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ آپ اپنی حقیقت، روحانیت
اور عنصر جسدانی کے اعتبار سے مقدم تھے اور انھیں کو کبھی روح سے تعبیر کیا گیا اور کبھی نور
سے کبھی عقل سے کبھی درِ بیضاء سے گویا یہ سب تعبیرات ہیں مختلف اعتبارات سے
اور ان کا مصداق حقیقت محمدیہ ہے علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام لہٰذا یہاں نور سے مراد
فقط روح لینا یا نبوت و رسالت مراد لینا درست نہیں ہو سکتا۔

# قلم اول الخلق نہیں بلکہ نور محمدی
# علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام اول الخلق ہے

رحمانی صاحب نے یہ دعویٰ کیا کہ "اول ما خلق اللہ القلم" یہ حدیث صحیح ہے اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے نور اقدس کے اول المخلوقات ہونے کی روایت ضعیف ہے اور صحیح کے مقابلہ میں ضعیف کو کیسے قبول کیا جاسکتا ہے۔

(۱) سب سے پہلے تو مولوی صاحب کے اس ضابطہ سے بحث کرتے ہیں کہ یہ قاعدہ کس حد تک درست ہے حقیقت حال یہ ہے کہ قطعی اور ظنی میں تعارض ہو تو ظنی کو کلیۃً رد نہیں کر دیا جاتا بلکہ تطبیق کی کوشش کی جائے گی اگر تطبیق ہو سکے تو بہتر ورنہ ظنی کو ترک کریں گے مثلاً فاقرؤا ما تیسر منہ ارشاد ربانی ہے جس سے نماز میں نفس قرأت کا فرض اور ضروری ہونا ثابت ہو رہا ہے خواہ کوئی بھی سورہ ہو لیکن حدیث شریف سے ثابت ہے، لاصلوٰۃ الا بفاتحہ الکتاب کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی لیکن آیت کے مقابل ہونے کے باوجود ائمہ کرام نے حدیث کو رد نہیں کیا بلکہ تطبیق اس طرح دی ہے کہ نفس قرأت فرض ہے قرآن مجید کی رو سے اور سورۂ فاتحہ واجب ہے اس خبر واحد کی رو سے لہٰذا علے الاطلاق یہ قاعدہ مستعمل نہیں بلکہ پہلی شرط تطبیق کی کوشش ہے علاوہ ازیں اول ما خلق القلم میں اولیت حقیقی مراد ہو سکتی ہی نہیں، کیونکہ



مسلم شریف میں یہ روایت اس طرح منقول ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب اللہ مقادیر الخلائق قبل ان یخلق السمٰوات والارض بخمسین الف سنۃ قال و کان عرشہ علی الماء۔ رواہ مسلم مشکوٰۃ، باب الایمان بالقدر۔

(سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالے نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی مقادیر لکھوا دی تھیں جب کہ اس کا عرش پانی پر تھا،) جس سے صاف ظاہر ہے کہ عرش پہلے موجود تھا۔ علاوہ ازیں قلم کو پیدا کر کے یہ حکم دیا گیا تھا: اکتب، (لکھ)۔ اس نے عرض کیا: کیا لکھوں، تو اللہ تعالے نے فرمایا: اکتب القدر (تقدیر خداوند کو لکھ) فکتب ما کان و ما ھو کائن الی الابد (تو اس نے جو کچھ ہو چکا تھا وہ بھی لکھ دیا اور جو قیامت تک ہونے والا تھا وہ بھی لکھ دیا) جس سے صاف ظاہر ہے کہ قلم سے پہلے مخلوقات تھی جس کو ما کان سے تعبیر کیا گیا جب یہاں اولیت ہی اضافی ہے تو اس حدیث کی آڑ میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے نور اقدس کی اولیت سے انکار کرنے کا کیا معنیٰ؟

علامہ علی القاری مرقات شرح مشکوٰۃ جلد اول ص۱۲۶ پر فرماتے ہیں:

"فی الازھار اوّل ما خلق اللہ القلم یعنی بعد العرش و الماء والریح لقولہ علیہ السلام کتب اللہ مقادیر الخلائق قبل ان یخلق السمٰوات والارضین بخمسین الف سنۃ وکان عرشہ علی الماء۔ (رواہ مسلم) وعن ابن عباس عن قولہ تعالیٰ و کان عرشہ علی الماء علی ای شی کان الماء قال علی متن الریح۔ (رواہ البیہقی

ذکرہ الابہری)

(ازہار میں ہے کہ قلم کے اول المخلوقات ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عرش، پانی اور ہوا کے بعد یہ پہلی مخلوق ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے مقادیر خلائق کو لکھوا دیا تھا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میرا عرش پانی پر تھا۔ تو یہ فرمائیے! پانی کس پر تھا، تو انھوں نے فرمایا، ہوا کی پشت پر۔ (اس کو بیہقی نے روایت کیا اور ابہری نے ذکر کیا۔)

فالاولیۃ اضافیہ لہٰذا اول ماخلق اللہ القلم میں اولیت حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے۔

تو اس صورت میں حدیث نور میں اولیت حقیقی ہونے سے یہ حدیث کیونکر مانع ہو سکتی ہے اور یہی تحقیق علماء اعلام اور مقتدایان امام نے ذکر کی ہے۔ علامہ علی قاری نے فرمایا:

"فالاولیۃ اضافیۃ والاول الحقیقی فھو النور المحمدی علی ما بینتہ فی المورد للمولد"۔

نور محمدی اول حقیقی ہے جس طرح کہ میں نے رسالہ میلاد "المورد للمولد" میں اس کی تحقیق بیان کی ہے اور قلم میں اولیت اضافی ہے یہی علامہ علی القاری مرقات جلد اول صـ۱۴۶ پر علامہ ابن حجر ہیتمی مکی کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"قال ابن حجر اختلفت الروایات فی اول المخلوقات وحاصلھا کما بینتھا فی شرح شمائل الترمذی ان



اول النور الذی خلق منہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ثم الماء ثم العرش اول المخلوقات"۔

(ابن حجر نے فرمایا: اول المخلوقات کونسی شی ہے اس میں روایات مختلف ہیں مگر ان میں تطبیق کی صورت وہ ہے جو میں نے شمائل الترمذی کی شرح میں ذکر کی ہے کہ سب سے اول وہ نور ہے جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا گیا اس کے بعد پانی اور بعد ازاں عرش۔)

علامہ قسطلانی نے اس مسئلہ یعنی قلم کے اول مخلوق ہونے کی بحث کرتے ہوئے فرمایا:

"قد اختلف ھل القلم اول المخلوقات بعد النور المحمدی فقال الحافظ ابو یعلی الھمدانی الاصح ان العرش قبل القلم لما ثبت فی الصحیح (الی)، وروی احمد والترمذی من روایۃ ابی رزین مرفوعاً ان الماء خلق قبل العرش وروی السدی باسانید متعددۃ ان اللہ لم یخلق شیئاً مما خلق قبل الماء فیجمع بینہ وبین ماقبلہ بان اولیۃ القلم بالنسبۃ الی ماعدا النور المحمدی والماء والعرش وقیل الاولیۃ فی کل بالاضافۃ الی جنسہ ای اول ماخلق اللہ من الانوار نوری وکذا فی باقیھا"۔ مواھب لدنیہ مع زرقانی جلد اول صـ۴۷، ۴۸)

(اس سوال کے جواب میں کہ آیا قلم نور محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اول المخلوقات ہے علماء کا اختلاف ہے۔ حافظ ابو یعلی ہمدانی فرماتے ہیں کہ اصح یہ ہے کہ عرش قلم سے پہلے پیدا کیا گیا ہے (اور علامہ زرقانی نے

اس کو جمہور کا مذہب مختار قرار دیا ہے) کیونکہ حدیث صحیح سے ثابت یہی ہوتا ہے (اور وہ حدیث ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں) اور احمد و ترمذی نے حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ پانی عرش سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور سدی نے متعدد اسانید سے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالٰے نے پانی سے پہلے کوئی شئی پیدا نہیں فرمائی تو ان مختلف روایات میں تطبیق اور موافقت اس طرح پیدا کی جائے گی کہ قلم کا اول الخلق ہونا نور محمدی پانی اور عرش کے ماسوا کے اعتبار سے ہے اور یہ توجیہہ بھی کی گئی ہے کہ ہر شئی کی اولیت اپنی اپنی جنس کے لحاظ سے ہے یعنے انوار میں سے سب سے پہلے نور محمدی کو پیدا کیا گیا اور اقلام میں سے اس قلم کو اور جن اشیاء پر عرش کا لفظ بولا جاتا ہے ان میں سے اس عرش اعظم کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا۔)

## نور مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے اول الخلق ہونے پر دلالت کرنے والی احادیث کی صحت و قوت !!!

(ب) اب یہ دیکھنا ہے کہ آیا نور مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی اولیت والی روایات ضعیف ہیں۔ حدیث عبد الرزاق کو لیجئے اسے امام قسطلانی نے ذکر کیا مگر ضعف کا کہیں قول نہیں کیا اور نہ اس کے شارح علامہ امام محمد بن عبد الباقی زرقانی نے کہیں ضعف کا اشارہ کیا۔ علامہ ابن حجر ہیتمی مکی نے فتاوی حدیثیہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ جب ان سے سوال کیا گیا حدیث " اول ماخلق اللہ روحی والعالم باسرہ من نوری کل شئ یرجع الی اصلہ" کو کس نے روایت کیا ہے تو انھوں نے جواب میں فرمایا: میں نہیں جانتا



گر کسی محدث نے اس طرح اس حدیث کو روایت کیا ہو وانما الذی رواہ عبد الرزاق انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ خلق نور محمد قبل الاشیاء من نورہ ص۲۴۷ اور صرف عبد الرزاق نے اس حدیث کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالٰے نے تمام اشیائ سے پہلے نور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ لیکن انھوں نے بھی ضعف کی طرف قطعاً کوئی اشارہ نہیں کیا۔ اور علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے اس کو حجۃ اللہ علی العالمین میں ذکر کیا ہے مگر انھوں نے بھی ضعف کے متعلق کوئی اشارہ نہیں کیا ملاحظہ ہو ص۲۸ تا ۲۹۔

اسی طرح علامہ آلوسی نے اس کو ذکر کیا ہے اور ضعف کی طرف ذرہ بھر اشارہ نہیں کیا۔ فرماتے ہیں:

" اما اشارۃ الی الحقیقہ المحمدیہ والتعین الاول اشار الیہ بقولہ علیہ السلام اول ماخلق اللہ نور نبیك یا جابر و بواسطتہ حصلت الافاضۃ کما یشیر الیہ لولاك ماخلقت الافلاك" جلد اول ص۴۸

یعنی باء بسملہ میں حقیقت محمدیہ اور تعین اول کی طرف اشارہ ہے جس کی طرف اس حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں اشارہ کیا گیا ہے کہ اے جابر! سب سے پہلے اللہ تعالٰے نے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا اور آپ کی وساطت سے ہی دوسری چیزوں پر وجود و حیات کا فیضان کیا گیا جیسے کہ لولاك ماخلقت الافلاك اس کی طرف اشارہ کر رہا ہے یعنی اے محبوب کریم! صلے اللہ علیہ وسلم اگر آپ موجود نہ ہوتے تو میں افلاک

کو پیدا نہ کرتا۔

الغرض جن اکابر علماء ائمہ نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے کسی نے بھی اس کو ضعیف اور ناقابل اعتبار نہیں کہا تو یہ کتنی بڑی زیادتی ہوگی کہ اپنے خیال فاسد کے جو حدیث موافق نہ ہو اس کو ضعیف اور ناقابل اعتبار کہہ دیا جائے۔

علامہ علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ جلد اول صد ۱۹۲ پر فرماتے ہیں:

"والحق ان تحمل الاحادیث الواردۃ علی ظواھرھا ولا یقدم علی الطعن فیھا بانھا آحاد لمخالفتھا لمعتقد احد ومن اقدم علی ذالك فقد حرم خیرًا کثیرًا و خالف طریقۃ السلف الصالحین لانھم کانوا یثبتون خبر واحد عن واحد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویجعلونہ سنۃ حمد من تبعھا وعیب من خالفھا.

(حق یہ ہے کہ احادیث واردہ کو اپنے ظاہری معانی پر حمل کیا جائے اور ان پر خبر واحد کہہ کر طعن نہ کیا جائے محض اس لیے کہ وہ اس شخص کے عقیدہ اور نظریہ کے خلاف ہوں اور جو شخص ایسا اقدام کرے گا تو وہ خیر کثیر سے محروم رہے گا اور سلف صالحین کے طریقہ کا مخالف ٹھہرے گا، کیونکہ وہ ایک ایک راوی کی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کردہ روایت کو ثابت و برحق مانتے تھے اور اسی کو سنت تسلیم کرتے تھے جو اس کی اتباع کرتا اسے وہ قابل ستائش و تحسین گردانتے اور جو مخالفت کرتا وہ عیب لگایا جاتا اور مطعون ٹھہرنا۔)

لہٰذا یہ طریقہ قطعاً درست نہیں کہ اپنے آپ کو حدیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع کرنے کی بجائے حدیث کو اپنے تابع کریں جو اعتقاد کے مطابق ہو وہ درست اور جو



خلاف ہو وہ ضعیف اور ناقابلِ قبول۔ بہرحال یوسف رحمانی صاحب پر گراں گزرتی ہے تو گذرے، کسی نے اس کو ضعیف نہیں کہا حتّٰی کہ دیوبندی حضرات کے مجدد اور حکیم الامت نے بھی اور جب یہ حدیث صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے، کیونکہ اس کا نقل کرنے والا عظیم محدث ہے جس کے خوشہ چینوں اور فیض یافتگان میں امام احمد اور اسحٰق بن راہویہ اور اس قسم کے دوسرے اکابر ہیں لہٰذا اس کی نقل کردہ روایت حجت ہے اور واقعی علماء اعلام نے اس کو حجت مانا اور اس روایت کو تلقی الامۃ بالقبول کا شرف حاصل ہے جو دلائلِ صحت سے ہے۔ اور اسی میں تصریح موجود ہے کہ اسی جوہر نور سے پھوٹنے والے انوار کے چار حصے کیے گئے جن میں سے ایک حصہ سے قلم دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش کو پیدا کیا گیا۔ لہٰذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نور اقدس کا اول المخلوقات ہونا باولیت حقیقیہ واضح ہوگیا اور قلم و لوح اور عرش و کرسی کا آپ کے بعد مخلوق ہونا جس طرح کہ تھانوی صاحب نے بھی اس کی تصریح کردی۔ اے کاش! ان اصاغر دیوبند کو اپنے اکابر سے تو کچھ شرم آتی اور ان کا در تو مضبوطی سے تھامے رکھتے اور خود مجتہد مطلق بننے کی ناکام سعی نہ کرتے۔

دوسری حدیث اول ما خلق اللہ نوری ہے جس کو علامہ علی القاری نے مرقات جلد اول صد ۱۶۷ پر نقل فرمایا اور کوئی اعتراض ضعف وغیرہ کا نہیں کیا حضرت عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ جلد اول میں پہلے صفحہ پر اس کو نقل کیا ہے اور اسے آپ کے وجود میں اول ہونے کی دلیل بنایا اور اللہ تعالےٰ کی صفت ھُوالاول کا مظہر ہونے کی اور جب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا گیا اور لولاك لما خلقت الافلاك کے متعلق کہ یہ حدیثیں صحیح ہیں یا وضعی۔ زید ان کو وضعی بتاتا ہے تو گنگوہی صاحب نے جواب دیتے ہوئے کہا: یہ حدیثیں کتب صحاح میں موجود نہیں مگر شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ نے اول ما خلق اللہ نوری کو نقل کیا ہے کہ اس کی

کچھ اصل ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم ص۱۶۱ مطبع قاسمیہ دیوبند۔ ہے

عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت است

شیخ محقق کے ذکر سے کچھ اصل اس حدیث کی مان لی، یہ بھی غنیمت ورنہ وہ تو اس کو ثبوت دعویٰ میں پیش کر رہے ہیں اور ھُوَالاول کا مصداق رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو بنا رہے ہیں اگر صحیح نہ ہوتی تو ثبوت دعویٰ میں کیونکر پیش کرتے۔

## تضعیف روایات میں اصولی غلطی

اس کے علاوہ ذکر کردہ احادیث کے متعلق اشرف علی صاحب کی تصریحات کافی ہیں تکرار و طوالت کی ضرورت نہیں لیکن ایک اصولی چیز پر تنبیہ ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ جب متعدد ضعیف روایات سے ایک مضمون ثابت ہو وہ بھی ضعف سے بالاتر ہو جاتا ہے، اور تقویت حاصل کر لیتا ہے چہ جائیکہ جب صحیح اور حسن روایات اس مضمون کی موئید ہوں جس طرح کہ حضرت عرباض بن ساریہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایات ہیں، لہٰذا مخالفین کو اس قاعدہ سے روگردانی اور چشم پوشی کا کوئی حق نہیں پہنچتا اور فرداً فرداً کسی روایت پر تنقید اور بحث وتمحیص سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

## روز میثاق میں انبیاء علیہم السلام کا آپ کی نبوت پر ایمان لانا

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین سے رحمانی صاحب کا استدلال کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اس وقت موجود ہوتے تو سبھی انبیاء علیہم السلام نے ان کا کلمہ کیوں نہ پڑھ لیا چونکہ وہاں کلمہ نہیں پڑھا لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ وہاں موجود ہی نہیں تھے۔

(۱) سب سے پہلے تو قابل غور بات یہ ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی



ولادت باسعادت کے بعد جو وجود اور سراپائے اقدس تھا اس کے آدم علیہ السلام سے مقدم ہونے کا کسی کو دعویٰ نہیں نہ ہی کوئی صاحب عقل اس کا تصور بھی کر سکتا ہے اور آپ کے جس تقدم کا دعویٰ کیا گیا ہے، اور جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے وہ ہے نوری وجود، حقیقت محمدیہ اور روح مصطفوی کے لحاظ سے تقدم اور وہ خود رحمانی صاحب مان بھی گئے کہ اس وقت آپ کا روح موجود تھا۔ پھر اس سے موجودگی کی نفی پر استدلال کا کیا معنےٰ؟ اور ہم قبل ازیں عرض کر چکے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ارواح انبیاء علیہم السلام کو پیدا فرمانے کے بعد نور مصطفوی صلے اللہ علیہ وسلم کو ان پر ظاہر کیا تو آپ کے نور نے ان کو اپنے اندر چھپا لیا تو انھوں نے عرض کیا: یہ کس کا نور ہے، تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

هذا نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ ان آمنتم به جعلتکم انبیاء قالوا آمنا به وبنبوته فقال اللہ اشهد علیکم قالوا نعم فذالك قوله تعالیٰ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب وحکمة۔ (الآیہ) مواهب مع زرقانی جلد اول ص۴۲ -

(یہ نور ہے محمد بن عبداللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اگر تم ان کے ساتھ ایمان لاؤ تو میں تمھیں منصب نبوت پر فائز کروں گا انھوں نے عرض کیا: ہاں، تو اس حالت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا: واذ اخذ اللہ۔ یاد کرو اس وقت کو جب اللہ تعالےٰ نے انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا تھا۔)

علامہ سبکی نے اس آیت کے تحت جو تقریر فرمائی ہے، اس کو

مواہب، خصائص اور حجۃ اللہ علی العالمین میں ذکر کیا گیا ہے اس میں تصریح موجود
ہے کہ اس آیت کا یہ معنی نہیں کہ آپ کے دنیا میں منصب نبوت و رسالت
اور مسند ارشاد پر متمکن ہونے کے بعد سے قیامت تک آپ کی رسالت عام
ہے بلکہ روز میثاق سے لے کر قیام قیامت تک سب کو محیط ہے۔ فرماتے ہیں
عہد میثاق گویا عہد بیعت ہے جو خلفاء کے لیے لیا جاتا ہے۔ اور وہ گویا اسی
سے ماخوذ و مستنبط ہے تو دیکھئے! اللہ تعالٰی کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کے لیے تعظیم عظیم کا اہتمام کیا گیا ہے۔ جب یہ بات صحیفہ خاطر پر
منقش ہو چکی تو اب ظاہر ہو گیا:

فالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ھو نبی الانبیاء ولھذا ظھر
ذالک فی الآخرۃ جمیع الانبیاء تحت لواءہ وفی
الدنیا کذالک لیلۃ الاسریٰ صلی بھم۔

(نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء ہیں اور اسی لیے آخرت میں
اس حقیقت کا ظہور اس طرح ہو گا کہ تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے لواء
الحمد کے نیچے ہوں گے اور دنیا میں بھی اسی طرح ہوا کہ بیت المقدس میں سب
آپ کے مقتدی تھے اور آپ سب کے امام۔)

اور آخر میں فرماتے ہیں:

"یہاں دو حدیثوں کا معنی واضح ہو گیا جو اب تک ہم پر مخفی تھا اول
ارسلت الی الخلق کافۃ کے متعلق ہم یہی سمجھتے رہے کہ بعثت کے بعد
قیام قیامت تک آپ کی رسالت عام ہے لیکن اس کی تحقیق سے معلوم
ہو گیا: انہ جمیع الناس اولھم وآخرھم کہ الخلق
میں سبھی اولین وآخرین داخل ہیں، دوسری حدیث کنت نبیا و آدم



بین الروح والجسد ہے جس کے متعلق ہم سمجھتے تھے کہ یہ علم الٰہی کے
اعتبار سے ہے مگر اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ نہیں یہ اس پر زائد امر ہے اور
آپ کی نبوت خارج میں متحقق تھی جب کہ آدم علیہ السلام کا ڈھانچا مکمل نہیں
ہوا تھا خصائص کبریٰ جلد اول صہ ۴، ۵، ۶ پر مفصل مضمون علامہ سبکی کا موجود
ہے اسے ملاحظہ فرمائیں۔

الغرض واضح ہو گیا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام آپ پر آپ کی
نبوت پر ایمان لا چکے تھے لیکن اس کا ظہور اس وقت ہوتا جب دنیا میں ان
کی موجودگی میں آپ تشریف لاتے اسی لیے حضرت عیسٰی علیہ السلام آپ
کی شریعت پر ہوں گے اور اس کے مبلغ۔ مگر عدم ظہور اور ہے اور ثبوت و تحقق
اور ہے۔ اگر رحمانی صاحب کو الست بربکم کے جواب میں اپنا بلٰی کہنا معلوم نہ
ہو تو کیا کہا جائے گا کہ انھوں نے بلٰی نہیں کہا تھا، کہا تو کفار نے بھی تھا مگر
اکراھاً اور ہیبت و جلالت خداوندی سے اور مومنین نے طوعاً واخلاصاً
کہا تھا لیکن ظہور اس کا دنیا میں ہو گا کہ از راہ اخلاص بلٰی کہنے والا کون تھا،
اور از راہ اکراہ کون۔ لہٰذا انبیاء علیہم السلام کا ایمان لانا ثابت ہے اور اس
کے انکار کی کوئی وجہ نہیں؟

(ب) اس آیت کریمہ میں ان سے جو عہد لیا گیا ہے وہ دنیا کے لحاظ سے ہے
جس پر لما آتیتکم من کتاب وحکمۃ شاہد ہے اور آپ کی
بعثت اور رسالت دنیوی کے لحاظ سے ثم جاءکم رسول مصدق
لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ (الایۃ) لہٰذا بالفرض و
التقدیر اگر اس وقت اقرار اور اعتراف آپکی نبوت و رسالت کا نہ بھی پایا گیا ہو تو
اس سے آپ کی عدم موجودگی کیسے لازم آگئی، کیونکہ اس عہد کا تو تعلق ہی

دنیا میں مبعوث ہونے کے ساتھ تھا لہٰذا وہ مکلف تھے دنیا میں ہوتے ہوئے ان کے پاس سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے پر ان کے ساتھ ایمان لانے اور ان کے دین کی خدمت کرنے کے ساتھ لہٰذا آپ میثاق اور عہد کے وقت موجود بھی ہوں اور اس ایمان و نصرت کا اظہار نہ پایا جائے تو کیا حرج ہے۔

(ج) رحمانی صاحب کے اس کلام سے لازم آیا کہ تمام انبیاء و رسل موجود تھے اور مقصود کائنات اور باعث ایجاد مرسلین اور امم موجود ہی نہ تھے حالانکہ ساری امت آپ کو اول الانبیاء فی الخلق مانتی رہی مگر رحمانی صاحب ہیں کہ آپ کو دوسرے انبیاء کے ساتھ بھی ایک زمانہ میں موجود ماننے کو تیار نہیں؟ ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

حدیث صحیح میں موجود ہے، کنت اول النبیین فی الخلق وآخرهم فی البعث کما اخرج ابن ابی حاتم فی تفسیرہ وابو نعیم فی الدلائل من طرق عن قتادة عن الحسن عن ابی هریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ واذ اخذنا من النبیین میثاقهم، یعنے اللہ تعالےٰ نے انبیاء علیہم السلام سے میثاق لینے کا ذکر فرمایا اور اجمال کے بعد جب تفصیل ذکر کی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت نوح علیہ السلام سے بھی پہلے ذکر فرما دیا اور فرمایا و منك و من نوح تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چونکہ میں تخلیق و ایجاد



میں انبیاء علیہم السلام سے مقدم تھا لہٰذا مجھ سے عہد بھی پہلے لیا گیا۔ فبدأ بہ قبلہم اور اس لیے آپ کا ذکر بھی پہلے کیا گیا ہے۔ بہرحال خود نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا نظریہ و عقیدہ تو اپنے متعلق یہی ہے کہ میں اس وقت بلکہ اس سے پہلے موجود تھا اور انبیاء علیہم السلام سے ایجاد میں بھی، نبوت میں بھی اور میثاق میں بھی مقدم تھا۔ اگر علماء دیوبند کو یہ نظریہ قابل قبول نہیں تو پھر دکھاوے کے لیے آپ کا کلمہ پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ صاف صاف کہیں اب دین ہمارا چلے گا پہلے دین کو نہیں چلنے دیں گے اردو کی تعلیم دار العلوم دیوبند میں حاصل کرنے والے نبی کو رموز و اسرار کی کیا خبر وہ تو ان کے استاد ہی جان سکتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

---

## کیا نور کے لیے کھانا پینا وغیرہ محال ہے؟

(۸) رحمانی صاحب نے نورانیت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنے کے لیے یہ سہارا بھی لیا کہ نور ہوتے تو نہ کھاتے نہ پیتے اور نہ ہی شادی بیاہ کرتے۔ دیکھیے! حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے بشری حالت میں آئے انھوں نے بھنا ہوا بچھڑا پیش کیا لیکن انھوں نے نہ کھایا لہٰذا ثابت ہوگیا نور خواہ بشری لباس میں ہو وہ کھا نہیں سکتا پی نہیں سکتا وغیرہ وغیرہ۔

(ا) سب سے پہلے تو یہ امر قابل غور ہے کہ نہ کھانے اور نہ پینے سے نہ کھا سکنا اور نہ پی سکنا کیسے لازم آسکتا ہے فعلیت الگ ہے اور امکان الگ ہے، خود علماء دیوبند کا ارشاد ہے اللہ تعالےٰ جھوٹ بول سکتا ہے، مگر

بولتا نہیں معلوم ہوا نہ بولنے سے نہ بول سکنا لازم نہیں آتا اسی طرح نہ کھانے سے نہ کھا سکنا کیسے لازم آگیا۔ آپ نے جب دیکھا ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے ہیں تو دریافت فرمایا پیشکش کرتے ہوئے فرمایا: الا تاکلون کھاتے نہیں۔ انھوں نے کہا: انا ارسلنا الی قوم لوط۔ ہم قوم لوط پر عذاب کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ (ہمیں وہاں جلدی جانا ہے یہ نہ فرمایا کہ ہم کھا سکتے ہی نہیں۔)

(ب) فرشتہ کا بشری لباس میں ہونا اور چیز ہے اور انسان کا نوری ہونا اور لباس بشری میں ہونا اور چیز ہے فرشتہ میں بشریت محض ایک روپ ہوتا ہے اور تخیل جب کہ نوری بشر میں بشریت بھی ایک حقیقت ہے اور اصلی وجود و حیثیت رکھتی ہے اور اس بشریت کا حکم الگ ہوتا ہے اور حقیقت کا حکم الگ ہوتا ہے۔ خود علماء دیوبند کو اعتراف ہے کہ روح نور ہے۔ رحمانی صاحب نے بھی تسلیم کیا کہ احادیث نورانیت میں نور سے مراد روح ہے لیکن وہی روح جو نور ہے جب تک بدن میں حلول نہیں کرتا اور تدبیر و تصرف بدن میں نہیں کرتا نہ کھاتا ہے نہ پیتا اور نہ ہی شادی بیاہ کرتا ہے اور نہ اولاد کو جنم دیتا ہے۔ مگر جب بدن میں حلول کر جائے اور تدبیر و تصرف کی ذمہ داری قبول کر لے تو کھانا پینا شادی بیاہ کرنا اس سے سرزد ہوتا ہے۔ اور اولاد وغیرہ بھی اس کی ہوتی ہے لیکن جب یہ تعلق ختم ہو جائے تو وہ جسم دنیا میں موجود رہے تب بھی وہ افعال اس سے سرزد نہیں ہو سکتے لہٰذا واضح ہو گیا کہ یہ سب امور روح سے سرزد ہو رہے ہیں مگر بدنی تعلق کے بعد جب یہ حقیقت خود علماء دیوبند کے نزدیک بھی مسلم ہے، تو ایسی صورت میں اگر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقت نورانیہ



کا ظاہری بشریت کے ساتھ تعلق ہونے کے بعد آپ سے کھانے پینے وغیرہ کا ثبوت ہوا تو اس میں انکار نورانیت کی وجہ کون سی ہو سکتی ہے پھر آپ کے کھانے پینے کا معاملہ بھی لوگوں سے قطعاً مختلف ہے آپ کا ارشاد گرامی ہے:

"اے میرے صحابہ! صوم وصال میں تم میری برابری نہیں کر سکتے، ابیت عند ربی فیطعمنی ویسقینی میں ہر دن اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں ہوتا ہوں وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔"

اور ایک روایت میں ہے:

"اظل عند ربی فیطعمنی ویسقینی، میں ہر دن اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں ہوتا ہوں وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔" رواہ مسلم وبخاری

"ایسی صورت میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے کھانے پینے کا معاملہ بھی امت سے مختلف ہے بلکہ یوں سمجھئے کہ یہ کھانا پینا بھی تعلیم امت کے لیے ہی تھا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ بشریت آپ کی اس قدر مغلوب ہو چکی تھی اور نورانیت کے تقاضے اس قدر غالب آچکے تھے کہ تقاضائے بشریت یعنے خورد و نوش کی حاجت ہی باقی نہ رہی تھی لہٰذا یہ نام کی بشریت اور لباس و حجاب حقیقت کی حد تک باقی بشریت تو علماء دیوبند کی نظر میں رہے مگر اس میں اندر محجوب و مسطور حقیقت بالکل نظر انداز ہو جائے ظلم عظیم نہیں تو اور کیا ہے۔

ہاروت ماروت کا قرآن مجید اور روایات سے فرشتہ ہونا ثابت ہے اور کتب عقاید میں ان کے متعلق تصریح موجود ہے کہ وہ درحقیقت ملائکہ تھے اور نور خالص تھے مگر جب انسانوں کے گناہ اور برے اعمال آسمانوں

طرف جانے لگے تو انھوں نے انسانوں کو بنظر حقیر دیکھا اور کہا: اگر ہم ہوتے تو
قطعاً ایسی غلطیاں نہ کرتے۔ اللہ تعالے نے فرمایا: جو نفسانیت اور شہوانی و
غضبی مادہ ان میں موجود ہے اگر تمھارے اندر اس کو رکھ دیا جائے تو تم بھی
اسی طرح کے فعل کرو گے لہٰذا تمھارا یہ زہد و تقویٰ محض اس لیے ہے کہ
وہ مادہ ہی تمھارے اندر موجود نہیں ہے جب انھوں نے عرض کیا کہ نہیں
ایسا مادہ ہونے کے باوجود ہم سے ایسی کوتاہی سرزد نہیں ہو سکتی تو اللہ تعالیٰ
نے ان میں نفسانیت و شہوت اور قوتِ غضبیہ پیدا کر دی اور زمین پر اتار دیا
تو وہ اپنے دعویٰ پر پورے نہ اتر سکے اور اللہ تعالے کے عتاب اور سرزنش
کا نشانہ بنے۔

ملاحظہ ہو شرح عقائد مع نبراس ص۴۶۲: و اما ھاروت و
ماروت فالاصح انھما ملکان لم یصدر عنھما کفر و لا
کبیرۃ و تعذیبھما انما ھو علی وجہ المعاتبۃ ... الخ
ہاروت و ماروت کے متعلق اصح مذہب اور قول یہی ہے کہ وہ دونوں فرشتے
تھے نہ ان سے کفر سرزد ہوا اور نہ ہی کبیرہ گناہ رہا ان کو چاہ بابل میں سزا دیئے
جانے کا معاملہ تو یہ از راہ سرزنش اور تنبیہ ہے۔

علامہ عبدالعزیز پرہاروی فرماتے ہیں:

"قد روی ھذہ القصۃ باسانید کثیرۃ عن الصحابہ
ہاروت و ماروت میں نفسانیت، شہوت اور غضب وغیرہ کا پیدا کر کے
اتارا جانا اور ان کا ایک عورت پر عاشق ہونا اور اس کا انھیں شراب خوری
وغیرہ پر آمادہ کرنا وغیرہ۔ یہ قصہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بہت سی اسانید
کے ساتھ مروی ہے جن میں سے درمنثور میں حضرت عبداللہ ابن عمر



حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ
سے روایات نقل کی ہیں اور ساتھ ہی مجاہد وسدی والحسن البصری و
قتادہ و ابی العالیہ وغیرہم اکابر تابعین سے بھی روایات موجود ہیں ملاحظہ
ہو ص۹۷ تا ۱۰۲ جلد اول۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ حدیثیہ میں اس کے
متعلق فرمایا:

" و اما ما وقع بھاروت و ماروت کما صح عنہ صلی
اللہ علیہ وسلم فی شانھما انھما کانا من الملئکۃ
(الی) امر خارق للعادۃ اوجدہ اللہ تعالیٰ تادیباً
للملئکۃ .... الخ ص۵۳

لیکن جو کچھ ہاروت و ماروت کو پیش آیا جیسے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ
وسلم سے صحیح روایت کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ دونوں ذاتاً اصل نوری
فرشتے تھے لیکن زہرہ نامی عورت پر مفتون ہو گئے وغیرہ وغیرہ تو یہ امر
خارق للعادت ہے اور خلاف معمول و عادتِ جاریہ ہے اور اس میں
ان ملائکہ کو سبق سکھانا اور دوسروں کی تربیت کرنا مقصود تھا کہ دوسرے
ملائکہ بھی بنی آدم پر اس طرح زبان طعن نہ کھولیں۔ اور فرماتے ہیں:

" وھذا الذی ذکرتہ من الجواب عن ھذہ القصۃ
من انھا امر خارق للعادۃ و بھذہ الحکمۃ التی ذکرتھا
یتبین بہ الرد علی من اطال فی انکار قصتھما حتی
بالغ بعضھم وقال ان من اعتقد ذالک فیھما کفر
ولیس کما زعم لما علمت من صحۃ الاحادیث بھا۔ ص۵۳

میں نے ہاروت و ماروت کے قصہ سے عصمت ملائکہ پر وارد ہونے والے
اعتراض کا جو جواب دیا ہے کہ یہ امر خارق للعادت ہے اور خلاف معمول
اور اس میں وہ حکمت ہے جو پہلے مذکور ہو چکی تو اس سے ان لوگوں کا رد
ہو گیا جنھوں نے اس قصہ کا انکار کیا حتّٰی کہ بعض نے یہاں تک کہہ دیا کہ
ہاروت و ماروت کے متعلق جو شخص یہ قول کرے تو وہ کافر ہے حالانکہ اس
قائل کا یہ زعم اور خیال باطل ہے کیونکہ یہ قصہ صحیح روایات سے ثابت ہے۔

الغرض ہاروت و ماروت درحقیقت ملائکہ میں سے ہیں اور نورانی
مخلوق ہیں مگر ان میں جب یہ صلاحیتیں پیدا کر دی گئیں تو ان سے کھانے
پینے وغیرہ کا فعل سرزد ہو گیا اور صحیح روایات اس پر شاہد ہیں اور نفس قصہ
مسلم ہے اور کتب عقاید میں بھی اس کو تسلیم کر لیا گیا ہے تو ایسی صورت
میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نورانیت پر کھانے پینے وغیرہ سے اعتراض
کرنے کا کیا معنیٰ اور اس زعم فاسد اور خیالِ باطل کی بنا پر ان کی نورانیت
جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے اس کے انکار کا کیا معنیٰ؟

علی سبیل التنزل اگر مان بھی لیں کہ اس قصہ میں اختلاف ہے اور یہ
کوئی اجماعی امر نہیں تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہو جائے گا، کیونکہ اختلاف
فی الوقوع ، دلیل امکان ہے اگر ان نوریوں کا بشری حالت میں ڈھلنا
اور صفات بشریت سے متصف ہونا ممکن ہی نہ ہوتا تو صحابہ کرام تابعین
تبع تابعین اور ائمہ کرام اور علماء اعلام میں ان کے متعلق یہ اختلاف رائے
بھی پیدا نہ ہوتا کہ ان سے یہ حرکات سرزد ہوئیں یا نہ بلکہ سب بیک زبان
اس کا انکار کر دیتے لہٰذا ان اکابرین میں اس واقعہ کے وقوع میں اختلاف
اس امر کی بین دلیل ہے کہ نوری فرشتہ کا بشری حالت میں ڈھلنا اور بشری



صفات کا حامل ہونا ممکن ہے تو ایسی صورت میں علماء دیوبند کا اس امر کو محالات
میں سے سمجھنا اور اس استحالہ مزعومہ کی بنا پر آیات قرآن اور احادیث رسول
صلے اللہ علیہ وسلم کے انکار کر دینے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ کیا یہ صرف
عقل ناقص کی اطاعت و اتباع نہیں ہے اور شریعت مطہرہ کے ساتھ کھلا
مذاق نہیں اور سابقہ دین و مذہب کو ختم کر کے ایک نئے دین کی بنیاد
رکھنے کے مترادف نہیں ہے۔ دیکھئے! موسیٰ علیہ السلام کا عصا جب تک
عصا تھا وہ کھاتا پیتا نہیں تھا جب اژدھا بن گیا تو "تلقف ما صنعوا"
کا کیا شان ظاہر ہوا کہ جادوگروں کی ستر ہزار چھڑیوں اور رسیوں کو جو
بوجہ فریب نظر اور سحر کاری چلتے پھرتے سانپ نظر آ رہے تھے، نگل گیا اور
اپنے اندر ان کو ایسا ہضم بلکہ بھسم کیا کہ جب دوبارہ وہ عصا بنا اور اپنی اصلی
حالت کی طرف لوٹا تو اس کے اندر سے نہ تو کسی رسی کا کوئی دھاگہ تک نمودار
ہوا اور نہ ہی کسی چھڑی کا کوئی معمولی ٹکڑا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ہر حال کا الگ
حکم ہوتا ہے عصا ہونے کی حالت کا حکم یہ ہے کہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا اور
اژدھا ہونے کی حالت کا حکم یہ ہے کہ اس قدر کھایا اور ہضم کیا کہ اس کی
مثال بلکہ نظیر بھی ڈھونڈے سے نہ ملے۔

لہٰذا اسی طرح نور نوری حالت میں ہو تو احکام الگ ہوتے ہیں،
اور جب بدن عنصری اور لباس جسمانی کے اندر حلول فرما ہو تو اس کے احکام
الگ ہوں گے۔

(۵) ہم عرض کر چکے ہیں کہ ملائکہ جب بشری لباس میں ظاہر ہوتے ہیں تو وہاں
بشریت محض ایک روپ اور تخیل ہوتا ہے لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ
خیالی بشریت اور مظہریت محضہ کا کام دینے والی بشریت میں بھی نورانی احکام

سے الگ احکام صادر اور رونما ہوتے ہیں تو پھر عنصری جسم میں جلوہ گر نورانیت
پر اعتراض کیوں؟ دیکھئے بخاری شریف اور مسلم شریف کی متفق علیہ روایت ہے
کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام بشری حالت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
سامنے تشریف لائے اور کہا:

"اجب ربك قال فلطم موسیٰ عين ملك الموت
ففقاها قال فرجع الملك الى الله تعالىٰ فقال انك
ارسلتنی الى عبد لك لا يريد الموت فقد فقاء عينی
قال فرد الله اليه عينه۔ الحديث مشكوٰة مع مرقات
جلد دوم ص۲۰۔

(اپنے رب تعالٰے کے دربار میں حاضری دینے اور موت کے لیے
تیار ہو جائیے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے منہ پر طمانچہ دے مارا اور
ان کی آنکھ نکال دی۔ ملک الموت بارگاہ خداوند تعالیٰ میں حاضر ہو کر عرض
کرنے لگے تو نے مجھے اپنے ایسے بندے کے پاس بھیجا ہے۔ جو مرنے کا
ارادہ نہیں رکھتا کیونکہ اس نے میری آنکھ پھوڑ دی ہے تو اللہ تعالٰے نے
ان کی آنکھ اس کی جگہ پر لوٹائی اور درست فرمائی۔) الی آخر الحدیث۔

علامہ علی قاری فرماتے ہیں:

وفی شرح السنة يجب على المسلم الايمان به على ما جاء به
شرح السنۃ میں ہے کہ احادیث میں یہ واقعہ جس طرح منقول ہے اس پر
ایمان لانا مسلمان کے لیے لازم اور ضروری ہے۔ تا آنکہ فرمایا: ارسله
على سبيل الامتحان فی صورة بشر فلما راه موسى عليه
السلام استنكر شانه واستوعر مكانه احتجر منه



دفعا عن نفسه بما كان من صكه اياه فاتى ذالك على
عينه التی ركبت فی الصورة البشرية ... الخ اللہ تعالیٰ نے
حضرت ملک الموت علیہ السلام کو بطور امتحان حضرت کلیم اللہ علیہ السلام
کے پاس بھیجا بشری صورت میں جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کو دیکھا (اور
ان کے مطالبہ کو سنا کہ میں روح قبض کرنے آیا ہوں لہٰذا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ
میں حاضری کے لیے تیار ہو جائیے) تو ان کی حالت کو اجنبی جانا اور
موجودگی کو خطرناک سمجھا لہٰذا ان سے تحفظ کا سامان کرتے ہوتے انھیں
طمانچہ رسید کر دیا جو ان کی آنکھ پر لگ گیا جو بشری صورت میں تھی لہٰذا
وہ متاثر ہوئی اور پھوٹ گئی۔ اس متفق علیہ روایت سے جس پر ہر مسلمان کو
ایمان لانا لازم اور اس کا انکار الحاد و بے دینی ہے یہ ثابت ہو گیا کہ فرشتہ
بشری حالت میں نمودار ہو تو اس کو تھپڑ لگ سکتا ہے اور اس کی آنکھ بھی پھوٹ
سکتی ہے اور اپنی جگہ سے باہر آ سکتی ہے حالانکہ نوری حالت میں ہوتے
ہوئے آنکھ پھوٹنا اور اس کا باہر آنا تو در کنار تھپڑ لگنے کا بھی کوئی امکان نہیں
ورنہ بائیں کندھے والے فرشتے کو جو سیئات اور برائیاں کا لکھنا والا ہے
کون برداشت کرتا اس کو ہر حال میں اپنے کندھے سے اتارنے کے لیے
ہاتھ پاؤں مارتے لیکن صرف یہی مجبوری ہے کہ وہ نورانی ہے اور لطافت محضہ
ہمارے ہاتھ اور زور بازو اس کو دور کرنے میں کارگر نہیں ہو سکتے۔

الغرض جب محض تخیلاتی بشریت اور مظہریت محضہ کا کام دینے والی
بشریت بھی احکام میں نور محض سے الگ ہو گئی اور اس میں انفعال و
تاثر ثابت ہو گیا تو رسول معظم صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقت نورانیہ جس
عنصری بدن اور بشری جسم میں نمودار ہوئی ہے اگر اس کے احکام بھی رونما

ہوں تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے اور نورانیت مصطفیٰ صلے اللہ علیہ
وسلم کے انکار کی کون سی وجہ ہو سکتی ہے ۔

---

## کیا نور ہونا اور فرشتہ ہونا ایک چیز ہے

(۹) دیوبندی مناظر نے بزعم خویش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے کی
نفی اس آیت سے بھی کی کہ اللہ تعالے نے قاعدہ کلیہ اور معمول یہ بیان
فرمایا ہے کہ قل لو کان فی الارض ملائکۃ یمشون مطمئنین
لنزلنا علیھم من السماء ملکا رسولا ۔ (فرما دیجئے اگر زمین میں
فرشتے موجود ہوتے جو اطمینان کے ساتھ یہاں بستے اور رہائش پذیر ہوتے
تو ہم ان کی طرف آسمان سے فرشتے رسول بنا کر بھیجتے اور چونکہ زمین میں تو
انسان آباد ہیں لہٰذا اب رسول فرشتہ نہیں ہوگا بلکہ انسان جیسے کہ اللہ تعالےٰ
کا ارشاد ہے : لو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا ۔ اگر ہم فرشتہ کو رسول
بنا کر بھیجیں گے تو بھی انسان اور مرد کی حالت میں بھیجیں گے ۔ اور لَو کا
کلمہ نفی پر دلالت کرتا ہے لہٰذا ثابت ہو گیا کہ نہ ہم نے رسول فرشتہ بنایا
اور نہ فرشتہ کو انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ۔ پس نبی اکرم صلے اللہ
علیہ وسلم نور نہیں ہیں ۔

**الجواب :**

(ا) اس کے جواب میں اس کے سوا کیا عرض کروں سخن شناس نہ دلبرا خطا
ایں جا است ۔ دیوبندی علماء کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ نور ہونا اور چیز ہے



فرشتہ ہونا اور چیز ہے اور کسی سے فرشتہ ہونے کی نفی کر دینے سے یہ
لازم نہیں آتا کہ وہ نور ہی نہ ہو ، اللہ تعالےٰ نے فرمایا : ھو الذی
جعل الشمس ضیاء والقمر نورا (اللہ ہی وہ ذات والا ہے
جس نے سورج کو ضو فگن بنایا اور چاند کو نور بنایا) فرمایئے چاند فرشتہ ہے یا
سورج فرشتہ ہے جس کو جوہر مضئی اور ضیا و نور کا سرچشمہ کہا گیا ہے جب ان کا
نور ہونا ان کے ملک ہونے کو مستلزم نہیں اور ملک و فرشتہ ہونے کی
نفی ان کے نور ہونے کی نفی کو مستلزم نہیں ہے تو یہ قیاس اور استدلال
انتہائی لغو و باطل ٹھہرا جس میں نہ رفع مقدم رفع تالی کو مستلزم اور نہ ہی رفع
تالی رفع مقدم کو مستلزم ہے اور نہ ان میں تلازم عقلی نہ عادی اور نہ عرفی ،
لہٰذا اس قسم کے قیاس اور استدلال سے رحمانی صاحب نے دیوبندی
مدارس کا علمی بھرم ہی ختم کر دیا ہے دیوبندی مانتے ہیں کہ ارواح نورانی
ہیں مگر وہ فرشتے نہیں ہماری آنکھ میں نور موجود ہے مگر وہ فرشتہ نہیں ۔
جگنو میں نور موجود ہے مگر وہ فرشتہ نہیں ہر نار میں نور موجود ہے مگر نہ
نار فرشتہ ہے نہ اس کی نورانیت اور روشنی ۔

(ب) جس طرح جنوں کی تخلیق نار سے ہے مگر وہ نار کا عین نہیں نہ نار ان کا عین
ہے انسانوں کی تخلیق خاک سے ہے مگر نہ وہ خاک کا عین ہیں اور نہ خاک
اور مٹی ان کا عین ہے ۔ اسی طرح ملائکہ کو اللہ تعالےٰ نے نور سے پیدا کیا
تو اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ نور ملائکہ کا عین ہے بلکہ اس کا مقتضیٰ
صرف اس قدر ہے کہ نور ان کا مادہ تخلیق ہے خواہ اس نور سے دوسری
لاکھوں چیزیں اللہ تعالیٰ پیدا فرمائے جس طرح مٹی سے انسان کے علاوہ
کتنی چیزوں کی تخلیق فرمائی ہے ۔

علامہ پرہاروی نبراس شرح عقاید نسفی میں ارشاد فرماتے ہیں:

"حدیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم خلقت الملائکۃ من نور وخلقت الجن من مارج من نار، میں نور سے مراد وہ لطیف اور نورانی مادہ ہے جو آگ سے لطیف تر اور شریف تر ہے. والمراد بالنور مادۃ نورانیۃ الطف و اشرف من النار" صہ۴۵۹

لہٰذا ایسے مادہ سے ان کی تخلیق نے اگر دوسری کسی چیز کی اس مادہ سے تخلیق ممنوع ٹھہرادی ہے تو خود علماء دیوبند کا روح کو نور کہنا کیونکر درست ہوگا۔

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

"ان الارواح البشریۃ من جنس الملائکۃ" (ارواح بشریہ ملائکہ کی جنس سے ہیں، یعنی نور سے ہیں۔)

الغرض اس دلیل سے صرف یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرشتے نہیں لیکن نور ہونے کی نفی اس سے لازم نہ آئی اور کلام اس میں تھا اور فرشتہ ہونا خود ہم بھی تسلیم نہیں کرتے، لہٰذا اس کی نفی مقام نزاع میں کس کام آسکتی ہے. علاوہ ازیں اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بدن عنصری آپ کی حقیقت کے نور ہونے کے منافی ومخالف ہے تو ملائکہ کے ابدان واجسام بھی نورانی نہیں بلکہ ہوائی ہیں جس طرح کہ امام رازی نے تصریح فرمائی ہے:

"روی فی الاخبار ان اللہ خلقھم من الریح وجاء فی روایۃ اخریٰ انھم خلقوا من النور والاولی ان یجمع بین القولین فنقول ابدانھم من الریح وارواحھم



من النور انتہی ملخصاً" صہ۴۳۲ جلد دوم

مروی ہے کہ ملائکہ کو اللہ تعالےٰ نے ہوا سے پیدا کیا. اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اور بہتر یہ ہے کہ ان دونوں میں اس طرح تطبیق دی جائے کہ ان کے ابدان ہوا سے ہیں اور ارواح نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔ تو علماء دیوبند کی اس دلیل سے لازم آئیگا کہ ملائکہ بھی نور نہ ہوں اور اگر وہ نور ہیں باوجود بدن ہوائی ہونے کے تو آپ کے نور ہونے میں بھی بحث نہیں ہوسکتی علی الخصوص جب کہ آپ کا بدن عنصری بھی دوسروں سے مختلف ہے جیسا کہ روایت کعب اس پر دال ہے۔

(ج) اس آیت کریمہ کے نزول کا سبب یہ ہے کہ کفار نے مطالبہ کیا کہ اللہ تعالےٰ نے بشر کو رسول بنا کر کیوں بھیجا کیا اس کو فرشتے نہیں مل سکتے تھے جن کو ہماری ہدایت کے لیے بھیج دیتا تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اگر فرشتہ آتے اپنی اصلی صورت میں تو تم استفادہ و استفاضہ نہیں کرسکتے کیونکہ وہ نور اور تم خاکی پتلے وہ سراسر لطیف اور تم مجسمہ کثافت اور اگر تمھاری رعایت کرتے ہوئے اس کو بشری حالت میں بھیجیں تو جو شبہ و وسوسہ اب تمھیں درپیش ہے کہ بشر رسول بن کر کیوں آگیا، وہی شبہ و وسوسہ شیطانی پھر تمھیں دامن گیر ہو جائے گا اسی لیے فرمایا: "وللبسنا علیھم ما یلبسون" اگر ہم فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجیں تو بشری اور مردمی حالت میں بھیجیں گے اور البتہ ان کو اسی اشتباہ والتباس میں ڈالیں گے جس میں اب موجود ہیں لہٰذا ان کا یہ مطالبہ قطعاً قابل قبول نہیں اور نہ ہی حکمت و مصلحت کے مطابق ہے، لہٰذا ہم فرشتہ کو رسول بنا کر نہیں بھیجتے تو اس آیت کریمہ میں کفار کی حماقت کا بیان ہے اور ان کے مطالبہ کا خلاف حکمت ہونا اور ان کے شبہ و

وسوسہ کے ناقابل زوال و ازالہ ہونے کا بیان کرنا مقصود ہے اس میں قطعاً یہ مقصد نہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات میں نورانیت نہیں ہوسکتی۔

(د) لیکن ذرا علماء دیوبند اس حقیقت پر بھی غور فرمائیں کہ زمین میں فرشتے آباد ہوتے تو پھر ملائکہ میں سے کسی کو ان کی طرف رسول بنا کر بھیجا جاتا جب بشر آباد ہیں تو چاہیئے تھا کہ ملائکہ رسول بن کر نہ آتے حالانکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام اور دیگر ملائکہ کا آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا اور قرآنی آیات وحی خفی اور الہامات اللہ تعالے کی طرف سے لانا ثابت ہے بلکہ جملہ رسل کرام پر اللہ تعالے کی طرف سے ملائکہ کا احکام رسالت کے ساتھ نزول مسلم حقیقت ہے حالانکہ اس قاعدہ کی رو سے بشروں پر بشر رسولوں کا نزول ہونا ضروری تھا۔ ملک رسول بن کر کیسے آسکتے تھے یا پھر ان آنے والے ملائکہ کو بشر ماننا لازم اور یا ان رسل کرام کو فرشتہ ماننا لازم، حالانکہ دونوں لازم باطل ہیں تو پھر اس آیت کی حقیقت کیا ہے۔ آئیے ہم آپ کو مفسرین کی زبانی اس اشکال کا جواب اور مشرکین کے مطالبہ کے جواب کی حقیقت بتلاتے ہیں:

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

"اما عامة البشر فلا يسهل عليهم ذالك (الاجتماع بالملائكة والتلقي منهم) لبعد ما بين الملك وبينهم فلا يبعث اليهم وانما يبعث الى خواصهم لان الله قد وهبهم نفوسا زكية" وايدهم بقوى قدسية وجعل لهم جهتين جهة ملكية بها من الملك يستفيضون و



جهة بشرية بها على البشر يفيضون وجعل كل البشر كذالك مخل بالحكمة۔

عام بشروں کے لیے یہ امر سہل اور آسان نہیں کہ ملائکہ کے ساتھ جمع ہوسکیں اور ان سے احکام اخذ کرسکیں کیونکہ ملائکہ اور ان کے درمیان بُعد بعید ہے اور مناسبت کا فقدان ہے لہٰذا ان کی طرف ملائکہ کو مبعوث نہیں کیا جاسکتا بلکہ صرف اور صرف خواص کی طرف ان کو مبعوث فرمایا جائے گا کیونکہ اللہ تعالے نے ان کو پاکیزہ نفوس موہبت فرمائے ہیں اور قدسی قوتوں کے ساتھ ان کی تائید فرمائی۔ اور ان میں دوہری صلاحیتیں اور استعدادیں ودیعت فرمائی ہیں ایک جہت ملکی ہے جس کے ذریعے ملائکہ سے احکام اور وحی کا استفاضہ کرتے ہیں اور دوسری جہت بشری ہے جس کے ذریعہ بشروں کو فیضان پہنچاتے ہیں اور تمام بشروں کو اس قسم کی قدسی قوتیں عطا کرنا اور نفوس زکیہ علیہ موہبت فرمانا خلاف حکمت ہے لہٰذا عوام بشر پر ملائکہ کا نزول نہیں ہوسکتا اور بشری لباس میں ان کو عوام بشر کی طرف بھیج دیا جائے جس طرح بارہا حضرت جبرائیل علیہ السلام دحیہ کلبی یا اعرابی کی صورت میں تشریف لاتے تو یہ صورت (مما لا یجدی نفعا لاولئک الکفرۃ کما قال تعالی جدہ "ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا وللبسنا علیہم ما یلبسون") ان معترضین کفار اور منکرین رسالت آنجناب کو نفع نہیں دے سکتی جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر ہم عوام بشر کی طرف مبعوث ہونے والے رسول کو فرشتہ بنائیں تو اس کو ظاہری طور پر مرد ہی بنا کر بھیجیں گے (کیونکہ فرشتہ سے براہ راست اخذ و تلقی کی ان میں صلاحیت ہی نہیں اور اس صورت میں ان کو اسی

اشتباہ والتباس میں مبتلا کریں گے دیکھ لیا، آپ نے کہ آیت کریمہ تو ہماری
دلیل ہے اور رسل کرام بلکہ سید الرسل صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عوام البشر
سے امتیازی اور انفرادی شان کی دلیل ہے۔ اور آپ کے اندر بشریت و
نورانیت کے اجتماع کی دلیل اور اسی حقیقت کی علماء اعلام نے تصریح
فرمائی ہے جس کی نقول بعد میں ذکر کی جائیں گی۔

(ح) آیئے ایک اور نکتہ پر بھی غور کرلیں، اور دیکھیں دیوبندی مناظر بالخصوص اور
علماء دیوبند بالعموم کس طرح حقائق سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں دیکھئے!
بالاتفاق و بالاجماع حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جنوں کی طرف رسول ہیں،
اور عمومات کلام مجید مثل لیکون للعالمین نذیرا اور عمومات احادیث مثل ارسلت الی الخلق کافۃ
بھی اس پر صریحًا دلالت کرتے ہیں اور ضابطہ بقول علماء دیوبند کے یہ ہے کہ بشر رسول ہو تو مرسل الیہم بشر
بلکہ اتحاد ضروری ہے پھر آپ کا جنوں کی طرف رسول ہونا کیونکر تسلیم کیا
جاسکتا ہے یا علماء دیوبند دیو و شیاطین اور جنوں کی طرف آپ کے
مبعوث ہونے کا انکار کریں یا پھر تسلیم کریں کہ آپ محض بشر نہیں جن کو
جنوں سے کوئی مناسبت نہیں انہ یراکم ھو وقبیلہ من
حیث لا ترونھم، شیطان اور اس کا قبیلہ و گروہ تمہیں وہاں سے
دیکھتا ہے جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے جب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم
ان کو دیکھ بھی نہ سکیں تو ان کو تبلیغ احکام کیسے فرماسکیں گے۔ اسی لیے
علامہ آلوسی نے فرمایا: اس آیت میں صرف اور صرف ان کفار کے
اس واہمہ کا رد مقصود ہے جنھوں نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ ہماری طرف فرشتہ
کو کیوں مبعوث نہیں کیا بشر کو کیوں بھیجا ہے۔ جب کہ رسول کا فرشتہ
ہونا واجب تھا اور ان کا بنیادی مقصد صرف یہ تھا کہ محمد رسول اللہ



صلے اللہ علیہ وسلم ان کے لیے نبی اور رسول نہیں ہیں تو ان کو قل لو
کان فی الارض ملئکۃ (الآیۃ) سے جواب دے کر یہ سمجھایا گیا
ہے کہ حکمت خداوندی مرسل اور مرسل الیہم کے درمیان مناسبت اور ربط
و تعلق کی مقتضی ہے۔ اور ملک کی ملک کے ساتھ مناسبت ہے نہ کہ
تمھارے ساتھ، لہٰذا تمھارے اس مطالبہ کو پورا کرنا خلاف حکمت ہے۔
ولیس فی ھذا اکثر من الدلالۃ علی ان امر البعث
منوط بوجود المناسبۃ فمتی وجدت صح البعث ومتی
لم توجد لا یصح البعث وانھا موجودۃ بین الملک
والملک لا بینہ وبین عامۃ البشر کالمنکرین المذکورین لیکن
اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ جنوں کی طرف مبعوث نہ ہوں، کیونکہ
جب آپ کو از روئے نورانیت اور تجرد و لطافت ملائکہ کے ساتھ مناسبت
حاصل ہے تو جنوں میں تجرد و لطافت ان سے بھی بدرجہا کم ہے لہٰذا
ان کے ساتھ کیونکر مناسبت اور ربط و تعلق نہیں ہوگا کیونکہ آپ نسخہ جامعہ
ہیں اور برزخیت کبریٰ کے مالک ہیں وھذا لا ینافی بعثتہ
صلے اللہ علیہ وسلم الی الجن لانہ علیہ السلام متی صح
فیہ المناسبۃ المصححۃ للاجتماع مع الملک والتلقی
منہ صح فیہ المناسبۃ المصححۃ للاجتماع مع الجن
والالقاء الیھم کیف لا وھو علیہ السلام نسخۃ اللہ
الجامعۃ وآیتہ الکبریٰ الساطعۃ۔ (روح المعانی
جلد ۱۵ ص ۱۶۰)

۹) دیوبندی قاعدہ کی رد سے زمین میں فرشتے ہوتے تو رسول نور ہوسکتا تھا

چونکہ بشر ہیں لہٰذا ان کی طرف مبعوث رسول بھی نور نہیں ہو سکتا لیکن دریافت طلب امر یہ ہے کہ آسمانوں پر ساکن نوریوں کا رسول نوری ہونا ضروری ہے یا نہیں ہے، قرآن مجید کے عمومات اور احادیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے عمومات اس امر کی بیّن دلیل ہیں اور علماء اعلام اور اکابرین ملت کا مذہب مختار یہی ہے۔ امام تقی الدین سبکی علامہ بازری جلال محلی شوافع میں سے اور ابن تیمیہ ابن مفلح حنابلہ میں سے اور محدث عبدالحق مالکی اور دیگر اکابر کا مختار یہی ہے اور ان کا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر شب و روز درود بھیجنا جنگوں میں سپاہی بن کر خدمت کے لیے کمر بستہ ہونا آپ کے پیچھے اور آپ کی امت کے ائمہ کے پیچھے نمازیں ادا کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے تو ایسی صورت میں ان کے امتی ہونے میں کیا شک وشبہ ہو سکتا ہے اور اگر اب بھی امتی نہیں تو امتی ہونے کی صورت میں کونسا کام کرتے جو اب نہیں کر رہے ہیں ہاں ہر ایک مخلوق کا مکلف ہونا اور امتی ہونا ان کے اپنے اپنے حالات کے مطابق ہوگا۔

الغرض آپ رسول ملائکہ ہیں اور جب زمین میں ملائکہ آباد ہوتے تو نوری رسول ان کے پاس تشریف لاتا تو جب آسمانوں میں ملائکہ آباد ہیں تو ان کے لیے بھی نوری رسول کا مبعوث ہونا ضروری ہے اور جب آپ ان کے رسول ہیں تو لامحالہ نور بھی ہیں۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

"ویقال نحو ھذا فی ارسالہ الی الملئکۃ لما فیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من قوۃ الالقاء الیھم کالتلقی منھم"



آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ملائکہ کی طرف مبعوث ہونے کی صورت میں بھی یہی جواب دیا جائے گا کہ آپ میں رسول بننے کی صلاحیت موجود ہے اور ان کو افاضہ وافادہ بھی فرما سکتے ہیں جس طرح ان سے احکام اخذ کر سکتے ہیں۔) اور تفصیلی عبارت پہلے گذر چکی۔ جس سے واضح ہو چکا کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم میں دوہری صلاحیت واستعداد ہے نورانیت وتجرد بھی ہے بشریت بھی اور ملائکہ سے مناسبت وارتباط بھی ہے اور بشروں سے بھی لہٰذا آپ کا ان کے لیے رسول ہونا جب مسلم ہے تو نوری ہونا بھی لازماً تسلیم کرنا پڑے گا منکرین کے اقوال نقل کرنے کے بعد علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

"صریح آیت لیکون للعالمین نذیراً اذ العالم ماسوای اللہ وصفاتہ وخبر مسلم ارسلت الی الخلق کافۃ یوید المذہب الاول ص[161]"

قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ لیکون للعالمین نذیراً صراحۃً آپ کے ملائکہ کی طرف مبعوث ہونے کی دلیل ہے کیونکہ عالم کا لفظ اللہ تعالےٰ کی ذات اور صفات کے علاوہ ہر شے کو شامل ہے۔ اور مسلم شریف کی حدیث کہ میں ساری مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہوں یہ بھی اس مذہب کی تائید وتقویت کرتی ہے کہ آپ رسول ملائکہ بھی ہیں اور مخالفین کے استدلال کے ضعف پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

"نعم استدل اھل ھذا المذہب بما استدلوا بہ وفیہ ما فیہ"

الغرض جب قرآن وحدیث سے آپ کا رسول ملائکہ ہونا مسلم اور

مرسل ومرسل الیہم میں مناسبت لازم تو آپ کا نوری ہونا لازمًا تسلیم کرنا پڑیگا
تو ثابت ہوگیا کہ یہ آیات ہمارے مدعا کی دلیل ہیں نہ کہ دیوبندی
صاحبان کی۔

(ذ) علماء دیوبند کو یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ ابوجہل نے نبی اکرم
صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ گمان کرتے ہوئے کہ آپ اور میں برابر ہیں اور
ان کو نبوت مل جائے اور مجھے نہ ملے یہ ترجیح بلاوجہ ہے اور خلافِ عدل و
انصاف، کیونکہ عربی مکی اور قریشی وغیرہ صفات میں ہم برابر ہیں لیکن دنیاوی
وجاہت اور رعب و دبدبہ اور جاہ وجلال میں مجھے ان پر فوقیت حاصل ہے
لہٰذا ان کو نبوت کا مل جانا اور ہمارا محروم رہنا بنگاہ عقل میں بالکل ناروا ہے
اور سراسر ناانصافی لہٰذا لن نومن حتی نوتی مثل ما اوتی رسل اللہ
ہم اس وقت تک اس رسول پر ایمان نہیں لا سکتے جب تک ہمیں بھی ان
کی طرح نبوت ورسالت عطا نہ کی جائے جس کا ماحصل یہ تھا کہ جب میں
اور محمدؐ بن عبداللہ ماہیت وحقیقت اور عوارض بشریت اور عرفی صفات و
کمال میں برابر ہیں بلکہ دنیوی وجاہت میں میں فائق ہوں تو ان کو رسالت
کا مل جانا اور مجھے نہ مل سکنا ترجیح بلاوجہ ہے اور انصاف کے خلاف ہے
اگر یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہوتی تو اس میں بلاوجہ وجیہہ اس ترجیح کو روا نہ رکھا جاتا
جس کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اللہ اعلم حیث یجعل
رسالتہ۔ وہ اور تو برابر نہیں وہ اور ہیں تو اور ہے، کیونکہ نبوت و رسالت
کا دارو مدار باطنی صلاحیتوں اور استعدادوں پر ہے اور روحانی ونفسانی
فضائل و فواضل اور نورانی وتجرداتی فضائل پر ہے جو ان میں موجود ہیں اور
تجھ میں نہیں لہٰذا وہ اس کے اہل تھے ان کو رسالت دے دی تو اس کا



اہل نہیں تھا تجھے رسالت نہ دی تو اس کا اہل نہیں تھا تجھے رسالت نہ دی
تو میں نے وجوہ ترجیح دیکھ کر یہ انتخاب کیا ہے یہ ترجیح بلا مرجح نہیں ہے،
کیا اس آیت کریمہ سے یہ بالکل واضح نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنی مثل
سمجھنا اور ان میں اور عام انسانوں میں فرق نہ کرنا ابوجہلی نظریہ وعقیدہ ہے
اور محل رسالت کی فوقیت وبرتری اور اس کی شان امتیازی کا اعتراف کرنا
اور اسے تسلیم کرنا سنتِ خداوندی ہے۔ علماء دیوبند خدارا سوچئے! ابوجہل
کی تقلید موجب فلاح ونجات ہے یا سنت اللہ پر عمل پیرا ہونا اسی طرح
ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ کا عقل اس کو تسلیم نہیں کرتا
تھا کہ بشر نور بھی ہوسکتا ہے اس لیے کسی نے فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجنے کا
مطالبہ کیا اور کسی نے ان کی رسالت کو ناانصافی قرار دیا اگر ان کا عقل یہ تسلیم
کرسکتا کہ بشری صورت میں موجود لوگوں میں ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو نور ہوں
اور حقیقت میں ان سے مختلف، تو نہ ان کو فرشتہ رسول بنا کر بھیجے جانے
کا مطالبہ کرنے کی ضرورت پیش آتی اور نہ ابوجہل کو ہمسری کا دعویٰ سوجھتا،
اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ترجیح بلا مرجح سے تعبیر کرتا۔
علماء دیوبند جس نظریہ کے پرچار کرتے ہیں کیا یہ وہی مشرکین مکہ کا نظریہ و
عقیدہ نہیں؟ اور ان کی عقل جو سوچتی ہے کیا یہ وہی نہیں جو انھوں نے
سوچا تھا جس طرح وہ نورانیت وبشریت کے اجتماع کو ناممکن سمجھتے تھے،
انھوں نے بھی اسے ناممکن سمجھا۔

## کیا صوری اشتراک حقائق میں اتحاد کو مستلزم ہے؟

یہ مسلم ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم صورت بشری میں تشریف لائے لیکن یہ کہاں کا

قاعدہ ہے کہ صورت میں اشتراک حقائق میں اتحاد کو مستلزم ہوتا ہے یا احکام میں یکسانیت کو دیکھیے شہید کا زخم قیامت کے دن تازہ ہوگا اس سے خون رستا ہوا محسوس ہوگا، لیکن نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللون لون الدم والریح ریح المسك (رنگت تو اس کی خونی ہوگی لیکن اس میں کستوری کی خوشبو ہوگی) تو معلوم ہوا اس کے احکام اس خون سے جدا اور اس کی حقیقت بھی اس خون سے جدا۔

اسی طرح جنت میں جب اہلِ جنت کے سامنے پھل پیش کیے جائیں گے تو وہ دوسری دفعہ پیش کیے جانے والوں کو پہلوں کی مثل اور تیسری دفعہ پیش کیے جانے والوں کو دوسری دفعہ پیش کیے جانے والوں کی مثل دیکھ کر کہیں گے: ھذا الذی رزقنا من قبل (یہی تو ہم پہلے کھا چکے ہیں) پھر ان کو کیوں لائے ہو، اور ہر بار یہی مغالطہ ان کو لگے گا جس طرح فرمایا: کلما رزقوا منھا من ثمرۃ رزقًا قالوا ھذا الذی رزقنا من قبل۔ جب کبھی ان کو جنت میں سے پھل بطور رزق اور خوراک پیش کیے جائیں گے تو وہ یہی کہیں گے کہ یہ تو وہی ہیں جو ہم کو اس سے قبل دیئے گئے تھے، حالانکہ حقیقت حال یہ تھی: واتوا بہ متشابھا۔ ان میں محض صورت و شکل میں مشابہت تھی نہ کہ حقیقت و ماہیت میں اور آثار و احکام میں اگر جنت کے پھل ظاہری صورت و شکل میں متشابہ و متماثل ہونے کے باوجود حقائق و ماہیات اور آثار و احکام میں مختلف ہو سکتے ہیں تو سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم جو شہباز لامکانی ہیں اور سرِ وحدت ہیں وہ صورت بشری میں ہونے کے باوجود حقیقت نورانیہ کے لحاظ سے مختلف کیوں نہیں ہو سکتے؟ علاوہ ازیں اہلِ جنت مومنین اگر صوری مشابہت دیکھ کر مغالطہ کھا سکتے ہیں حالانکہ اہلِ جنت کا علم و عرفان اہلِ دنیا کے مقابل کہیں زیادہ ہوگا تو دنیا میں غفلت کے پردوں میں پڑے ہوئے لوگ حقیقتِ مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم سے غافل رہیں اور "بشر مثلنا" کی رٹ ہی لگاتے رہیں تو کیا بعید؟



امام بوصیری فرماتے ہیں ؎

وکیف یدرك فی الدنیا حقیقتہ
قوم نیام تسلوا عنہ بالحلم

حضرت مریم علیہا السلام اللہ تعالٰی مقدس اور مقبول باندی ہیں اور جبرائیل علیہ السلام کو صورت بشری میں دیکھ کر حقیقی بشر سمجھ بیٹھیں اور ان سے اللہ تعالٰے کا واسطہ دے کر پناہ مانگنے لگیں تاکہ کہیں میرے دامنِ عصمت کو تار تار نہ کر دے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ صورت مردمی تھی حقیقت نوری تھی مگر اس قسم کی ولیہ کاملہ اور مقبول بارگاہ خداوندی کو ظاہری شکل میں مشابہت دیکھ کر مغالطہ لگ سکتا ہے تو آج کل کے وہابی دیوبندی بچارے اس مغالطہ کا شکار کیونکر نہیں ہو سکتے؟ لہٰذا محض ظاہری بشریت میں اشتراک سے حقائق میں اشتراک بلکہ اتحاد کا دعوٰی قطعاً درست نہیں۔

## کیا انبیاء علیہم السلام نوع البشر سے ہیں اور ان کی جنس واصل حیوان ناطق ہے

علماء دیوبند کی منطق اور فلسفہ نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو نوع انسانی کا ایک فرد قرار دیا اور نوع وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت کا عین ہوا کرتی ہے لہٰذا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقت وہی ٹھہری جو زید اور عمر و بکر کی ہے مگر کوئی ان ارباب منطق و فلسفہ سے دریافت کرے کہ اسلام میں بھی اس جنسیت اور نوعیت جبیت اور فصل و خاصہ والے اقسام کا کوئی اعتبار ہے ہماری درسیات میں منطق و فلسفہ بطور مذہبی کتب کے شامل نہیں کہ جو کچھ اس میں ہے اس پر ایمان بھی لازمی ہو بلکہ محض پرانے فلاسفہ کے نظریہ کو سمجھنے اور ان نظریات پر مبنی مخالفین اسلام کے دلائل کا جواب دینے کے لیے ان کو شامل کیا گیا مگر یار لوگوں نے اس کو ایمان سمجھ لیا حالانکہ

جنس وہیولی اور فصل وصورت جو منطق وفلسفہ والوں کے نزدیک ذہنی اور خارجی اجزاء
ہیں اہلِ اسلام متکلمین ان کو تسلیم ہی نہیں کرتے کیونکہ جنس وہیولی متحد بالذات اور
مختلف بالاعتبار ہیں اور فصل وصورت متحد بالذات مختلف بالاعتبار فرق صرف اتنا
ہے کہ جنس وفصل ذہنی اجزاء ہیں اور ہیولی صورت خارجی اور ہیولی وصورت عالم کے
قدیم ہونے کو مستلزم ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فاعل وخالق بالاضطرار ہونے کو نیز
عالم کی فناء وہلاکت کے محال ہونے کو کیونکہ جس کا قدیم ہونا ثابت ہو جائے اس پر
عدم کا طاری ہونا محال ہوتا ہے ؛ ما ثبت قدمہ امتنع عدمہ ، لہٰذا
قیامِ قیامت بھی محال ہونا لازم وغیرہ ذالک من المفاسد ایسی صورت میں یہ نظریہ سراسر
اسلام کے منافی ہے لیکن اہلِ اسلام کے نزدیک انسان کی ترکیب حیوان وناطق سے
نہیں بلکہ روح اور بدن سے ہے اور نہ ارواح سب ایک جیسے ہیں بلکہ مختلف الحقائق
ہیں اور نہ ابدان سارے ایک جیسے بلکہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"ان اللہ خلق آدم من قبضۃ قبضھا من جمیع
الارض فجاء بنو آدم علی قدر الارض منھم الاحمر
والابیض والاسود وبین ذالک والسھل والحزن والخبیث
والطیب" رواہ احمد والترمذی وابوداؤد ومشکوٰۃ
کتاب القدر۔

(بے شک اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی مٹی
سے پیدا فرمایا جس کو اس نے تمام روئے زمین سے اخذ کیا تھا لہٰذا بنو آدم
اس کے مطابق پیدا ہوئے بعض سرخ بعض سفید بعض سیاہ فام اور بعض
سانولے رنگ کے ہیں۔ اور بعض نرم خو اور بعض سخت طبع اور بعض خبیث
اور بعض پاکیزہ خصلت۔)



یعنی زمین کی ظاہری صفات بھی چار تھیں ؛ سرخی ، سفیدی ، سیاہی اور درمیانی
رنگت اور معنوی وباطنی صفات بھی چار تھیں ؛ نرمی ، سختی اور خباثت اور
طیبت اور بنو آدم بھی اس کے مطابق پیدا ہوئے اور متکلمین نے بھی یہی نظریہ اپنا
رکھا ہے کہ اشیاء ہیولیٰ اور صورت یا جنس وفصل سے مرکب نہیں بلکہ اجزاءً لاتتجزیٰ
اور جواہرِ فردہ سے مرکب ہیں اور اس حدیث شریف نے بھی اس کی تائید فرمادی کہ جیسے
جیسے اجزاءِ ارضی بنو آدم کا مادہ تخلیق بنے وہ اس کے مطابق پیدا ہوئے۔ لہٰذا علامہ
تفتازانی نے شرح عقاید میں متکلمین اور فلاسفہ کے اس اختلاف پر بحث کرتے
ہوئے فرمایا :

"فان قیل ھل لھذا الخلاف ثمرۃ قلنا نعم
فی اثبات الجواھر الفرد نجاۃ عن کثیر من ظلمات الفلاسفہ
مثل اثبات الھیولیٰ والصورۃ المودی الی قدم العالم ونفی
حشر الاجسام وکثیر من الاصول الھندسیۃ المبنی
علیھا دوام حرکۃ السموٰت وامتناع الخرق والالتیام۔

شرح عقاید مع نبراس ص ۱۳۲

اگر کہا جائے کہ آیا اس مخالفت کا کوئی ثمرہ اور نتیجہ بھی ہے تو ہم کہتے ہیں ہاں جزء
لایتجزیٰ اور جوہر فرد کے ثابت ہونے کی صورت میں بہت سے فلسفی توہمات اور فاسد
نظریات سے نجات حاصل ہو جائے گی مثلاً ہیولیٰ وصورت کے اثبات سے خلاصی
اور چھٹکارا مل جائے گا جو مستلزم ہے عالم کے قدیم ہونے کو اور حشر اجساد واجسام
یعنے قیامت کی نفی کو اور اسی طرح بہت سے ہندسی اصول وقواعد سے چھٹکارا حاصل
ہو جائے گا جن پر آسمانوں کی حرکت کا دوام مبنی ہے اور ان میں خرق والتیام کا محال
ہونا جو اہلِ اسلام کے نزدیک باطل ہے۔ لہٰذا علماء دیوبند اگر ان فلسفی ظلمات کے

قائل و معتقد ہیں تو یہ ایمان و عقیدہ انھیں کو مبارک ہو ہم تو قطعاً اس کے قائل نہیں لیکن
پھر ان کو لازم ہے کہ قدمِ عالم کو بھی تسلیم کریں اور اللہ تعالےٰ کے خالق بالارادہ ہونے
کا بھی انکار کریں اس جہان کے بالکل معدوم اور فنا ہونے کا بھی انکار کریں اور قیامت
کا بھی اگر ہیولیٰ و صورت اور جنس و فصل کو لازم یہ امور انھیں تسلیم نہیں اور یقیناً نہیں
ہو سکتے تو پھر ماہیت نوعیہ اور جنس و فصل اور ماہیات نوعیہ میں افراد کے اتحاد کا عقیدہ
جو اسی فلسفی نظریۂ ہیولیٰ و صورت کی فرع ہے اور اس کا لازم اس کو کیوں سینے سے
لگائے ہوئے ہیں کیونکہ جب ایک ملزوم کے ہی سبھی لوازم ہیں تو یا سب کو تسلیم
کرو یا سب کا انکار کرو ان میں سے بعض کو عین ایمان سمجھ لینا اور بعض کو کفر تو اس فرق کا نگاہ
عقل و خرد میں کوئی جواز نہیں ہو سکتا لہٰذا ان الفاظ کا اطلاق محض ظاہری تشابہ اور
تماثل پر مبنی ہے نہ کہ اتحادِ حقیقت اور عینیت ماہیت پر رہوا۔

## نبی الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کا عام انسانوں کی بشریت سے حقیقت میں مختلف ہونا۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ بظاہر بشر ہیں اور جسم عنصری اور بدن رکھتے ہیں
لیکن حقیقتِ جسمانیہ میں بھی آپ دیگر بشروں اور انسانوں سے مختلف ہیں کیونکہ جب لوازم
حقیقت باعتبار حقیقت کے مختلف ہوں تو ملزوم حقائق میں بھی باعتبار حقیقت و ماہیت
کے اختلاف تسلیم کرنا لازمی ہے اور یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے اور منطق و فلسفہ کے
معتقد حضرات تو اس کے انکار کو خلافِ اعتقاد و ایمان سمجھیں گے۔

اب دیکھیئے اعلماء اعلام نے احادیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں یہ
فیصلہ دیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فضلات یعنے پیشاب، پاخانہ، تھوک



اور خون وغیرہ امت کے حق میں نہ صرف طیب اور پاک ہیں بلکہ حلال بھی ہیں۔ چلیئے! یہ
مسئلہ بھی حکیم الامت الدیوبندیہ اور ان کے چودھویں صدی کے مجدد جناب اشرف علی
تھانوی صاحب کی نشر الطیب سے ہی عرض کر دیتے ہیں:

"مروی ہے کہ جب آپ بیت الخلاء میں جاتے تو زمین پھٹ جاتی
اور آپ کے بول و براز کو نگل جاتی اور اس جگہ نہایت پاکیزہ خوشبو آتی،
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسی طرح روایت کیا ہے اور اسی
لیے علماء آپ کے بول و براز کے طاہر ہونے کے قائل ہوئے ہیں۔ ابوبکر
بن سابق مالکی نے اسی کو ذکر کیا ہے۔ اور ابو نصر نے بھی اور مالک بن
سنان صحابی رضی جنگ احد میں آپ کا خون (زخم کا) چوس کر پی گئے۔ آپ
نے فرمایا: اس کو کبھی دوزخ کی آگ نہ لگے گی اور حضرت عبداللہ بن الزبیر
رضی اللہ عنہ نے آپ کا خون جو پچھنے لگوانے سے نکلا تھا، پی لیا تھا برکہ
نامی عورت اور آپ کی خادمہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے آپ کا پیشاب
پی لیا تھا سو ان کو ایسا معلوم ہوا جیسا شیریں نفیس پانی ہوتا ہے"
(نشر الطیب ص ۱۶۲)

اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ صرف اشرف علی تھانوی کی خوش فہمی نہیں بلکہ عربی رسالہ مسماۃ
بہ شیم الحبیب جس کو مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی نے تالیف کیا۔ تھانوی صاحب
نے اس رسالہ کو حرف بحرف نقل کیا اور اس کا ترجمہ آپ کیا تو گویا ان دونوں اکابرین
دیوبند نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا اور اسے دلائل سے مدلل اور مبرہن کر کے اردو کتاب
کی صورت میں شائع کر کے عوام اہل اسلام کو یہ باور کرایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے یہ فضلات بھی بے مثل ہیں اور ان کے احکام عام بشروں کے فضلات سے جداگانہ
ہیں اور یہی نظریہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج اور اشعۃ میں امام غودی

نے شرح مسلم میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح بخاری میں علامہ بدر الدین
عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں اور امام ابن الجوزی نے الوفاء میں علامہ قسطلانی
نے مواہب میں امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں علامہ نبہانی نے حجۃ اللہ علی العالمین
اور سیرت محمدیہ میں بیان کیا ہے۔

الغرض واضح ہو گیا کہ جب ان فضلات میں جو مقتضیٰ بشریت کا ہیں حقیقت کے
لحاظ سے فرق ہے اور حلت و حرمت اور طہارت و نجاست کا اختلاف ہے اور
اختلاف لوازم و احکام اختلاف ملزومات و موضوعات کو مستلزم ہوتا ہے تو ثابت
ہو گیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بشریت اور ہے اور عام لوگوں کی بشریت اور۔
حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی بشریت سر طور تجلی کی تاب نہ لاتے ہوئے مدہوش ہے اور سرور
کونین صلے اللہ علیہ وسلم کی بشریت لامکان میں عرش اعظم سے ماوراء بارگاہ محبوب میں
فائز المرام ہے اور ہنستے مسکراتے شرف دیدار حاصل کر رہی ہے جہاں پر نوری ملک
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بھی اعتراف عجز اور ناتوانی کر لیا جب انبیاء علیہم السلام
کی بشریت اور نوریوں کی نورانیت اس کی ہمسری اور برابری نہ کر سکے اور اس کی صلاحیتوں
اور استعدادوں کا مقابلہ نہ کر سکے تو عوام کی بشریت کو کیا نسبت اس سے ہو سکتی ہے؟
جب حقیقت انسانی روح اور جسم ہیں اور دونوں باعتبار حقیقت کے دیگر انسانی ارواح و
ابدان سے مختلف ہو گئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بشر مثلکم ہونا محض صوری مشابہت
کے تحت ہو گا جس طرح بتوں کو تراش خراش اور صورت و شکل کی مناسبت سے عباد
امثالکم کہا گیا ہے۔ کما ھو مصرح فی کتب التفاسیر ذیل قولہ تعالیٰ ،
ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم " جن اوثان و اصنام کو تم
پوجتے ہو وہ تمھاری طرح بندے ہیں اور حکم خداوندی کے پابند۔



## شان لولاک اور نورانیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر استدلال

دیوبندی مناظر نے قول باری تعالیٰ "لو جعلنٰہ ملکاً لجعلنٰہ رجلاً" سے یہ
ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی کہ نور ہونا اور فرشتہ ہونا ایک چیز ہے اور کلمہ لو کا نفی
کے لیے ہوتا ہے لہٰذا جب فرشتہ ہونے کی ذات رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے نفی
ہو گئی تو نور ہونے کی بھی نفی ہو گئی اس توہم فاسد کی قلعی تو کھل چکی کہ نور ہونے میں اور فرشتہ
ہونے میں عینیت و اتحاد نہیں ہے اور نہ فرشتہ ہونے کی نفی سے نور ہونے کی نفی لازم آتی
ہے لہٰذا نہ اس آیت کو آپ کے انکار نورانیت میں پیش کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس
قول باری تعالےٰ کو "ولا اقول لکم انی ملک" یعنے میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں
فرشتہ ہوں" کیونکہ اس میں بھی فرشتہ ہونے کی نفی ہے نہ کہ نور ہونے کی۔

اب ہم یہ پوچھتے ہیں کہ لو کا لفظ تو دلالت کرتا ہے شرط اور جزاء کی نفی پر جس میں
نفی اول علت ہو نفی ثانی کی خواہ ثانی کی نفی علامت اور دلیل ہو نفی اول کی لیکن محبوب کریم
صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں 'لولا' کا لفظ بھی وارد ہے جو وجود اول (شرط) پر دلالت کرتا
ہے اور نفی ثانی یعنے جزاء کی نفی پر تو پھر ان احادیث کو سامنے رکھ کر کیوں نہ یہ عقیدہ رکھا
جائے کہ آپ جب اس وقت موجود تھے جب آسمان و زمین نہیں تھے اس وقت تھے جب جنت و دوزخ
نہیں تھے اس وقت موجود تھے جب آدم نہیں تو لامحالہ آپ کا اصل وجود نوری ہے
اور آپ کی حقیقت نوری اور اسی وجود و حقیقت کے لحاظ سے اول الخلق علی الاطلاق ہیں
تو لیجئے اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ کیجئے اور احادیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے اس
دعویٰ پر استدلال کا مشاہدہ کیجئے مگر ہم پہلے پھر اشرف علی صاحب تھانوی کو اس
وکالت کے لیے علماء دیوبند کی عدالت انصاف پیش کرتے ہیں۔

## دوسری فصل سابقین میں آپ کے فضائل ظاہر ہونے میں

### پہلی روایت :

حاکم نے اپنی صحیح میں کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔

### دوسری روایت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا کا ارتکاب ہوگیا تو انھوں نے جناب باری تعالی میں عرض کیا کہ اے پروردگار میں آپ سے بواسطہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت ہی کر دیجئے سو حق تعالے نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا، حالانکہ ہنوز میں نے ان کو پیدا نہیں کیا (عنصری جسم اور وجود کے ساتھ) عرض کیا: اے رب! میں نے اس طرح سے پہچانا کہ جب آپ نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی (شرف دی ہوئی) روح میرے اندر پھونکی تو میں نے سر جو اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" سو میں نے معلوم کر لیا کہ آپ نے اپنے نام پاک کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہوگا جو آپ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہوگا۔ حق تعالے نے فرمایا: اے آدم! تم سچے ہو واقع میں وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں اور جب تم نے ان کے واسطہ سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمھاری مغفرت کی اور اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے دلائل



میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کی روایت سے اور کہا اس کے ساتھ عبدالرحمٰن منفرد ہیں، روایت کیا اس کو حاکم نے اور اس کی تصحیح کی اور طبرانی نے بھی اس کو ذکر کیا، نشر الطیب صہ ۱۳، ۱۴۔ خصائص کبریٰ جلد اول صہ۶ پر اس روایت کو درج کیا ہے اور اس مقام کے مطابق و مناسب جملہ کے الفاظ یہ ہیں: صدقت یا اٰدم ولولا محمد ما خلقتك " اور الوفا صہ۳۳ پر بھی یہ روایت مذکور ہے اور سیرت حلبیہ جلد اول صہ۳۵۵ اور شفا شریف کے حوالہ سے یہ الفاظ ذکر کیے ہیں: وعزتی وجلالی انه لآخر النبیین من ذریتك ولولاه ما خلقتك صہ۳۵۵ اور شفا جلد اول صہ۱۰۴ پر یہ روایت مفصلاً مذکور ہے۔

### تیسری روایت

امام سیوطی نے خصائص کبریٰ جلد اول صہ۷ پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے جس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے کہ اللہ تعالے نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی: آمن بمحمد ومر من ادركه من امتك ان يومنوا به فلولا محمد ما خلقت آدم ولا الجنة ولا النار۔ (الحدیث) (خود بھی محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیے اور اپنی امت کو بھی حکم دیجئے کہ ان میں سے جتنے لوگ ان کا زمانہ ظہور پائیں ان پر ایمان لائیں کیونکہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم موجود نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا اور نہ ہی جنت اور دوزخ کو ...الخ اور الوفا صہ۳۴ پر صرف ان الفاظ کو درج کیا ہے: لولا محمد ما خلقت آدم۔ مگر صہ۶ پر مفصل روایت درج ہے۔

### چوتھی روایت

خصائص کبریٰ میں ہی بروایت ابن عساکر حضرت سلمان فارسی رضؓ سے مروی

طویل حدیث کے آخر میں ہے:

"لقد خلقت الدنیا واھلھا لاعرفھم کرامتک و
منزلتک عندی ولولاک ماخلقت الدنیا"
(جلد ثانی ص۱۹۳)

(مجھے اپنی ذات کی قسم! میں نے دنیا اور اہل دنیا کو پیدا ہی اس لیے
کیا ہے کہ انھیں آپ کی عزت وکرامت اور منزلت ومرتبت کی پہچان
اور تعارف کراؤں اور اگر آپ موجود نہ ہوتے تو میں دنیا ہی پیدا نہ کرتا)

## پانچویں روایت

علامہ قسطلانی نے مواہب میں الدر النظیم فی مولد النبی الکریم سے یہ روایت نقل
فرمائی ہے کہ جب اللہ تعالٰے نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کو الہام
فرمایا کہ میں نے تمھاری کنیت ابومحمد رکھی تو انھوں نے عرض کیا: اے اللہ! تو نے
کیوں مجھے ابومحمد کی کنیت عطا فرمائی ہے تو اللہ تعالٰے نے فرمایا:

"یا آدم! ارفع رأسک فرفع رأسہ فرای نور
محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی سرادق العرش فقال
یا رب ما ھذا النور قال ھذا نور نبی من ذریتک
اسمہ فی السماء احمد وفی الارض محمد لولاہ ما
خلقتک ولا خلقت سماء ولا ارضاً"

(اے آدم! (علیہ السلام) اپنے سر کو اٹھائیے۔ جب انھوں نے اپنا
سر بلند کیا تو سراپردۂ عرش میں نور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر دریافت
کیا۔ اے پروردگار عالم! یہ نور کیا ہے۔ تو اللہ تعالٰے نے فرمایا: یہ تیری



ذریت اور اولاد میں سے ایک عظیم نبی کا نور ہے جس کا نام آسمان میں احمد
ہے اور زمین میں محمد۔ اگر ان کا وجود نہ ہوتا تو تجھے پیدا نہ کرتا اور نہ کسی آسمان
کو پیدا کرتا اور نہ ہی زمین کو۔)

ف: اس کو نقل کر کے علامہ فرماتے ہیں: یشھد لھذہ ما رواہ الحاکم فی
صحیحہ ان آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام رأی اسم محمد صلی اللہ
علیہ وسلم مکتوبا علی العرش وان اللہ قال لآدم لولا محمد ما
خلقتک۔ مواہب لدنیہ مع زرقانی ص۴۴ ج اول۔

اس روایت کی شاہد اور دلیل صحت وہ روایت ہے جس کو حاکم نے اپنی صحیح میں
ذکر کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کو عرش
اعظم پر لکھا ہوا دیکھا اور اللہ تعالٰے نے ان کو فرمایا: اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم موجود نہ ہوتے
تو میں تجھے پیدا نہ کرتا اور علامہ زرقانی نے اس کی تائید وتقویت میں یہ روایت نقل کی:
وروی ابو الشیخ فی طبقات الاصفھانیین والحاکم عن ابن عباس
اوحی اللہ الی عیسٰی علیہ السلام (الی) فلولا محمد ما خلقت آدم
ولا الجنۃ ولا النار۔الخ صححہ الحاکم واقرہ السبکی فی شفاء
السقام والبلقینی فی فتاوٰی ومثلہ لا یقال رأیا فحکمہ الرفع
کہ ابوالشیخ نے طبقات اصفہانیین میں حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عباس
سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالٰے نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف وحی نازل
فرمائی جس میں یہ بھی فرمایا: اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا اور
نہ جنت ودوزخ کو میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا پس وہ لرزنے لگا تو میں نے اس پر
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا تو وہ سکون وقرار میں آگیا۔
اس کو حاکم نے صحیح کہا ہے اور امام سبکی نے شفا السقام میں اس کی صحت کا

اقرار کیا ہے اور علامہ بلقینی نے اپنے فتاوی میں اور یہ روایت اگرچہ موقوف ہے
مگر چونکہ اس میں قیاس اور رائے کو دخل نہیں ہو سکتا لہٰذا حکم مرفوع میں ہے اور
اس طرح مسند دیلمی سے نقل کرتے ہوئے کہا:

عن ابن عباس اتانی جبرائیل علیہ السلام فقال ان اللہ
یقول لولاك ماخلقت الجنة ولولاك ماخلقت النار۔ (حضرت
ابن عباس سے مرفوع روایت میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا:
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر آپ موجود نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا اور آپ موجود نہ
ہوتے تو میں دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔)

اور ابن سبع اور عوفی کے حوالے سے نقل کیا ہے:

عن علی رضی اللہ عنہ ان اللہ قال لنبیہ صلی اللہ علیہ
وسلم من حبك اسطح البطحاء واموج الموج وارفع السماء واجعل
الثوب والعقاب۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا: میں آپ کی وجہ سے اور آپ کی موجودگی کے صدقہ میں
بطحا کا فرش بچھاؤں گا اور سمندروں کو پیدا کر کے ان میں تلاطم امواج پیدا کروں گا اور
آسمانوں کے خیمہ کو بلندی پر نصب کروں گا اور ثواب وعقاب (کی جگہ یعنی جنت و دوزخ)
بناؤں گا۔) مواہب مع زرقانی صـ۴۴ جلد اول۔

الغرض ان تائیدی روایات سے اس روایت کی قوت واضح ہو گئی اور جب
ضعیف روایت ضعیف سے تقویت حاصل کر لیتی ہے تو صحیح سے بطریق اولیٰ۔

**سوال:** حاکم نے تصحیح روایات کے معاملہ میں تساہل سے کام لیا ہے لہٰذا اس کا کسی
روایت کو صحیح کہنا حجت نہیں ہو سکتا؟

**جواب:** شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت صـ۱۶ پر فرمایا:



"گفتہ اند آنچہ منفرد است بداں حاکم وغیر وی باوی در تصحیح شریک
نیست اگر صحیح نبود از مرتبہ حسن خود نازل نیست"
محدثین نے فرمایا ہے کہ جس روایت کی تصحیح میں حاکم ابو عبداللہ منفرد ہوں اور دوسرے
محدثین ان کے ساتھ تصحیح میں شریک نہ ہوں اگر وہ روایت بالفرض صحیح نہ ہو تو بھی حسن کے
درجہ سے کم نہیں ہوگی لہٰذا حاکم کی تصحیح بالفرض معتبر نہ ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ روایت
موضوع یا ناقابل اعتبار ہے بلکہ یہ محض اصطلاحی فرق ہے کہ اس روایت کو اصطلاح
محدثین میں صحیح ماننا ضروری نہیں لیکن وہ روایت کم از کم درجہ حسن میں ہوگی ضعیف بھی
نہیں ہوگی چہ جائیکہ اس کو موضوعات میں شامل کر دیا جائے۔

علامہ سبکی نے حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کردہ
حاکم کی ہر دو روایت کو نقل کر کے ابن تیمیہ کے رد و قدح کے جواب میں فرمایا: و
الحدیث المذکور لم یقف علیہ ابن تیمیہ بهذا الاسناد و
لابلغہ ان الحاکم صححہ (الی) ولو بلغہ ان الحاکم صححہ
لما قال ذالك (الی) ونحن نقول قد اعتمدنا فی تصحیحہ علی
الحاکم۔ شفا السقام صـ۱۶۲، ۱۶۳

(اس حدیث کے اس اسناد پر ابن تیمیہ کو اطلاع نہیں ہوئی اور نہ ہی اس کو یہ معلوم
ہو سکا کہ حاکم نے اس کی تصحیح فرمائی ہے ورنہ وہ اس حدیث پر اس طرح رد و قدح نہ کرتا اور
ہم نے بہر حال اس حدیث کی صحت میں حاکم کی تصحیح پر اعتماد اور بھروسہ کیا ہے۔)

الحاصل جب ایسے اکابر حاکم کی تصحیح کے سامنے سر تسلیم جھکا دیں تو ہم کس شمار میں
ہیں اور بالفرض ان کی تصحیح حجت نہ ہو تو وہ دوسرے اکابر محدثین کی تحسین حدیث کے
مرتبہ میں تو بہر حال ہوگی اور حدیث حسن بھی حجت ہے۔

## چھٹی روایت

علامہ خرپوتی نے عصیدۃ الشہدہ شرح قصیدہ بردہ میں امام بوصیری کے اس قول کی تشریح کرتے فرمایا: ؎

لولاہ لم یخرج الدنیا من العدم

تلمیح الی مانقل فی الحدیث القدسی "لولاک لما خلقت الافلاک" اس بیت میں حدیث قدسی کی طرف تلمیح اور اشارہ ہے کہ اگر آپ موجود نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا اور فرماتے ہیں: حدیث قدسی میں ذکر اگرچہ افلاک کا ہے لیکن مُراد اس سے تمام مخلوقات ہے اطلاق لاسم الجزء علی الکل اور یہاں جزء سے کل کو تعبیر کیا گیا ہے اور اس طرح اس حدیث قدسی کی طرف اشارہ ہے کہ جو شبِ اسراء بارگاہِ خداوندی میں سربسجود ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا: انا وانت وما سویٰ ذالک خلقتہ لاجلک۔ میرا مقصود آپ اور آپ کا مقصود میں اور باقی سب کچھ تمھاری وجہ سے اور تمھارے لیے پیدا کیا ہے۔ جس کے جواب میں امام المتواضعین صلے اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: انا وانت وما سویٰ ذالک ترکتہ لاجلک۔ میں تیرا ہوں اور تو میرا ہے باقی سب تیرے نام پر قربان کرتا ہوں ؎

مجھ کو وہ بخشتے تھے دو عالم کی نعمتیں
میرے غرورِ عشق نے انکار کر دیا

اور اس حدیث قدسی کو علامہ آلوسی نے روح المعانی جلد اول صہ۴۸ پر نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"وبواسطتہ حصلت الافاضۃ کما یشیر الیہ لولاک ماخلقت الافلاک"



حسین احمد مدنی صاحب شہاب ثاقب میں اس حدیث قدسی کو ذکر کرتے ہیں اور اس کا یہی معنی بیان کرتے ہیں جس کی طرف علامہ آلوسی نے اشارہ کیا کہ آپ ہی موجودات عالم کے لیے مصدر فیض ہوا اور سرچشمہ کمال ملاحظہ ہو صہ۴۷۔

غرضیکہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام واسطۂ جملہ کمالات عالم و عالمیان ہیں یہی معنی لولاک لما خلقت افلاک اور اول ما خلق اللہ نوری اور انا نبی الانبیاء کے ہیں اس احسان و انعام میں جملہ عالم شریک ہے علاوہ اس کے آپ کی ذات مقدس کو ارواح مومنین سے وہ خاص نسبت ہے کہ جس سے آپ باپ روحانی جملہ مومنین کے ہیں اور یہ احسان بھی ابتداء عالم سے آخر تک کے مومنین کو عام ہے علاوہ اس کے امت مرحومہ کے مومنین کے ساتھ ماسوا اس کے اور بھی خاص علاقہ ہے جو کہ اور امم کے مومنین کو نہیں۔ اور علامہ علی قاری شرح شفا جلد ثانی صہ۲۲۵ پر فرماتے ہیں:

ویقرب منہ ما روی لولاک لما خلقت الافلاک۔ یعنی حدیث شفاء لولاہ ما خلقتک کے ساتھ معنے میں شریک ہے۔ یہ حدیث قدسی اس میں آپ کا سبب ایجاد انبیاء والوالبشر ہونا ثابت ہے۔ اور اس میں سبب افلاک و جملہ موجودات ہونا، کیونکہ افلاک عالم اسفل کے لیے مثل اصل اور بنیاد کے ہیں لہٰذا دونوں حدیثیں معنی متقارب ہیں۔

موضوعات کبیر میں لولاک لما خلقت الافلاک پر علامہ صغانی کا موضوعیت والا حکم ذکر کر کے علامہ علی قاری نے فرمایا:

"لکن معناہ صحیح فقد روی الدیلمی عن ابن عباس مرفوعا اتانی جبرائیل فقال یا محمد لولاک ماخلقت الجنۃ ولولاک ماخلقت النار۔ وفی روایۃ

ابن عساکر لولاک ما خلقت الدنیا۔ ص۵۹

(اس کا معنی صحیح ہے کیونکہ دیلمی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا (اللہ تعالٰے فرماتا ہے) اگر آپ موجود نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا۔) اور اگر آپ موجود نہ ہوتے تو میں دوزخ کو پیدا نہ کرتا اور ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ اگر آپ موجود نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

باعتبار معنی کے بالکل صحیح ہے اگر بعض علماء نے اعتراض کیا ہے تو محض الفاظ کے ثبوت کے لحاظ سے اور سند کے اعتبار سے۔

## ساتویں روایت

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

"حقیقت محمدی علیہ وعلی آلہ الصلواۃ والسلام کہ حقیقۃ الحقائق است آنچہ در آخر کار بعد از طی مراتب ظلال ایں فقیر منکشف گشتہ است تعین و ظہور حبی است کہ مبدءِ ظہورات و منشاءِ خلق مخلوقات است و در حدیث قدسی کہ مشہور است آمدہ است کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف اول چیزی کہ ازاں گنجینہ مخفی بر منصۂ ظہور آمد حب بودہ است کہ سبب خلق خلائق گشت اگر ایں حب نمی بود در ایجاد نمی کشود و عالم در عدم راسخ و مستقر می بود سر حدیث قدسی "لولاک لما خلقت افلاک" را کہ در شان خاتم الرسل واقع است اینجا باید جست و حقیقت "لولاک لما اظہرت الربوبیۃ" را ازیں مقام باید طلبید۔ (دفتر سوم حصہ نہم ص۱۲۸ مکتوب نمبر ۱۲۲ بحوالہ مسلک مجدد مولفہ حضرت میاں جمیل احمد صاحب مدظلہ۔



(اس فقیر کو مراتب ظلال طے کرنے کے بعد یہ انکشاف ہوا کہ حقیقت محمدیہ جو کہ حقیقۃ الحقائق ہے وہ تعین اور ظہور حبی ہے جو مبداء ہے تمام ظہورات کا اور منشا ہے خلق و ایجاد مخلوقات و کائنات کا مشہور حدیث قدسی میں وارد ہے کہ میں کنز مخفی تھا پس مجھے اس امر کی محبت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا کہ وہ مجھے پہچانیں اور میری شان کو بقدر استعداد سمجھیں اس گنج مخفی سے پہلی پہلی شی جو منصۂ ظہور و شہود پر جلوہ فرما ہوئی وہ تھی حبّ جو ایجاد مخلوقات کا سبب بنی اگر یہ حب نہ ہوتی تو ایجاد کائنات کا دروازہ کبھی نہ کھلتا اور تمام عالم ہمیشہ کے لیے پردۂ عدم میں راسخ اور مستقر رہتا۔ حدیث قدسی لولاک لما خلقت الافلاک جو شان ختم رسل علیہ وعلیہم السلام میں واقع ہے اس کا سر اور راز اور اس کی اصلی حالت اس جگہ تلاش کرنی چاہیئے اور لولاک لما اظہرت الربوبیۃ والی حدیث قدسی اگر تم نہ ہوتے تو میں اپنی شانِ ربوبیت اور شان ایجاد و تخلیق کو ظاہر ہی نہ کرتا کا مقصد و معنی اس مقام میں طلب کرنا چاہیئے۔ یعنے سبب ایجاد کائنات حب ہے اور اس کا مقتضی اول اور تعین و ظہور اول ذات حبیب مکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حبّ مقتضائے ذات خداوند جل وعلا ہے اور ذاتِ حبیب کبریا مقتضاءِ حب ہے لہٰذا انہی سے ظہور ربوبیت ہوا اور وہ رحمۃ للعالمین بنائے گئے تو اللہ تعالٰی کی شان رب العالمین کا ظہور شروع ہو ورنہ یہ صفت ظہور پذیر نہ ہوتی جس طرح کہ ذات کنز مخفی رہتی اگر حب منصۂ ظہور پر جلوہ گر نہ ہوتی۔

الغرض کلام مجدد سے حدیث قدسی لولاک لما خلقت الافلاک کی

صحت وتقویت واضح ہوگئی اور نئی حدیث قدسی بھی ثابت ہوگئی یعنے لولاک لما اظہرت الربوبیۃ اور دونوں کی حقیقت اور ان کا سر اصلی اور راز حقیقی بھی واضح ہوگیا۔ والحمدللہ اور کنت کنزاً مخفیاً والی حدیث کے متعلق اگرچہ سند کے لحاظ سے محدثین کو کلام ہے مگر حضرت علی بن السلطان القاری فرماتے ہیں: معناہ صحیح مستفاد من قولہ تعالیٰ: وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا تاکہ میری عبادت کریں یعنی میری معرفت حاصل کریں جو کہ اصل عبادت اور روح عبادت ہے۔ اور حبرامت اور مفسر صحابہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی تفسیر ای لیعرفونی منقول ہے۔ موضوعات کبیر ص۵۴۔

اور حبیب مکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا مقتضائے حب ہونا اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے:

"قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ" فرما دیجئے! اگر تم اللہ تعالےٰ سے محبت رکھتے ہو اور اس کے محب ہو تو محب ہونا تمہارا قابل قبول صرف اس صورت میں ہوگا جب میری اتباع کروگے لہٰذا میری اتباع کرو تاکہ اللہ تعالےٰ تمہیں محبوب بنالے۔ تو ثابت ہوا: تحبون اللہ اور یحببکم اللہ دونوں طرفین باہم مرتبط اس صورت میں ہوں گی بلکہ محب کے محبوب بن جانے والا اعظیم انقلاب اس وقت رونما ہوگا جب اتباع محبوب کریم علیہ السلام پائی جائے گی تو معلوم ہوا باقی سب محبوبیت میں تابع ہیں اور اصلی محبوب نبی الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ ؎

محبوب اور بھی ہیں پر ایسے تو نہیں
یوں تو محبوب ہے ہر چاہنے والا تیرا



تو نتیجہ واضح ہوگیا محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم مقتضائے ذات خداوند تعالےٰ ہے لہٰذا محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم مقتضائے ذات خداوند تعالےٰ ہوئے تو پھر انہی کی بدولت ظہور ربوبیت ہوا۔ اور انہی کے طفیل آفاق وافلاک اور دنیا واہل دنیا وجود میں آئے۔ فالحمدللہ علی ذالک۔

## آٹھویں روایت

علامہ حلبی نے اپنی سیرت میں صاحب شفاء الصدور کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ سے یہ حدیث قدسی نقل فرمائی ہے:

"یا محمد وعزتی وجلالی لولاک ما خلقت ارضی ولا سمائی ولا رفعت ہذہ الخضراء ولا بسطت ہذہ الغبراء۔ وفی روایۃ عنہ ولا خلقت سماءً ولا ارضاً ولا طولا ولا عرضاً۔ جلد اول ص۳۵۷

(اے محمد! صلے اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی عزت وجلالت کی قسم اگر آپ موجود نہ ہوتے تو میں نہ اپنی زمین کو پیدا کرتا اور نہ اپنے آسمان کو نہ اس نیلگوں خیمہ کو ایستادہ کرتا اور نہ اس مٹیالے فرش کو بچھاتا۔ اور دوسری روایت میں آپ سے اس طرح منقول ہے کہ میں نہ کسی آسمان کو پیدا کرتا اور نہ کسی زمین کو اور نہ ہی طول وعرض کو۔)

الغرض یہ روایات بظاہر آٹھ ہیں مگر ضمناً مذکور روایات کو ساتھ ملاؤ جو زرقانی وغیرہ نے ذکر کی ہیں تو ان کی تعداد دس سے بھی متجاوز ہے اور ان کا مضمون باہم متحد و متفق ہے لہٰذا اصل مضمون کی صحت میں تو بحث ہی نہیں ہوسکتی اور لولا بقاعدہ

نفی النفی اثبات کے مستلزم ہے وجود اول کو اور وجود اول کے ذریعے انتفاء ثانی کو۔ لہٰذا
ان روایات سے صاف اور واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا
وجود مسعود آسمان و زمین اور جنت و دوزخ اور جملہ موجودات اور علی الخصوص انبیا کرام
علیہم السلام اور ان میں سے بالخصوص حضرت ابو البشر آدم علیہ السلام کی علت ایجاد و
تخلیق ہے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

"فروحہ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوقۃ قبل
ارواح الانبیأ وکلھم خلقوا لاجلہ و وجودہ سبب
لوجودھم فھو اب معنوی لھم وکلھم اتباعہ فی
الوجود" جلد ثانی ص۲۲۵

(آپ کا روح اقدس جملہ ارواح سے پہلے پیدا کیا گیا اور تمام انبیأ
علیہم السلام آپ کی وجہ سے پیدا کیے گئے اور آپ کا وجود مسعود ان کے
وجود کا سبب ہے لہٰذا آپ ان کے لیے معنوی باپ ہیں اور وہ سبھی وجود
میں آپ کے تابع ہیں اور آپ متبوع و اصل) ؎

تو اصل وجود آمدی از نخست
دگر ہر چہ موجود شد فرع تست

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ آپ سب اشیاء سے پہلے ہیں اور ان کا سبب ایجاد بھی ہیں کہ
بشریت بعد میں تیار ہوئی بلکہ زمین و آسمان بھی بعد میں بنے تو جو ہستی ان سے پہلے موجود
تھی وہ نور نہ تھی تو کیا تھی؟ ؎

کلیمے کہ چرخ فلک طور اوست
ہمہ نورہا پرتو نور اوست



مقصود ذات تست دگر جملگی طفیل
مقصود نور تست دگر جملگی ظلام
ترا عزِ لولاک تمکین بس است
ثنا ر تو طٰہٰ و یٰسین بس است

ف: علامہ خفاجی حنفی کا فرمان، فھو اب معنوی لھم: اچھی طرح ذہن نشین
رہے کہ آپ رسول معظم صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیا علیہم السلام کا معنوی باپ قرار دے
رہے ہیں اور علماء دیوبند صرف یہ رٹ لگا رہے ہیں کہ بیٹا باپ سے پہلے کیسے ہو سکتا
ہے جس لحاظ سے آپ کو مقدم جانا جاتا ہے اس لحاظ سے تو آپ بیٹے ہیں ہی نہیں
بلکہ روحانی اور معنوی باپ ہیں۔

## (۱۱) آیات کلام مجید کے ساتھ بشریت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر استدلال کی حقیقت

دیوبندی مناظر نے نورانیت مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرنے والی آیات کا تو
قطعاً جواب نہ دیا اور بشریت پر دلالت کرنے والی آیات کی تاویل و توجیہ اور دونوں قسم
کی آیات میں باہم وجہ تطبیق و توافق جو ہم نے بیان کر دی تھی اس کا بھی قطعاً کوئی جواب
نہ دیا محض ان آیات کے بار بار پڑھنے پر زور دیا اور اس کو تھوک کا مال قرار دے کر کہا یہ تھوک
کا مال ختم ہو گا تو آگے چلوں گا اور سمجھ لیا کہ اگر میں دس دس مرتبہ ہر آیت کو پڑھ دوں گا تو
شاید یہ تیس چالیس آیات بن جائیں گی۔ آئیے! اس ضمن میں سب سے پہلے ایک ضابطہ
ذہن میں رکھیے جسے شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ جلد اول ص۸۳
پر بیان فرمایا ہے: تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ ان آیات میں بیان حقیقت ہے یا کسر نفسی
اور تواضع کا اظہار:

"بدان کہ اینجا ادبے و قاعدہ است کہ بعضے از اصفیاء و اہل تحقیق
ذکر کردہ اند و شناخت آں و رعایت آں موجب حل اشکال و سبب
سلامت حال است و آں ایں است کہ اگر از جناب ربوبیت جل و
علیٰ خطابے و عتابے و سطوتے و سلطنتے و استغنائے و استعلائے
واقع شود مثل انک لا تہدی من احببت، لئن اشرکت
لیحبطن عملک، ولیس لک من الامر شیء، وترید
زینۃ الحیٰوۃ الدنیا و امثال آں یا از جانب نبوت عبودتے
و انکسارے و افتقادے و عجزے و مسکنتے بوجود آید مثل انما انا بشر مثلکم
اغضب کما یغضب العبد ولا اعلم ما وراء ھذا الجدار وما ادری
ما یفعل بی ولا بکم و مانند آں بوجود آید۔ ما را نباید کہ در آں دخل
کنیم و اشتراک جوئیم و انبساط نمائیم بلکہ بر حد ادب و سکوت و تماشی
توقف نمائیم خواجہ را میرسد کہ با بندۂ خود ہر چہ خواہد بگوید و بکند و استیلا
و استعلاء نماید و بندہ نیز با خواجہ بندگی و فروتنی کند دیگرے را چہ محال و
یارای آنکہ دریں مقام درآید و دخل کند و از حد ادب بیروں رود و ایں
مقام پائے لغز بسیارے از ضعفاء و جہلاء و تضرر ایشاں است
من اللہ العصمۃ والعون"

(اچھی اسطرح بات کو صحیفۂ خاطر پر نقش کر لو کہ یہاں ایک قاعدۂ ادب
کا بیان ہے جس کو بعض اصفیاء اور اہل تحقیق نے ذکر کیا ہے اس کا جاننا
اور اس کو ملحوظ خاطر رکھنا موجب ہے حل اشکال کا اور سبب ہے سلامتی
احوال کا اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ اگر رب العزت کی طرف سے خطاب و
عتاب سطوت و سلطنت اور استغناء و استعلاء کا اظہار پایا جائے



اشرکت لیحبطن عملک۔ اگر آپ نے شرک کیا تو تمھارے سارے اعمال
خیر بیکار اور برباد ہو جائیں گے۔ لیس لک من الامر شیء آپ کے لیے
امر میں سے کوئی شئی نہیں۔ ترید زینۃ الحیٰوۃ الدنیا
آپ زینت دنیا کا ارادہ رکھتے ہو۔ اور اس قسم کے دیگر ارشادات یا جناب
رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بندگی اور عبودیت عاجزی و
افتقار و احتیاج اور فقر مسکنت کا اظہار پایا جائے مثلاً انما انا بشر
مثلکم میں تو صرف تمہاری طرح بشر ہوں، اغضب کما یغضب
العبد میں اسی طرح غضب اور غصہ میں آجاتا ہوں جس طرح عام بندے،
ولا اعلم ما وراء ھذا الجدار، میں نہیں جانتا کہ اس دیوار
کے پیچھے کیا ہے۔ وما ادری ما یفعل بی ولا بکم میں نہیں
جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور نہ یہ کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔
اور علیٰ ہذا القیاس دیگر تواضع و انکساری پر مبنی کلمات سرزد ہوں تو ہمیں نہ چاہیئے
کہ ان میں دخل دیں اور برابری کا عقیدہ رکھ لیں اور خوشی و مسرت کا اظہار کریں
بلکہ ہم پر لازم ہے کہ حد ادب میں رہیں اور اپنی زبان اور منہ کو قابو میں رکھیں،
آقا و مولیٰ کا حق ہے کہ اپنے بندے اور غلام کو جو چاہے کہے اور جو سلوک
مناسب سمجھے کرے اور اپنی قدرت اور غلبہ اور بلندی و برتری کا مظاہرہ
کرے اور بندہ و غلام کو بھی حق ہے کہ اپنے آقا و مولا کے سامنے بندگی اور
فروتنی کا مظاہرہ کرے دوسرے کے لیے کیا مجال اور طاقت کہ اس مقام
میں دخل دے اور حدِ ادب کو پھلانگے یہ مقام بہت سے ضعیف اور ناقص
العقل بے علم اور جاہلوں کے لیے لغزش اور پھسل جانے کا موجب بنتا ہے
اور ضرر و نقصان اور خسران و خذلان کا سبب بنتا ہے۔)

سراپا تحقیق اور نور فراست اور صفائے قلب کے مالک حضرات کے بیان کردہ اس ضابطہ سے دیگر امور کے علاوہ انما انا بشر مثلکم اور قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولاً کا اصلی معنی اور مفہوم سمجھ آ گیا کہ آپ نے اللہ تعالےٰ کی طرف سے سکھلائے ہوئے ادب و تربیت کے مطابق عجز و انکسار کا اظہار کیا اور بندگی اور عبودیت کا مظاہرہ کیا ہے لہٰذا اس سے نورانیت مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار یا محض عام قسم کی بشریت کا اثبات مطلوب نہیں ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اسی لیے قل انما انا بشر مثلکم کے بعد شرک کی نفی کا ذکر فرمایا گیا ہے یوحیٰ الی انما الھکم الہ واحد (میری طرف وحی کی جاتی ہے تمہارا معبود برحق صرف ایک ہے۔) فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا (جو اللہ تعالےٰ کی ملاقات اور اس کی بارگاہ میں حاضری کا امیدوار ہے اسے چاہیئے کہ اعمال صالحہ کو اپنائے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے) اِنَّمَا کے ذریعے حصر اور اس کے معبود برحق کی وحدانیت کا بیان پھر عبادت میں غیروں کو شریک ٹھہرانے کی صریح نفی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہاں اظہار عبودیت ہے اور الوہیت اور اس کے لوازمات کی نفی اپنی ذات سے کرنا مقصود ہے ورنہ بشریت کے اثبات یا نفی سے وحدانیت باری تعالےٰ اور نفی شرک کو کیا تعلق اگر آپ نور ہوں تو اللہ تعالےٰ وحدہٗ لاشریک نہیں رہے گا یا آپ اس کے شریک بن جائیں گے اگر اَن گنت ملائکہ کے نوری ہونے سے یہ مفاسد لازم نہیں آتے تو آپ کی ذات اقدس کے نور ہونے سے یہ مفاسد کیونکر لازم آسکتے ہیں۔ اسی طرح قول باری تعالےٰ قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولاً۔ میں پہلے اللہ تعالےٰ کی نزاہت و طہارت اور تقدس کو بیان کرنا بھی اس امر کا واضح قرینہ ہے کہ یہاں اظہار عبودیت اور اعتراف بندگی ہے اور کفار کے مطالبہ کا باحسن طریق رد ہے کہ



میں نے دعویٰ رسالت کا کیا اور تم نے یہ مطالبات شروع کر دیئے ہیں: وقالوا لن نومن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعاً او تکون لک جنۃ من نخیل وعنب وتفجر الانھار خلالھا تفجیراً او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا او تاتی باللہ والملائکۃ قبیلا او یکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء ولن نومن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرءہ (اور بولے ہم نہ مانیں گے تیرا کہا جب تک تو نہ جاری کر دے ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ یا ہو جائے تیرے واسطے ایک باغ کھجور کا اور انگور کا پھر بہائے تو اس کے بیچ نہریں چلا کر یا گرا دے آسمان ہم پر جیسے کہ تو کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے یا لے آ اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے یا ہو جائے تیرے لیے ایک گھر سنہرا یا چڑھ جائے تو آسمان میں اور ہم نہ مانیں گے تیرے چڑھ جانے کو جب تک نہ اتار لائے ہم پر ایک کتاب جس کو ہم پڑھ لیں۔) (ترجمہ محمود الحسن صاحب۔)

یہ تھے وہ مطالبات جن کے جواب میں بہ تعلیم الٰہی آپ نے فرمایا: سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولاً جس کا اس پس منظر میں مطلب بالکل واضح ہے کہ میں نے خدائی دعویٰ نہیں کیا اور نہ یہ کہ اس نے سارے اختیارات مجھے تفویض دیئے ہیں اور نہ مجھے اللہ تعالےٰ سے ایسی فرمائشیں کرنے کی ضرورت ہے میرا منصب تو تبلیغ احکام ہے میں نے اس کو ادا کر دیا لہٰذا یہاں پر بھی الوہیت اور خدائی صفات اور خدائی اختیارات کی نفی مقصود ہے نہ کہ محض عامی بشر اور حقیقت میں ان کے ساتھ متحد ہونے کا بیان ہے، بلکہ ان کا مقصد بھی یہ کمالات دیکھ کر ایمان لانا نہیں تھا بلکہ محض تعنت و معاندت کا اظہار تھا اور انکار نبوت کے لیے سہارا ڈھونڈنا حقیقت میں تو ان کا پختہ عقیدہ یہی تھا کہ یہ بشر ہیں لہٰذا قطعاً رسول نہیں ہو سکتے رسول صرف فرشتہ ہو سکتا ہے اس لیے

اللہ تعالٰی نے فرمایا:

وما منع الناس ان یومنوا اذ جاءھم الھدی
الا ان قالوا ابعث اللہ بشرا رسولا۔ اور نہیں منع کیا کافر لوگوں
کو ایمان لانے سے جب کہ ان کے پاس ہدایت آئی مگر اس قول اور نظریہ
نے کہ کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

شبیر احمد صاحب عثمانی حاشیہ میں لکھتے ہیں:

"یعنے نور ہدایت پہنچنے کے بعد آنکھیں نہ کھلیں یہ ہی کہتے رہے کہ آدمی ہوکر
رسول کیسے ہوسکتا ہے اگر خدا کو پیغمبر بھیجنا تھا تو آسمانوں سے کوئی
فرشتہ اتارتا۔"

الغرض یہ سوالات جو خداوند تعالٰی کی قدرت سے متعلق تھے آپ سے کرنا بے محل اور
بے جواز تھا اس لیے فرمایا: میں تو مخلوق اور بندہ ہوں اور بھیجا ہوا رسول جو احکام ملے پہنچا
دیتے لہٰذا ان آیات سے نور ہونے کی نفی قطعاً غلط ہے اور اس کا دار و مدار کفار کے اس
زعم پر ہے کہ نور ہونا اور فرشتہ ہونا ایک چیز ہے لہٰذا فرشتہ ہی رسول ہوسکتا ہے
اگر ان کو یہ سمجھ آسکتی کہ صورت بشریہ میں تشریف لانے والی ہستیاں بھی نورانی ہو
سکتی ہیں اور عام لوگوں سے مختلف تو نہ انکار رسالت کی کوئی گنجائش رہتی اور نہ ایسے بے محل
اقتراحات و سوالات کی۔

جہاں بھی انبیا علیہم السلام کی بشریت کا ذکر کیا گیا ہے اس کے ساتھ وحی اور
رسالت کا ذکر ضرور پایا گیا ہے۔ بشر مثلکم یوحی الی اور ھل کنت الا
بشرا رسولا جس سے ان مقدس ہستیوں کی دوہری حیثیت کو بالکل واضح کر دیا لہٰذا
ان سے انکار نورانیت پر استدلال کمال بے خبری کی دلیل ہے۔ علامہ آلوسی نے بشر
مثلکم یوحی الی کے تحت فرمایا:



"اشارۃ الی جھۃ مشارکتہ للناس وجھۃ امتیازہ
ولولا تلک المشارکۃ ما حصلت الافاضۃ ولولا ذلک
الامتیاز ما حصلت الاستفاضۃ" ص۵۲ جلد ۱۶۔

یعنی بشر مثلکم میں انسانوں کے ساتھ مشارکت والی جہت کی طرف اشارہ
ہے اور یوحی الی میں انسانوں سے وجہ امتیاز کی طرف اشارہ ہے، اگر
مشارکت نہ ہوتی تو انسانوں کو بارگاہ نبوت سے فیض رسانی کا امکان نہ ہوتا
اور اگر انسانوں سے امتیاز نہ ہوتا تو اللہ تعالٰی اور ملائکہ سے استفادہ و استفاضہ
ممکن نہ ہوتا لہٰذا ان دونوں جہتوں سے انسانوں کے لیے افاضہ اور عالم قدس
سے استفادہ ممکن ہوا۔

خدارا اب بتلایئے کہ یہ آیات بشریت محضہ کی دلیل ہیں یا نورانی بشریت کی اور
دوہری حیثیت کی۔

## نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو نور ماننے کی ضرورت

آیئے اس مسئلہ میں تعصب و عناد کو ایک طرف رکھ کر ٹھنڈے دل و دماغ سے
غور کر لیں کہ آیا حضور صلے اللہ علیہ وسلم میں اور دیگر انبیا علیہم السلام میں نورانیت تسلیم کرنی
ضروری نہیں تو ہم دعویٰ نورانیت سے دستبردار ہو جاتے ہیں اور اگر ان میں نورانیت تسلیم
کیے بغیر ان کی نبوت و رسالت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تو پھر علماء دیوبند کو اس ضد و عناد
سے باز آنا چاہیئے اور اپنے اسلاف کے نظریہ سے انحراف نہیں کرنا چاہیئے۔ اس تصفیہ
کے لیے آیئے قول باری تعالٰی واذ قال ربک للملئکۃ انی جاعل
فی الارض خلیفۃ کے تحت مفسرین کرام کی تحقیقات اور دفع اشکالات کا مطالعہ کر
لیں تو یقیناً یہ حقیقت بے نقاب ہوکر سامنے آجائے گی۔ قاضی بیضاوی نے خلیفہ کا

معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

الخلیفة من یخلف غیرہ وینوب منابہ۔

(خلیفہ اسے کہتے ہیں جو کسی کے قائم مقام ہو اور اس کے بعد برقرار رہے)،

والمراد بہ آدم علیہ السلام لانہ کان خلیفة اللہ فی ارضہ فکذالک کل نبی استخلفھم اللہ فی عمارة الارض وسیاسة الناس وتکمیل نفوسھم وتنفیذ امرہ فیھم۔ (اس خلیفہ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں کیونکہ وہ زمین میں اللہ تعالےٰ کے نائب اور قائم مقام تھے اور اس طرح ہر نبی کو اللہ تعالےٰ نے زمین کی آبادی لوگوں کی نگرانی اور سیاست کے لیے اور ان کی تکمیل نفوس وارواح کی خاطر اور ان میں احکام الٰہیہ کے نفاذ کے لیے اپنا خلیفہ اور قائم مقام بنایا)

لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ خلیفہ کے نصب کرنے کی ضرورت تین صورتوں میں ہوتی ہے: ان الخلافة عن الغیر انما تکون لغیبتہ او عجزہ او موتہ وکل ذالک محال علی اللہ تعالیٰ (یعنے کسی کی نیابت اور خلافت صرف تین صورتوں میں ہوتی ہے:

(۱) اصل کے غائب ہونے اور دوسری جگہ منتقل ہونے کی صورت میں۔

(۲) اس کے عاجز وضعیف و ناتواں ہونے کی صورت میں۔

(۳) موت کی صورت میں۔

اور یہ تینوں امور اللہ تعالیٰ میں محال ہیں۔ جب خلافت ان محال امور کو مستلزم ہے



مثل قول باری تعالے: انک لا تھدی من احببت تم اپنے پسندیدہ افراد کو ہدایت نہیں دے سکتے اور نور ایمان سے منور نہیں کرتے لئن تو وہ بھی محال ہوگی لہٰذا اللہ تعالےٰ نے اس کا حتمی فیصلہ کیوں فرمایا اور اس پر عملدرآمد کیوں فرمایا تو اس کا جواب دیتے ہوئے قاضی بیضاوی نے فرمایا:

"لا لحاجة بہ تعالیٰ الی من ینوبہ بل لقصور المستخلف علیھم عن قبول فیضہ وتلقی امرہ بغیر وسط ولذالک لم یستنبئ ملکًا کما قال اللہ تعالیٰ لو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلًا الا تری ان الانبیاء لما فاقت قوتھم واشتعلت قریحتھم بحیث یکاد زیتھا یضیئ ولم تمسسہ نار ارسل اللہ الیھم الملائکة ومن کان منھم اعلیٰ رتبة کلمہ بلا واسطة کما کلم موسیٰ علیہ السلام فی المیقات ومحمدا صلی اللہ علیہ وسلم لیلة المعراج"

(اللہ تعالےٰ نے خلافت کا سلسلہ کسی اپنی ضرورت اور احتیاج کے لیے جاری نہیں فرمایا تاکہ ان استحالات میں سے کوئی استحالہ لازم آئے بلکہ جن پر انبیاء علیہم السلام کو خلیفہ بنایا ہے ان کے قصور استعداد اور نقصان صلاحیت کی وجہ سے یہ سلسلہ جاری کیا ہے، کیونکہ وہ براہ راست اللہ تعالےٰ سے فیوض حاصل نہیں کر سکتے تھے اور نہ اس کے احکام اخذ کر سکتے تھے اور اس قصور استعداد اور فقدانِ صلاحیت کی وجہ سے ان کی طرف کسی فرشتہ کو نبی اور رسول بنا کر نہیں بھیجا ہے جیسے کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد گرامی

ہے: لو جعلناہ ملکاً لجعلناہ رجلاً۔ اگر فرشتے بھیجیں گے
تو بھی بشری اور مردمی حالت میں کیا دیکھتے نہیں ہو جب انبیاء علیہم السلام
کی باطنی قوت انتہائی عروج پر ہو اور ان کی فطرت وطبیعت میں اس قدر
مستنیر اور روشن ہونے کی صلاحیت پیدا ہو جائے کہ ان کی استعداد فطری
کا زیتون آگ لگائے بغیر ہی جل اٹھے اور روشن ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان
کی طرف ملائکہ کو مبعوث فرماتا ہے اور ان میں سے جو اعلےٰ درجہ کی استعداد
باطنی کا مالک ہو تو اللہ تعالےٰ اس کے ساتھ براہ راست کلام فرماتا ہے
جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ میقات میں اور محمد کریم علیہ الصلوٰۃ
والتسلیم کے ساتھ شب معراج۔)

فاضل لاہوری علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے حاشیہ بیضاوی میں اور علامہ سید محمود
آلوسی نے روح المعانی میں مستخلف علیہ یعنے انسانوں کے قبول فیض اور اخذ امور واحکام
سے قاصر ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"لما انہ فی غایۃ الکدورۃ والظلمۃ الجسمانیۃ
وذاتہ تعالیٰ فی غایۃ التقدس والمناسبۃ شرط
لقبول الفیض علی ما جرت بہ العادۃ الالٰہیۃ فلا
بدمن متوسط ذی جہتی التجرد والتعلق یستفیض
من جہۃ و یفیض باخریٰ۔ حاشیہ بیضاوی صـ۲۸۸ و
روح المعانی جلد اول صـ۲۰۲

(کیونکہ مستخلف علیہم میں کدورت اور ظلمت جسمانیہ ہے اور اللہ تعالےٰ
کی ذات غایۃ تقدس اور نزاہت میں ہے اور قبولیت فیض کے لیے
مفیض ومستفیض میں مناسبت کا پایا جانا قانون قدرت اور اس کی



عادت جاریہ کے مطابق ضروری ہے لہٰذا اللہ تعالےٰ اور عباد کے درمیان
ایسے واسطہ کا پایا جانا ازبس لازمی اور ضروری ہے، جو مجرد اور نورانی ولطیف
بھی ہو اور اس میں مادیت وبشریت بھی ہو تاکہ نورانیت اور تجرد کے ذریعے
ملائکہ اور اللہ تعالےٰ سے استفاضہ کر سکے اور جسمانیت وبشریت کے
ذریعے مخلوق خدا کو فیض پہنچا سکے علی الخصوص انسانوں کو۔)

اسی طرح علامہ محمد بن مصلح الدین القوجوی نے حاشیہ بیضاوی میں قصور عباد کو بیان
کرتے ہوئے فرمایا:

"بل ھو مبنی علی قصور المستخلف علیہ عن
قبول فیضہ تعالیٰ بالذات بلا واسطہ من خلاف
جنسہ وقولہ لم یستنبئ ملکاً ای لم یجعل اللہ
ملکاً رسولاً فان البشر لا یقدر علی الاستفاضۃ من
الملک کما قال تعالیٰ.... الخ۔[۲۴۱]

(یعنی سلسلہ خلافت کا اجراء اللہ تعالیٰ کی ذاتی ضرورت اور احتیاج و
افتقار پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس کا دار و مدار اس پر ہے کہ مستخلف علیہم یعنے
لوگ اپنی جنس کے ماسوا سے بالذات اور بلاواسطہ فیض حاصل کرنے سے
قاصر ہیں اور اسی لیے اللہ تعالےٰ نے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر نہیں بھیجا
کیونکہ بشر ملائکہ سے استفاضہ کی قدرت نہیں رکھتے۔)

قاضی بیضاوی نے طبیعات میں اس کی تمثیل دے کر اس حقیقت کی نقاب کشائی
کرتے ہوئے فرمایا:

"ان العظم لما عجز عن قبول الغذاء من اللحم لما
بینہما من التباعد جعل الباری تعہ بحکمتہ بینہما
الغضروف المناسب لہما لیاخذ من ھذا ویعطی

ذالک ۔" (جب ہڈی گوشت سے غذا قبول کرنے سے عاجز و قاصر ہوگئی، کیونکہ ان کے درمیان مناسبت نہیں (بلکہ ہڈی ٹھوس اور جامد تھی اور گوشت نرم اور ملائم) تو اللہ تعالٰے نے اپنی حکمت کاملہ سے ان کے درمیان ایسے حصے پیدا کر دیئے جو شکل میں ہڈی کے مناسب ہوتے ہیں اور نرمی اور ملائمت میں گوشت کے مناسب نرمی کی وجہ سے گوشت سے رس چوس لیتے ہیں اور صوری مشابہت و مناسبت کے تحت ہڈی کو مہیا کر دیتے ہیں جس طرح یہ غضروف اور نرم ہڈیاں اپنے اندر دوہری صلاحیت و استعداد رکھتی ہیں۔

اسی طرح عالمِ نبوت و رسالت میں بھی ظاہری بشریت اور مادیت اس جہان سے مناسبت کے لیے ضروری ہے اور باطنی تجرد و نورانیت اور لطافت اللہ تعالٰے اور ملائکہ کے ساتھ مناسبت کے لیے ضروری ہے اور اگر انبیاء علیہم السلام کے ابدان و ارواح بالکل ہماری طرح ہیں تو پھر وہ بھی ملائکہ کو نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ ان سے استفادہ کر سکتے ہیں لہٰذا ان کے رسول بنائے جانے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی اور جب ملائکہ سے ہی استفادہ و استفاضہ ممکن نہ ہوا تو اللہ تعالٰے سے براہِ راست کیونکر استفاضہ ہو سکتا ہے لہٰذا ثابت ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام باطن کے لحاظ سے عام انسانوں سے بالکل مختلف ہیں اور جب تک ان میں نورانیت اور تجرد تسلیم نہ کیا جائے اس وقت تک ان کی نبوت و رسالت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور بالخصوص سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت جو ملائکہ جن اور انبیاء علیہم السلام کو بھی شامل ہے لہٰذا آپ کا نور ہونا لازمی و ضروری ہے۔



## انبیاء علیہم السلام کے ظواہر بشری میں اور بواطن ملکی و نورانی

آپ نے دلائل و شواہد کی روشنی میں توضیح اس امر کی ملاحظہ فرمائی ہے کہ جس طرح اللہ تعالٰے کا قانون اور عادۃ جاریہ کا تقاضا یہ ہے کہ فیض لینے اور دینے کے لیے مناسبت ضروری ہے لہٰذا فرشتہ اور نور محض رسول نہیں بنایا جا سکتا اس طرح یہ قانون قدرت اور عالم اسباب کا یہ معمول اس امر کا بھی متقاضی ہے کہ بشر محض رسول نہیں ہو سکتا اور جس طرح کفار نے رسول کے فرشتہ اور نور محض ہونے کا مطالبہ کر کے افراط سے کام لیا ہے۔ علمائے دیوبند نے رسول کو بشر محض تسلیم کر کے تفریط سے کام لیا اور ان کے خداداد امتیازی شان تجرد اور نورانیت سے نیچے گرانے کا اور ان کی تنقیص کا ارتکاب کیا ہے اور افراط و تفریط سے پاک، صراط مستقیم اور راہ اعتدال یہی ہے کہ ان کے ظواہر کو بشری تسلیم کیا جائے اور بواطن کو ملکی و نورانی۔ اب مزید دلائل و شواہد اس پر ملاحظہ فرمائیں:

قاضی عیاض مالکی نے شفا شریف کی قسم ثالث میں انبیاء علیہم السلام کی اس جامعیت کبریٰ اور برزخیت عظمیٰ کو مدلل انداز میں بیان فرمایا:

"فمحمد صلے اللہ علیہ وسلم وسائر الانبیاء علیہم السلام من البشر ولو لا ذالک لما اطاق الناس مقاومتهم والقبول عنهم ومخاطبتهم قال اللہ تعالیٰ ولو جعلناه ملکاً لجعلناه رجلا ای لما کان الا فی صورة البشر الذین یمکنهم مخالطتهم اذ لا یطیقون مقاومة الملک ومخاطبته ورؤیته اذا کان علی صورته وقال اللہ تعالیٰ قل لو کان فی الارض ملائکة یمشون مطمئنین لنزلنا علیهم من السماء ملکاً رسولاً ای لا یمکن فی

سنة الله ارسال ملك الا لمن هو من جنسه او من
خصه الله تعالیٰ واصطفاه وقواه علی مقاومته کالانبیاء
والرسل فالانبیاء والرسل علیهم السلام وسائط بین
الله وبین خلقه (الی) فظواهرهم واجسادهم وبنیتهم
متصفة باوصاف البشر (الی) وارواحهم وبواطنهم
متصفة باعلیٰ من اوصاف البشر متعلقه بالملاء الاعلیٰ
متشابهة بصفاتِ الملائکة سلیمة من التغیر والآفات
لا یلحقها غالبا عجز البشریة ولا ضعف الانسانیة
اذ لو کانت بواطنهم خالصة للبشریة کظواهرهم لما
اطاقوا الاخذ عن الملائکة ورؤیتهم ومخاطبتهم
ومخالطتهم کما لا یطیقه غیرهم من البشر ولو
کانت اجسادهم وظواهرهم متسمة بنعوت
الملائکة وبخلاف صفة البشر لما اطاق البشر و
من ارسلوا الیه مخالطتهم کما تقدم من قول الله
تعالیٰ فجعلوا من جهة الاجسام والظواهر مع البشر و
من جهة الارواح والبواطن مع الملائکة۔ (شفا شریف
جلد ثانی صد ۷۹، ۸۰) بتلخیص بعض العبارت

خلاصہ، ترجمہ اور مفہوم یہ ہے کہ محمد کریم اور جملہ انبیاء علیہم السلام بشروں
سے ہیں اور ان کے لیے رسول بھی ہیں، کیونکہ اگر وہ بشر نہ ہوتے تو بشر و
انسان ان کے سامنے ٹھہر ہی نہ سکتے اور قبول فیض اور مخاطبت سے عاجز
و قاصر ہوتے جس طرح قول باری تعالےٰ لو جعلناہ ملکاً



لجعلناہ رجلاً سے ظاہر ہے یعنے فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے تو
صورت بشر میں بھیجتے، کیونکہ فرشتہ کی تاب لانا اور اس کے سامنے ٹھہرنا
اور دیدار و کلام کرنا ان کے لیے ممکن ہی نہیں جب کہ وہ ملکی صورت میں
ہو اور اس طرح ارشاد باری ہے، قل لو کان فی الارض
ملائکة یعنے اللہ تعالےٰ کی سنت جاریہ میں یہ ممکن ہی نہیں کہ ملائکہ
کو رسول بنا کر بھیجے مگر انہی کی طرف جو ان کی جنس سے ہوں یا ان کی طرح
عند اللہ مخصوص و مصطفےٰ ہوں اور قوت و توانائی کے مالک مثل انبیاء و
رسل علیہم السلام کے لہٰذا انبیاء و رسل اللہ تعالےٰ اور مخلوق کے درمیان وسائط
ہیں اور ان کے ظواہر اور اجساد و اجسام اور بنیاد جسمانی اوصاف بشر
کے ساتھ متصف ہیں اور ان کے ارواح اور بواطن اوصاف بشر سے
اعلیٰ صفات کے ساتھ متصف ہیں اور صفات میں ملائکہ کے مشابہ ہیں
اور ملاء اعلےٰ کے ساتھ متعلق تغیر و آفات سے سالم و محفوظ ہیں صفت
بشریت و انسانیت ان کو لاحق نہیں ہوتی، کیونکہ اگر ان کے بواطن خالص
بشری ہوتے مثل ظواہر کے تو ملائکہ کی رویت ان سے اخذ و تلقی اور
استفاضہ ان کے لیے ممکن نہ ہوتا اور نہ ان سے میل جول اور دوستی و خلت
مثل عوام بشر کے اور اگر اجساد و اجسام اور ظواہر بھی ملکی حالت پر ہوتے اور
بشری حالت کے خلاف تو امم ان سے میل جول کی طاقت نہ رکھتیں اور
ان کی تاب دیدار نہ رکھتیں لہٰذا ان کو اجسام و ظواہر کے لحاظ سے بشروں
کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے اور ارواح و بواطن کے لحاظ سے ملائکہ کے ساتھ
علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف کی شرح میں لا یمکن فی سنة الله
ارسال الملك الا لمن هو من جنسه او من خصه الله كالانبياء

والرسل کے تحت فرماتے ہیں:

فانہم خلقہم اللہ تعالیٰ بابدان بشریۃ وارواح ملکیۃ فکانوا دون غیرہم مستعدین لمقاومۃ الملک ومخالطتہ ومخاطبتہ۔ کہ انبیاء ورسل پر ملائکہ کا نزول اس لیے ہوتا ہے کہ ان کو اللہ تعالے نے اگرچہ ابدان بشریہ میں پیدا کیا ہے مگر ارواح وبواطن ملکی بھی عطا فرمائے ہیں اس لیے وہ ملائکہ کو اصلی صورت میں دیکھنے اور ان کے ساتھ اختلاط ومیل جول اور دوستی وخلت کی طاقت رکھتے ہیں دوسرے بشر اس صلاحیت واستعداد سے محروم وقاصر ہیں۔
(نسیم الریاض جلد ۳ صد ۵۴۴)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس دعویٰ پر پہلی دلیل اور تائید پیش کرتے ہوئے فرمایا:

(۱) کما قال علیہ السلام لو کنت متخذا من امتی خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا ولکن اخوۃ الاسلام۔ الحدیث
اسی لیے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں امت میں سے کسی کو خلیل اور قلبی دوست بناتا تو ابوبکر صدیق کو بناتا لیکن امت کے ساتھ بالعموم اور حضرت صدیق کے ساتھ بالخصوص اخوت اسلامی اور محبت ایمانی والا تعلق ہے۔ ولکن صاحبکم خلیل الرحمٰن لیکن تمہارا نبی اور رسول صرف اللہ تعالے کا خلیل ہے اور اس کے دل میں اسی کا بسیرا ہے اور غیر کے لیے گنجائش ہی نہیں۔

علامہ شہاب نے نسیم الریاض میں وجہ استدلال اور جہت تائید کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:



وھذا دلیل علی انہ لم یکن مع البشر بباطنہ فھو لا یعتمد علی غیر اللہ ولا یحتاج لاحد سواہ (الی) والحاصل ان بواطنھم وقواھم الروحانیۃ ملکیۃ ولذا تری مشارق الارض ومغاربھا وتسمع المیط السماء وتشم رائحۃ جبرائیل علیہ السلام اذا اراد النزول کما شم یعقوب رائحۃ یوسف علیہ السلام ولذا عرج بہ صلی اللہ علیہ وسلم الی السماء۔ نسیم الریاض جلد ۳ صد ۵۴۵

(یہ حدیث شریف اس امر کی دلیل ہے کہ آپ باطن کے لحاظ سے بشروں کے ساتھ شریک نہیں تھے لہٰذا نہ آپ کو غیر پر اعتماد کی ضرورت نہ ماسوا کی طرف احتیاج اور خلاصہ یہ ہے کہ ان کے بواطن اور قویٰ روحانیہ ملکی ہیں اسی لیے مشارق ومغارب اور اطراف وجوانب کائنات کا مشاہدہ کرتے ہیں اور آسمان کے دروازے کھلنے کی آواز بھی سن لیتے ہیں اور جب جبرائیل علیہ السلام سدرہ سے اترنے کا ارادہ کرتے تو ان کی خوشبو انبیاء علیہم السلام کو محسوس ہونے لگتی جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو محسوس ہوئی۔ اور اسی ملکی قوت اور باطنی ونورانی صلاحیت کی وجہ سے ہی آپ کو آسمانی معراج کرایا گیا۔

(۲) دوسری دلیل قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے یہ بیان فرمائی:

وکما قال صلے اللہ علیہ وسلم تنام عینای ولا ینام قلبی یعنی فیما یدل علی ان باطنہ ملکی وظاہرہ بشری۔

اس دعویٰ پر کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ظاہر بشری ہے اور باطن

ملکی ہے آپ کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار
رہتا ہے اور قاضی شہاب خفاجی فرماتے ہیں :

وکذالک سائر الانبیاء تنام اعینهم دون قلوبهم
کما ورد مصرحا به فی حدیث البخاری یعنے دوسرے انبیاء
علیہم السلام کا معاملہ بھی اسی طرح ہے ان کا حالتِ نیند میں صرف ظاہر
محو خواب ہوتا ہے اور باطن و قلب بیدار و تیقظان جس سے ظاہر و باطن اور
جسم و روح، بشریت و نورانیت کی امتیازی اور مشترک حیثیات واضح ہیں۔
وهذا دلیل علی ان ظاهره صلی الله علیه وسلم بشری
و باطنه ملکی ولذا قالوا ان نومه لا ینقض الوضوء
کما صرحوا به ولا یقاس علیه غیره من الامة کما
توهم و توضیه بعد نومه استحبابا او تعلیما
لغیره او لعروض ما یقتضیه ۔ (نسیم الریاض
جلد ۳ صہ ۵۴۵)

یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کا ظاہر بشری ہے (اسی لیے
نیند جو عوارض بشری سے ہے اس پر طاری ہوتی ہے) اور باطن ملکی ہے۔
(اور وہ نیند سے پاک اور منزہ ہوتے ہیں۔ یسبحون اللیل والنہار
وهم لا یفترون۔ شب و روز اور ہر لمحہ و ہر لحظہ تسبیح و تقدیس کرتے
رہتے ہیں اور تھکتے نہیں ہیں) اسی لیے علماء اعلام نے فرمایا کہ آپ کی
نیند وضو کے لیے ناقض نہیں تھی اور اس معاملہ میں امت کے کسی بھی
ارفع و اعلیٰ مرتبت شخص کو آپ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور نیند سے بیداری
کے بعد بعض اوقات آپ وضو فرماتے تھے تو وہ بطور استحباب یا تعلیم



امت کے لیے فرماتے تھے یا بیداری میں جس طرح ناقض وضو طاری ہو جاتے
تھے اسی طرح کے عوارض کے طاری ہونے کی وجہ سے آپ وضو فرماتے
تھے۔

(۳) وقال صلی الله علیه وسلم انی لست کهیئتکم انی اظل
عند ربی یطعمنی ویسقینی۔ آپ نے فرمایا کہ یقیناً میں تمہاری طرح
نہیں ہوں میں دن کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوتا ہوں وہی مجھے
کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اقول اور دوسری روایت میں ابیت عند ربی
یطعمنی ویسقینی میں ہر رات رب تعالیٰ کے ہاں گذارتا ہوں وہی
مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے لہٰذا اے میرے صحابہ تم صوم وصال میں میری برابری
نہیں کر سکتے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے اس استدلال کی وجہ بیان
کرتے ہوئے فرمایا: هذه القوة تدل علی انه صلی الله
علیه وسلم ملکی الباطن کہ یہ قوت اس امر کی دلیل ہے کہ
آپ کا باطن ملکی ہے اقول اسی طرح بظاہر زمین پر ہونا اور شب و روز
اللہ تعالیٰ کے ہاں ہونا بھی اس امر کی دلیل ہے کہ ظاہر بشر ہے اور باطن
ملکی ہے۔ اقول امام سیوطیؒ نے الاتقان میں امام اصفہانی کے حوالہ سے
تنزیل کی دو صورتیں ذکر کی ہیں :

احدهما ان النبی صلی الله علیه وسلم انخلع
من صورة البشرية الی صورة الملكية و اخذه
من جبرائيل عليه السلام والثانی ان الملك انخلع
الی البشرية حتی یاخذه الرسول منه والاول
اصعب الحالین انتهی۔ صہ ۴۳ ۔

پہلی صورت یہ ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم صورت بشریہ کی خلعت
اور لباس سے الگ ہو کر صورت ملکی میں ڈھل جائیں اور نورانیت وملکیت
والے تناسب کی وجہ سے وحی کو جبرائیل امین سے اخذ کریں اور دوسری
صورت یہ ہے کہ فرشتہ ملکی حالت سے بشری حالت کی طرف انخلاع اور
انتقال پذیر ہو تاکہ بشریت میں تناسب کے بعد رسول اکرم صلے اللہ علیہ
وسلم اس سے وحی اخذ کریں۔ اور پہلی حالت دوسری کی نسبت زیادہ صعوبت
والی ہے اور امام سیوطی کے حوالہ سے ہی یہ کیفیت تنزیل وبگر کتب تفاسیر
میں منقول ہے۔

فاضل لاہوری نے اپنے مشہور زمانہ حاشیہ بیضاوی میں بھی اس کو نقل کیا ہے ملاحظہ
ہو صفحہ ۱۳۶۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ علامہ اصفہانی نے اس کلام کا آغاز اتفق اھل
السنة والجماعة سے کیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ صرف دو تین
علماء کا مسلک ومذہب نہیں بلکہ اہل السنت اس پر متفق ہیں۔ اب اس متفق علیہ مسلک
اور نظریہ سے واضح ہو گیا کہ آپ میں نورانیت اور ملکی صفات وصلاحیتیں موجود ہیں بشروں
کو فیض دینا ہوتا ہے تو بشری حیثیت سے فیض دیتے ہیں اور جب وحی حاصل کرنی ہوتی
ہے اور عالم بالا سے استفادہ مطلوب ہوتا ہے تو نورانی اور ملکی حیثیت سے استفادہ
کرتے ہیں اور ضرورت نورانیت میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کی تائید وتصدیق بھی ہو
گئی کہ اگر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم میں نورانیت نہ ہو تو آپ کا نبی بنایا جانا ہی متصور نہیں
ہو سکتا۔ اور قانون قدرت میں افاضہ واستفاضہ کے لیے تناسب کا شرط ہونا بھی
یہاں سے واضح ہو گیا۔ علاوہ ازیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں انخلاع کے
لفظ کا استعمال اس امر کی واضح دلیل ہو گئی کہ آپ کی بشریت ایک خلعت اور لباس کی



حیثیت رکھتی تھی جس طرح کہ جبرائیل علیہ السلام کی بشریت محض ایک لباس عارضی اور
روپ ہوتا تھا جس میں جبرائیل علیہ السلام نمودار ہوتے تھے اور یہی وہ حقیقت ہے جس
کو شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز نے "اگر نہ نقاب بشریت پوشیدہ
بودے ... الخ) سے تعبیر کیا اور جناب قاسم نانوتوی نے ؎

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت

سے تعبیر کیا۔ اگرچہ بشریت جبرائیل اور آپ کی بشریت میں واضح فرق ہے جس طرح کہ ہم
نے تصریح کر دی ہے لیکن اس کا اصل حقیقت کے لحاظ سے مثل لباس اور نقاب ہونا،
بہر حال مسلّم حقیقت ہے اور وہ بھی جملہ اہل السنت والجماعت کے نزدیک۔ والحمد للہ
علیٰ ذالک۔

الغرض ان دلائل کے ساتھ یہ واضح ہو گیا کہ تمام انبیاء علیہم السلام میں بالعموم اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم میں بالخصوص دوہری صلاحیت واستعداد موجود ہے کہ ظاہر بشریت ہے
اور باطن نورانی اور ملکی اور یہی تقاضا ہے، اللہ تعالے کی عادت جاریہ اور اس کے قانون
قدرت کا ورنہ رسولوں کی بعثت کا کوئی مقصد نہیں ہو سکتا اور نہ ان پر ملائکہ کے نزول کا کوئی
امکان ہو سکتا ہے تو ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نور ماننا لازم وضروری ہے اور اس کے
بغیر کوئی چارہ کار نہیں اور رسل کرام کو بشر محض ماننا کفار ومشرکین کی سنت پر عمل کرنا ہے اور
اسی طرح نور ہونے اور ملک ہونے میں عینیت واتحاد کا گمان بھی کفار ومشرکین کے
خیال خام سے ہے اور صحیح راہ اور صراط مستقیم یہی ہے کہ وہ بشر بھی ہیں اور نور بھی ؎

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا تمہیں کسی نے بجز ستّار
سوا خدا کے بھلا کوئی تجھ کو کیا جانے
تو شمس نور ہے اور بشر نمط اولوالابصار

## ہر نبی کا اپنی حقیقت کے لحاظ سے اپنی امت سے مختلف ہونا ضروری ہے

اس ضمن میں آپ امام رازی علیہ الرحمۃ کا پرمغز استدلال اور ارشاد خداوند تبارک و تعالےٰ ان اللہ اصطفیٰ اٰدم ونوحا واٰل ابراھیم واٰل عمران علی العالمین، کی تفسیر اور ان مقدس ہستیوں کی وجہ اصطفیٰ ملاحظہ فرمائیں تاکہ یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے کہ واقعی انبیاء علیہم السلام کا اپنی امتوں سے حقائق اور نفوس کے لحاظ سے مختلف ہونا ضروری ہے۔ امام موصوف فرماتے ہیں کہ امام حلیمی نے کتاب المنہاج میں ذکر کیا ہے:

ان الانبیاء علیہم السلام لابد وان یکونوا مخالفین لغیرھم فی القوی الجسمانیہ والقوی الروحانیۃ۔

بے شک انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہ امر لازمی اور ضروری ہے کہ وہ دوسرے لوگوں سے جسمانی اور روحانی قوتوں میں مختلف ہوں، قوی جسمانیہ دو قسم ہیں مدرکہ اور محرکہ۔ مدرکہ پھر دو قسم ہیں: حواس ظاہرہ اور حواس باطنہ۔ حواس ظاہرہ پانچ ہیں:

### پہلا حاسہ:

پہلا حاسہ قوت باصرہ ہے اور رسول گرامی صلے اللہ علیہ وسلم قوۃ باصرہ میں انتہائی کمال سے مخصوص ٹھہرائے گئے تھے جس پر ہم دو وجہ سے استدلال پیش کرتے ہیں:

**وجہ اول:** سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: زویت لی الارض فادیت مشارقھا ومغاربھا۔" میرے لیے تمام زمین کو سمیٹ دیا گیا ہے اور مجھے اس کے تمام اطراف وجوانب اور جو کچھ ان کے اندر ہے وہ دکھلا دیا گیا ہے۔



**وجہ ثانی:** سید الرسل صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے: اقیموا صفوفکم وتراصوا فانی اراکم من وراء ظھری۔ "اپنی صفوں کو درست کرو اور باہم مل کر کھڑے ہوا کرو، کیونکہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں،" اور اس قوت کی نظیر ابراہیم علیہ السلام میں بھی متحقق وموجود تھی جس پر اللہ تعالےٰ کا یہ فرمان شاہد عدل ہے: وکذالک نری ابراھیم ملکوت السمٰوات والارض ولیکون من الموقنین۔" اور ایسے ہی ہم دکھلاتے ہیں ابراہیم کو ملک آسمان اور زمین کا تاکہ ہو جائیں عین الیقین والوں میں سے۔

مفسرین کرام نے اس کی تفسیر میں ذکر کیا ہے:

انہ تعالیٰ قوّیٰ بصرہ حتی شاھد جمیع الملکوت من الاعلی والاسفل، کہ اللہ تعالےٰ نے ان کی قوت باصرہ کو بہت قوی اور توانا کر دیا تھا حتیٰ کہ انھوں نے تمام ملکوت اعلیٰ واسفل اور بالا و پشت کا مشاہدہ کر لیا۔

امام حلیمی نے فرمایا:

قوت باصرہ کا اس غایت تک پہنچنا محل تعجب اور مقام استغراب نہیں ہے، کیونکہ لوگ قوت ابصار میں متفاوت ہوتے ہیں۔ مروی ومنقول ہے کہ زرقاء یمامہ تین دن کی مسافت سے اشیاء کو دیکھ لیا کرتی تھی ان زرقاء الیمامہ کانت تبصر الشیٔ من مسیرۃ ثلاثۃ ایام — لہٰذا نبی خدا کی نگاہ اقدس اگر اس سے اقویٰ اور اس سے زیادہ دور تک دیکھ سکے تو اس میں استبعاد اور حیرانگی کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

### دوسرا حاسہ

قوت سامعہ ہے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اس قوت سامعہ میں بھی

سب لوگوں سے اکمل تھے جس کی ایک دلیل آپ کا یہ فرمان واجب الاذعان ہے: اطت السماء وحق لها ان تئط ما فیها موضع قدم الا وفیه ملك ساجد لله، آسمان سے چرچراہٹ کی آواز آتی ہے اور حق بھی یہی ہے کہ اس سے اس قسم کی آواز آئے، کیونکہ اس میں ایک قدم کی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں فرشتہ اللہ تعالے کے حضور سجدہ ریز نہ ہو۔ اس حدیث شریف سے واضح ہوگیا کہ آپ نے زمین پر تشریف فرما ہوتے ہوئے آسمان سے ملائکہ کے جلال وسجود کی وجہ سے نکلنے والی آواز کو سن لیا۔ اور دوسری دلیل یہ ہے: انه سمع دویا وذکرانه دوی هو صخرة قذفت فی جهنم فلم تبلغ قعرها الی الآن کہ آپ نے ایک پتھر کے تیزی سے نیچے گرنے اور حرکت کرنے کی آواز سماعت فرمائی اور اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: یہ اس پتھر کی حرکت کی آواز ہے جو جہنم میں پھینکا گیا مگر ابھی تک اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکا بلکہ محو حرکت ہے۔

علامہ حلیمی نے فرمایا: فلاسفہ کے لیے اس میں استبعاد کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ وہ خود اس امر کے قائل ہیں کہ فیثا غورث نے ریاضت ومجاہدہ سے اپنے آپ کو اس حد تک پہنچا لیا تھا کہ زمین پر بیٹھ کر آسمان کی حرکت کی آواز سن لیتا تھا اور اس قوت کی نظیر حضرت سلیمان علیہ السلام میں بھی متحقق تھی جیسے کہ چیونٹی کی آواز سن لینا اور اس پر تبسم فرمانا اور پھر ہنس پڑنا قرآن مجید سے ثابت ہے: قالت نملة یا ایها النمل ادخلوا مساکنکم لا یحطمنکم سلیمان وجنوده وهم لا یشعرون۔ فتبسم ضاحکا من قولها۔

چنانچہ اللہ تعالے نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس چیونٹی کا کلام سنا دیا اور اس کے معنی ومفہوم پر بھی مطلع کر دیا۔ اور یہ ارشاد ربانی حضرت سلیمان علیہ السلام کی تقویت فہم کی بھی دلیل ہے اور اس قسم کی قوت فہم سید الرسل صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل تھی۔



جب کہ آپ نے اونٹ اور بھیڑیے کے ساتھ کلام فرمایا اور ان کے مقصد ومفہوم کو سمجھ لیا (اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے حیوانات کی زبان کا معلوم ہونا علمنا منطق الطیر' سے واضح ہے۔ اور سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے علمك مالم تکن تعلم وکان فضل الله علیك عظیماً سے اور آپ کے ارشاد گرامی علمت علم الاولین والآخرین سے۔

## تیسرا حاسہ

قوت شامہ، جس طرح کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتا کی خوشبو کنعان میں بیٹھے ہوئے محسوس کر لی، حالانکہ وہ ابھی مصر سے نکالا ہی گیا تھا بس جونہی قافلہ مصر سے روانہ ہوا آپ کنعان سے پکار اٹھے: انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون۔ تو آپ نے کئی دن کی مسافت درمیان میں حائل ہونے کے باوجود اس خوشبو کو محسوس کر لیا۔ (اقول اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جبرائیل علیہ السلام کی خوشبو اس وقت محسوس ہونے لگتی جب کہ وہ ابھی سدرہ سے نزول کا ارادہ کرتے تھے۔ (نسیم الریاض)

کفار کی روحوں کے قبض ہونے پر پھیلنے والی بدبو کا ذکر کیا تو محض اس تصور سے آپ کو بدبو محسوس ہونے لگی اور آپ نے کپڑے کا کنارہ منہ پر دے لیا۔ (مشکوٰۃ شریف)

## چوتھا حاسہ

قوتِ ذائقہ ہے جس طرح رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے زہر آلود بازو بکری کا تناول فرمایا تو فرمایا:

ان هذا الذراع یخبرنی انه مسموم (یہ بازو مجھے

بتلارہا ہے کہ میرے اندر زہر ملی ہوئی ہے۔)

اقول بکری کا گوشت پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

اجد لحم شاۃ اخذت بغیر اذن اھلھا۔ یہ ایسی بکری کا گوشت معلوم ہوتا ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کی گئی ہے۔)

اور واقع میں بھی اس طرح تھا کہ گھر والا گھر پر نہیں تھا اور اس کی بیوی نے کہہ دیا ہے جاؤ میں اسے راضی کرلوں گی۔

## پانچواں حاسہ

قوت لامسہ ہے جس طرح کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا جسد اطہر نار نمرود میں پھینکنے کے باوجود جلنے سے محفوظ رہا بلکہ آگ کی حرارت اور تپش ہی ختم ہو کر رہ گئی (اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دستر خوان سے ہاتھ مبارک پونچھے تھے وہ بھڑکتے تنور میں ڈال دیا جاتا میل کچیل ختم ہو جاتی مگر اس کا تار بھی نہ جلتا۔ اور حضرت زہرا سے آٹا لے کر روٹیاں بنا کر تنور میں لگائیں تو آگ ان کی رطوبت بھی خشک نہ کرسکی۔ اور صحابی کا جو حصہ بدن کا آپ سے مس ہوا وہ کبھی دوزخ کی آگ میں داخل نہیں ہوسکتا بلکہ لا تمس النار مسلماً رآنی او رأی من رآنی تو معلوم ہوتا ہے کہ جو نور نگاہ کسی آنکھ سے نکل کر آپ پر پڑے گا تو وہ نور اس جسد سے جب مل گیا تو ان نوری شعاعوں اور تاروں کے ربط و تعلق سے نہ صرف وہی آنکھ بلکہ آنکھ والا بھی دوزخ کی آگ سے محفوظ بلکہ دیکھنے والے کو دیکھنے والا بھی۔

## حواس باطنہ

ان میں سے قوت حفظ ہے جس کی امتیازی شان اللہ تعالٰے کے اس فرمان سے واضح ہے:



"سنقرئك فلا تنسٰی الا ما شاء اللہ" (ہم عنقریب آپ کو پڑھائیں گے جو آپ کو نہیں بھولے گا مگر جس قدر اللہ تعالٰے چاہے گا۔)

اقول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب حافظہ کی کمزوری اور نسیان کی شکایت کی تو آپ نے ان کو چادر پھیلانے کا حکم دیا اور دو مرتبہ دونوں کف دست سے چادر پر خدا داد حافظہ کے ڈھیر سے ڈالتے ہوئے ان کو فرمایا: ضمه الی صدرك (اسے اپنے سینے سے لگا لو) تو اس کے بعد انھوں نے جو سنا یاد رہا تو جس کی عطا سے غلاموں کے حافظہ کی یہ شان ہو خود ان کے حافظہ کا کیا کہنا۔

## قوتِ ذکار

آپ کی اس قوت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ مجھے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے علم کا ہزار باب تعلیم دیا اور میں نے ان میں سے ایک ایک باب سے ہزار ہزار باب علم کا استنباط کیا۔ جب ولی کی یہ شان ہے تو پھر نبی الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی شان ذکار کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے۔ (و علی ھذا القیاس باقی حواس باطنہ کا حال بھی معلوم ہوسکتا ہے۔)

## قوائے محرکہ

قوائے محرکہ میں انبیاء علیہم السلام کی امتیازی شان کا اندازہ نبی الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے معراج سے ہوسکتا ہے اور حضرت عیسٰے علیہ السلام کے عروج سماوی سے حضرت ادریس علیہ السلام کے جنت تک تشریف لے جانے سے اور حضرت الیاس علیہ السلام کے رفع سے جیسے کہ روایات میں وارد ہے اور حضرت آصف بن برخیا کے متعلق کلام مجید گواہی دے رہا ہے:

"وقال الذی عنده علم من الکتاب أنا آتیك به قبل ان یرتد الیك طرفك" کہ آنکھ جھپکنے کی دیر میں ملکہ بلقیس کا تخت جا کر لے آتے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر اور آپ کی امت کے ولی کا یہ مقام اور مرتبہ ہے تو حضرات انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام ہوگا۔

## قوائے روحانیہ عقلیہ

جب بدنی اور جسمانی قوا میں اس قدر امتیازی شان حضراتِ انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے تو روحانی عقلی قوتوں میں غایت کمال اور نہایت الصفا تک واصل ہونا ازبس ضروری ہے۔ واعلم ان تمام الکلام فی ھذا المقام ان النفس القدسیۃ النبویۃ مخالفۃ بماھیئتھا لسائر النفوس ومن لوازم تلك النفس الکمال فی الذکاء والفطنۃ والحریۃ والاستعلاء والترفع من الجسمانیۃ والشھوات فاذا کانت الروح فی غایۃ الصفا والشرف وکان البدن فی غایۃ النقاء والطھارۃ کانت ھذہ القوی المحرکۃ والمدرکۃ فی غایۃ الکمال لانھا جاریۃ مجری انوار فائضۃ من جوھر الروح واصلۃ الی البدن.... الخ جلد۲ ص۴۳۳

خلاصہ کلام اس مقام میں یہ ہے کہ نبی و رسول کے نفس قدسی کا ماہیت و حقیقت میں تمام نفوس کے مخالف ہونا لازمی اور ضروری ہے اور اس نفس کے لوازم سے ہے ذکاوت و فطنت اور حریت و استعلاء اور اس کے لوازم سے ہے جسمانیات و شہوات سے بالاتر ہونا لہٰذا جب نفس و روح صفاء و شرف میں غایت کو پہنچا ہوا ہوگا اور



بدن بھی تزکیہ و طہارت میں نہایت کو پہنچا ہوا ہوگا تو قوائے مدرکہ اور محرکہ بھی غایت کمال تک واصل ہوں گے، کیونکہ وہ مثل ان انوار کے ہیں جو روح کے جوہر سے بدن پر منعکس ہوں اور فائض۔ اور امام رازی نے فرمایا: یہی قول موافق ہے اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کے اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ اللہ تعالٰی اس مقام کو بہتر جانتا ہے جس میں رسالت کو ودیعت فرماتا ہے۔

الغرض امام حلیمی اور امام رازی کے کلام حقیقت ترجمان سے واضح ہوگیا کہ ہر نبی کا اپنی حقیقت و ماہیت اور روح و نفس کے لحاظ سے امت سے مختلف ہونا ضروری ہے اور یہ ضابطہ بھی معلوم ہوگیا کہ قویٰ مدرکہ اور محرکہ اور حواس ظاہرہ اور باطنہ یہ سب لوازم نفس اور روح سے ہیں اور ان کا اختلاف دلیل ہے ان کے ملزومات کے اختلافات کی اوّل پس سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقت سب انبیاء سے مختلف ہے کیونکہ اور جب یہ حقیقت مسلم ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جملہ انبیاء علیہم السلام کے نبی ہیں تو پھر آپ کی حقیقت و ماہیت اور آپ کا نفس و روح سب سے مختلف ہونا ضروری ہے اور جب حواس ظاہرہ اور باطنہ میں قوائے محرکہ اور مدرکہ میں کوئی نبی و رسول آپ کا ثانی نہیں ہے تو پھر لامحالہ اس لحاظ سے بھی ان قویٰ کے ملزوم یعنے نفس و روح مصطفوی کا جملہ انبیاء علیہم السلام سے مختلف ہونا ضروری ٹھہرا بلکہ جب تحقیق یہ ہے کہ آپ ملائکہ کے بھی رسول ہیں تو لامحالہ جوہر روح و نفس اور عنصر نورانی میں ان سے بھی مختلف ہوں گے اس لیے تو جہاں تک آپ نے پرواز کی وہاں تک جبرائیل علیہ السلام کا مرغ وہم اور شہباز روح بھی نہ جا سکا اور جہاں ان کو سدرہ کے قریب ہی جلنے کا خطرہ درپیش تھا، وہاں حبیب مکرم صلے اللہ علیہ وسلم بلا خوف و خطر آگے بڑھ کر اور حریم قدس میں پہنچ کر مسکراتے ہوتے دیدار ذات کر رہے تھے تو معلوم ہوا کہ آپ کا نور اقدس اپنی قوت اور توانائی میں اور اہلیت و استعداد میں نور جبرائیل علیہ السلام سے کہیں زیادہ ہے،

اور قبل ازیں یہ حقیقت بھی واضح ہو چکی ہے کہ خالق و مخلوق کے درمیان رسالت و نبوت اور
خلافت کی وساطت کیوں ضروری ہے اس حکمت و مصلحت کو سامنے رکھ کر فیصلہ کر لو کہ
جب عوام بشر اور اللہ تعالےٰ کے درمیان رسول کی وساطت اس لیے درکار ہے کہ وہ
براہ راست استفادہ نہیں کر سکتے تو پھر انبیاء علیہم السلام کو لتؤمنن به ولتنصرنه
کا پابند کیوں ٹھہرایا گیا، تو معلوم ہوتا ہے اگرچہ وہ اللہ تعالےٰ اور مخلوق کے درمیان وسائط
اور وسائل تھے لیکن جو تکمیل ان کی اس اتباع و اطاعت سے ہوئی ہے اس کی شان
نرالی ہے۔ اس طرح ملائکہ میں سے رسل بالعموم اور جبرائیل علیہ السلام بالخصوص اگرچہ
وسائط و وسائل ہیں مگر دنیٰ فتدلیٰ کے قربت اور فکان قاب قوسین او ادنیٰ
کی محفل یگانت اور فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحی کی بزم راز میں محرم اسرار بننے
والی ہستی کے ذریعے جو تکمیل مراتب ہوگی اس کی شان ہی کچھ اور ہوگی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ
کوئی نبی و رسول اور ملک مقرب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حقیقت نوریہ
اور جوہر روحانی میں مساہم و شریک نہیں آپ سب سے حقیقت و ماہیت میں مختلف
ہیں اور اس پر بھی قبل ازیں تنبیہ کی جا چکی ہے جب کہ اختلاف لوازم بحسب الماہیت ہو
تو ملزومات بھی بحسب الماہیت مختلف ہوا کرتے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ کی
بشریت بھی امت سے حقیقت میں مختلف ہے۔ عوام کو تو چھوڑیئے موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام
کا معاملہ ہی سامنے رکھیئے صفاتی تجلی کے دیکھنے سے سر طور مدہوش ہو کر گر پڑے ہیں
اور سرور انبیاء عین ذات کو سر کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور بار بار تو ان بشریتوں
میں برابری کا دعویٰ کیونکر کیا جا سکتا ہے لہٰذا آپ روح و جسم نفس و بدن دونوں میں امت
سے بلکہ جملہ انبیاء علیہم السلام سے مختلف ہیں۔ ھذا والحمد للہ۔



## مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کا مسلک

آیئے آخر میں ذرا مجدد الف ثانی امام ربانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ
کی زبانی اس حقیقت کا اظہار و بیان سماعت فرماتے جایئے اور سوچئے کہ جب مجدد
برحق کا مسلک اور نظریہ یہ ہے تو پھر اس کے مخالفین کس طرح راہ راست پر ہو سکتے ہیں،
اور وہ دین کے خادم و مبلغ نہیں ہو سکتے صرف اس میں فی سبیل اللہ فساد کے
درپے ہیں، فرماتے ہیں:

"حقیقت محمدی کہ ظہور اول است و حقیقت الحقائق است
علیہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا بآں معنی کہ حقائق دیگر
چہ حقائق انبیاء کرام و چہ حقائق ملائکہ عظام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام،
کالظلال اند مر او را و او اصل حقائق است قال علیہ و علے آلہ
الصلوٰۃ والسلام اول ما خلق اللہ نوری وقال علیہ و علی آلہ
الصلوٰۃ والسلام: خلقت من نور اللہ والمومنون من نوری۔
پس ناچار ایں حقیقت واسطہ بود درمیاں سائر حقائق و درمیان
حق جل و علے و وصول بمطلوب احدے را بے توسط او علیہ
و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام محال باشد فهو نبی الانبیاء والمرسلین و
ارسالہ رحمۃ للعالمین ازیں جا است کہ انبیاء اولوالعزم باوجود
اصالت تبعیت او می خواہند بآرزو داخل امتاں او میگردند
کما ورد۔ فصلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم تسلیما کثیرا۔
(دفتر سوم حصہ نہم صـ ۱۲۷ مکتوب نمبر ۱۲۲۔ بحوالہ مسلک مجدد مؤلفہ حضرت

میاں جمیل احمد صاحب مدظلہم

(حقیقت محمدی علیہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات جو کہ تعین اول ہے اور حقیقت الحقائق ہے اور اصل حقائق صرف آپ کی حقیقت ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اول ما خلق اللہ نوری۔ جس حقیقت کو سب سے پہلے اللہ تعالے نے پیدا فرمایا اور کتم عدم سے منصۂ شہود پر جلوہ گر فرمایا وہ میرا نور ہے۔ اور سید الرسل صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: خلقت من نور اللہ والمومنون من نوری: میں اللہ تعالے کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں اور اہل ایمان میرے نور سے پیدا کیے گئے ہیں تو لامحالہ آپ کی حقیقت واسطہ و وسیلہ ہوگی درمیان تمام حقائق (انبیاء و ملائکہ وغیرہ) کے اور درمیان حق جل و علےٰ کے اور کسی کے لیے مطلوب تک رسائی بغیر آپ کے توسط و توسل کے محال و ناممکن ہوگی لہٰذا آپ نبی الانبیاء ہیں اور آپ کا مبعوث فرمایا جانا سب عالمین کے لیے سراسر رحمت ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء اولوالعزم باوجود اصلی نبی ہونے کے آپ کی اتباع و تبعیت کے طلب گار ہیں اور آپ کے امتیوں میں داخل ہونے کے آرزو مند جیسے کہ احادیث میں وارد فصلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم تسلیمات کثیرا کثیراً۔

## حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نورٌ علیٰ نور ہیں۔

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کی مدارج النبوت سے نورانیت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق منقول عبارت میں گذر چکا ہے: نور علیٰ



نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء۔ اور قاضی بیضاوی کی تفسیر سے انی جاعل فی الارض خلیفہ، کی بحث میں منقول یہ عبارت بھی نظر نواز ہو چکی:

الا ترى ان الانبياء لما فاقت قوتهم واشتعلت قريحتهم بحيث يكاد زيتها يضئ ولو لم تمسسه النار ارسل الله اليهم الملائكة

ان دونوں عبارات میں تلویح بلکہ تصریح موجود ہے کہ اللہ تعالے کے ارشاد گرامی کا مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں یعنے مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ (الآیۃ) اور جس نور کے ساتھ اللہ تعالے نے سات آسمانوں اور زمینوں کو منور اور روشن فرمایا ہے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور مثل نورہ میں آپ کے نور کی تمثیل ہے اور آپ کو ہی نور علیٰ نور کہا گیا ہے اور دوسرے مقام پہ فرماتے ہیں:

"در تسمیہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بنور تلمیح ہست بقول وے جل و علے: اللہ نور السموٰت والارض۔ پس نیست در آسمان و زمین مگر نور الٰہی کہ ساری است در اکوان و اوست نیر وجود و حیات و جمال و کمال و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مظہر اتم آں نور است و و واسطہ ظہور اوست۔"

(رسول مکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو نور کے ساتھ موسوم کرنے میں اللہ تعالے کے اس فرمان کی طرف تلمیح اور اشارہ ہے: اللہ نور السموٰت والارض۔ لہٰذا آسمان و زمین میں صرف نور الٰہی ہی کی جلوہ گری ہے اور جملہ موجودات میں وہی جاری و ساری ہے اور وہی نیر وجود و حیات ہے اور نیر جمال و کمال اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس کے مظہر اتم ہیں اور اس کے ظہور کا واسطہ اکمل ہے۔) مدارج النبوت جلد اول ص۶۳

طبرانی، ابن عدی، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ قول باری تعالےٰ: مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب دری الآیۃ میں مشکوٰۃ (طاق) سے مراد جوف محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور آپ کا اندرون اقدس اور زجاجہ سے مراد آپ کا دل اقدس ہے اور مصباح سے مراد وہ نور ہے جو آپ کے دل اقدس میں ہے۔ والمصباح النور الذی فی قلبہ اور توقد من شجرۃ مبارکۃ یعنے اس چراغ کو جس مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے وہ درخت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور لاشرقیۃ ولاغربیۃ سے مراد یہ ہے کہ وہ نہ یہودی ہیں اور نصرانی بلکہ خالص مسلم ہیں۔

عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے شمر بن عطیہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما حضرت کعب احبار کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: مجھے اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کے متعلق خبر دیجئے اللہ نور السمٰوٰت والارض مثل نورہ (الآیۃ) تو انھوں نے فرمایا: مثل نور محمد کمشکوٰۃ المشکوٰۃ ضربہا مثلاً لفمہ فیہا مصباح والمصباح قلبہ فی زجاجۃ الزجاجۃ صدرہ کانہا کوکب دری شبہ صدر محمد بالکوکب الدری (الی) یکاد زیتہا یضیٔ قال یکاد محمد یبین للناس ولو لم یتکلم انہ نبی کما یکاد ذالک الزیت انہ یضئی ولو لم تمسسہ النار۔"
(درمنثور جلد ۵ ص ۴۹)

اس تمثیل سے نور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تمثیل مقصود ہے اور مشکوٰۃ طاق کو کہتے ہیں جو یہاں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک کی تمثیل ہے، مصباح آپ کا



دل اقدس ہے اور زجاجہ سے مراد آپ کا سینہ انور ہے جو کہ کوکب دری اور چمکتے ستارے کی مانند ہے اور زیتون سے مراد آپ کی علامات نبوت اور شواہد رسالت ہیں جو ہر ایک پر نمایاں ہیں اور آپ کے اعلان نبوت سے پہلے ہی آپ کی نبوت و رسالت کو آشکارا کرنے والی ہیں جیسے کہ زیتون کو جلانے سے پہلے ہی قریب ہے کہ وہ خود جل اٹھے۔ ؎

لو لم تکن فیہ ایات مبینۃ
کانت بداہتہ تنبیک عن خبرٖ

(روح المعانی جلد ۱۸ ص ۱۵۴)

ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے:

"مثل نورہ یا محمد فی قلبک کمثل ہذا المصباح فی ہذہ المشکوٰۃ (اللہ تعالےٰ کا نور جو آپ کے دل اقدس میں ہے وہ اس چراغ کی مانند ہے جو اس طاق میں ہے (الی) یکاد محمد ینطق بالحکمۃ قبل ان یوحیٰ الیہ بالنور الذی جعل اللہ فی قلبہ۔ قریب ہے کہ آپ حکمت کے ساتھ ناطق اور گویا ہوں قبل اس کے کہ آپ کی طرف وحی نازل کی جاتے بسبب اس نور کے جو اللہ تعالےٰ نے آپ کے دل اقدس میں ودیعت فرمایا ہے: وکذا نقل القاضی عیاض فی الشفاء عن ابن عباس وکعب الاحبار و سعید بن جبیر ملاحظہ ہو شفاء مع نسیم الریاض وشرح شفاء لعلی القاری ص ۱۰۹، ۱۱۰۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیرؓ سے نقل فرمایا:

مثل نورہ قال محمد صلی اللہ علیہ وسلم یکاد

زیتها یضئ قال یکاد من رأی محمداً یعلم انه رسول الله و ان لم یتکلم۔ نور سے مراد ذات رسول اللہ جو اللہ تعالےٰ کے نور ہیں اور یکاد زیتها یضئ سے مراد یہ ہے کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نظر دیکھ لے وہ آپ کے بولنے اور دعویٰ نبوت کرنے سے پہلے جان لیتا ہے کہ آپ اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔ (درمنثور جلد ۵ ص ۴۹)

حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ سے منقول ہے:

مثل نوره کمشکوٰة فیها مصباح سے مراد ہے مثل نور محمد اذا کان مستودعاً فی الاصلاب...الخ یعنی مصباح سے مراد نور مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور مشکوٰۃ سے مراد ہر وہ پشت ہے جس میں آپ کا نور اقدس منتقل ہوا۔ (شرح شفا جلد اول ص ۱۱۱)

الغرض ان تفسیری اقوال سے ظاہر ہوگیا کہ یہاں پر نور سے مراد نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا نور قلب ہے اور بعض تفسیری اقوال میں یہاں پر نور مومن کی تمثیل مراد ہے اور ظاہر ہے کہ مومن کے دل میں جو نور ہے وہ عکس اور پرتو ہے اس سراج منیر کے انوار وتجلیات کا لہٰذا اگر قلب مومن کے نور والی تفسیر درست اور قابل قبول ہے تو سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے نور قلب والی بطریق اولیٰ بلکہ سراج منیر اور اس مصباح میں جو مناسبت ہے اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس مصباح سے مراد ہی فقط نور مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہو کیونکہ اس مصباح اور چراغ کے لیے جو شرائط ذکر کئے گئے ہیں یعنے طاق میں ہونا اور شیشہ کا انتہائی صاف وشفاف ہونا اور جس زیتون سے روشن ہے اس کا اتقدر جلنے کی استعداد رکھنا کہ خود بخود جل اٹھے۔ یہ سب امور اس مصباح کی روشنی میں اضافہ کے لیے اعتبار کیے گئے ہیں اگر ان کا فقدان ہوگا تو اس کی روشنی مدہم ہوگی اور بے سود اور یہ شرائط اور قیود وصفات موجود ہوں گے تو پھر وہاں روشنی ہی روشنی ہوگی لہٰذا



آپ کا سراج منیر ہونا بھی اسی تفسیر کا مؤید ہے کہ یہاں تمثیل آپ کے ہی نور اقدس کی ہو۔

علاوہ ازیں آپ صرف اہل ارض کے لیے رسول ونبی نہیں ہیں بلکہ ساری مخلوق ارضی وسماوی اور روحانی و مادی کے لیے رسول ہیں اور اللہ نور السمٰوٰت والارض کی مناسبت سے مراد ایسا نور ہونا چاہیئے جس کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو روشن فرمایا لہٰذا وہ نور بھی صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہی ہے ؎

یک چراغ است دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

**سوال:** جب اللہ نور السمٰوٰت والارض میں نور کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے تو لامحالہ مثل نورہ میں بھی اس سے مراد اللہ تعالےٰ کا ذاتی نور ہونا چاہیئے لہٰذا اس کے خلاف جو تفاسیر ہیں اس ابتدائی حصہ کے خلاف ہیں لہٰذا قابل قبول نہیں ہیں؟

**جواب اوّل:** نور یا ظہور کے معنی میں ہے: فان النور عبارة عن الظهور (شرح شفاء علی القاری ص ۱۰۹۔ اور وہ مصدر ہے اور مصدر کا اطلاق ذات پر بغیر تاویل کے درست نہیں ہے لہٰذا اس کو منور یا ذو نور السمٰوٰت والارض کے معنی میں کرنا پڑیگا۔ یہی معنی حضرت حسن، ابوالعالیہ اور ضحاک سے مروی ہے اور یہی مفسرین کی ایک جماعت کا مختار ہے اور اس کی تائید اس قرأت سے بھی ہوتی اللہ منور السمٰوٰت والارض اور حضرت علی رضی اللہ، اور دیگر اکابرین کی یہ قرآت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ اللہ نَوَّرَ السمٰوٰت والارض۔ (روح المعانی جلد ۱۸ ص ۱۴۸)

اور یا نور وہ کیفیت ہے جو خود بخود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کرے بایں معنی بھی اس سے اللہ تعالےٰ کی ذات اقدس مراد نہیں ہوسکتی تو لامحالہ اس کا اطلاق اللہ تعالےٰ

پر یہاں مجازی ہے والظاهر ان اطلاق النور على الله مجاز اما
بمعنى المنور او استعارة - (نسیم الریاض جلد اول صہ ۱۰۹)

علاوہ ازیں نور کی اضافت سموٰت و الارض کی طرف بھی اس امر کا قرینہ ہے کہ یہاں وہ مخلوق نور مراد ہے جس کے ساتھ اللہ تعالٰے نے آسمانوں اور زمینوں کو روشن فرمایا اور ان سب انوار کا اصل اور سرچشمہ نور محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے جن کے ذریعے زمین و آسمان روشن کیے گئے ہیں لہٰذا اس سے مراد آپ کی ذات اقدس ہونا بالکل واضح ہے جیسے کہ روح المعانی صہ ۱۴۸ پر ہے :

"قیل تنویر السموٰت بالملائکة علیهم السلام و تنویر الارض بالانبیاء علیهم السلام والعلماء ونسب الی ابی بن کعب رضی الله عنه" (اور کہا گیا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آسمانوں کو ملائکہ کے ساتھ اور زمین کو انبیاء علیہم السلام اور علماء کے ساتھ منور فرمایا۔)

**جواب دوم :** اگر بقول امام غزالی یہ تسلیم کرلیں کہ الله نور السموٰت والارض میں نور سے مراد اللہ تعالٰے کا نور حجت ہے تو بھی مثل نورہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس مراد لینا واضح ہے۔ حضرت علی قاری کا کلام بھی اس پر شاہد ہے، فرماتے ہیں :

" والاظهر ان یقال المراد بالنور محمد والتقدیر مثل نور الله الذی هو مشرق ظهوره نوره فی عالم الکون بخلقه وامره حسب قضاءه وقدره کمشکوة الخ فان النور عبارة عن الظهور وقد انکشف به الحقائق الالهیة والاسرار الاحدیة والاستار الصمدیة و



به اشرقت الکائنات وخرجت عن حیز الظلمات وبه فسر بعض المفسرین قوله قد جاءکم من الله نور وکتاب مبین ۔ جلد اول صہ ۱۰۹

اظہر یہ ہے کہ کہا جائے کہ نور سے مراد محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں، اور حاصل عبارت یہ ہوگا ؛ مثل نور الله الذی ... الخ یعنے اللہ کے اس نور کی مثال جس کے ساتھ آسمان و زمین روشن ہیں وہ نور محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے جو نور آفتاب کا مطلع و مشرق ہیں اور مظہر تجلیات و انوار ہیں عالم کون میں اللہ تعالٰے کی خلق و ایجاد اور اس کی قضاء و قدر کے مطابق اور وہ نور جو مظہر ذات اقدس ہے وہ مثل اس مصباح اور چراغ کے ہے جو طاق میں ہو ... الخ کیونکہ نور عبارت ہے ظہور و انکشاف سے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حقائق الٰہیہ اسرار احدیہ اور استار صمدیہ منکشف ہوئے اور آپ کی بدولت کائنات روشن ہوئی اور ظلمات کے پردوں سے باہر آئی۔ اور بعض مفسرین نے قول باری تعالٰے ؛ قد جاءکم من الله نور وکتاب مبین، کی تفسیر بھی یہی کی ہے کہ نور سے مراد آپ کی ذات اقدس ہے صلے اللہ علیہ وسلم۔ قدر حسنه وجماله لہٰذا اللہ نور السموٰت والارض میں نور ذات مراد ہونے کے باوجود مثل نورہ میں نور مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم مراد لینا قطعاً درست ہے، کیونکہ آپ اس نور ذات کا مطلع ظہور ہیں اور مشرق نور اور یہی شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا خیال ہے :

"پس نیست در آسمان و زمین مگر نور الٰہی کہ ساریست در اکوان و اوست نیّر وجود و حیات و جمال و کمال و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مظہر اتم آں نور و واسطۂ ظہور اوست" (مدارج النبوت جلد اول صہ ۶۳)

نیز اللہ نور السموٰت والارض، موضوع و محمول ہیں اور حمل اتحاد کو چاہتا ہے جس سے لازم آیا کہ اللہ تعالٰے عین نور ہے اور یہاں میں بحسب المصداق اتحاد ہے جب کہ مثل نورہ

میں اضافت ہے اور وہ تغایر کی مقتضی ہوا کرتی ہے لہٰذا اس کا مفاد و مدلول یہ ہوا کہ نور ذات باری تعالیٰ کا غیر ہے اس سے بھی ظاہر کہ مثل نورہ میں نور الگ ہے اور اللہ نور السمٰوٰت والارض میں مذکور نور الگ ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ بے مثل بھی اور بے نظیر بھی، لہٰذا اس کے نور ذات کی تمثیل و تنظیر کی جگہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس نور کی تمثیل و تنظیر اس مصباح کے ساتھ اور اس کے نور کے ساتھ زیادہ موزوں اور انسب ہوگی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو روشن فرمایا ہے۔

**جواب سوم:** جن اکابرین صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین و تبع تابعین اور دیگر مفسرین و محدثین اور اہل اللہ حضرات سے یہ تفاسیر منقول ہیں، کیا وہ اس سباق اور ابتدائی حصہ سے بے خبر تھے کہ ہم ان کی تفاسیر کو رد کریں محض اس مفروضہ پر کہ یہ تفسیر پہلے حصہ کے خلاف ہے آخر حبر امت مفسر صحابہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم حضرت کعب احبار شعبی قتادہ شمر بن عطیہ سعید بن جبیر رحمہم اللہ تعالیٰ اور جملہ مفسرین نے اَللہُ نور السمٰوٰت والارض کو دیکھے بغیر یہ تفسیر کر دی تھی۔ امام رازی، علامہ آلوسی، قاضی بیضاوی، شیخ عبدالحق، علامہ شہاب خفاجی، علامہ علی القاری، قاضی عیاض اور امام احمد قسطلانی و دیگر اکابر اس سے بے خبر تھے علی الخصوص جب کہ تفاسیر میں منقول اقوال باہم متخالف بھی نہیں ہیں، اس سے نور قلب مصطفوی مراد ہو یا نور قلب مومن تو یہ سب نور، نور خداوند تعالیٰ کا عکس اور پرتو ہیں لہٰذا سبھی مراد ہوں تو اس میں کیا وجہ ہے؟

## تمثیل کے اجزاء کی تشریح اور وجہ اعتبار و تقیید

جب اس تفسیر کی صحت وقوت صحیفۂ خاطر پر منتقش ہو چکی تو آئیے! اب اس آیت کریمہ سے ثابت ہونے والی تمثیل و تشبیہ کو سمجھیں اور پھر نور مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم



کی عظمت کو۔

تمثیل میں مشکوٰۃ کا ذکر ہے جس کا اطلاق ہوتا ہے طاق پر اور دیوار میں ایسے خلا اور غار پر جو دوسری جانب سے بند ہو اس کے ذکر میں حکمت و مصلحت یہ ہے کہ مکان کی وسعت اور فراخی سے روشنی میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور مکان تنگ اور محدود ہو تو روشنی زیادہ ہوتی ہے۔

**دوسری چیز** اس تمثیل میں ہے زجاجہ یعنے چراغ کا شیشہ اور اس کا نقص بھی روشنی کو ناقص بنا دیتا ہے اور اس کی عمدگی روشنی کو قوی اور زائد بنا دیتی ہے اس لیے فرمایا: الزجاجة كانها كوكب دری۔ یعنی جس شیشہ میں ہے وہ چمکتے دمکتے ستارہ کی مانند ہے۔

**تیسری چیز** اس تمثیل میں من شجرة مبارکة زیتونة لا شرقیة ولا غربیة ہے یعنے وہ چراغ ایسے تیل سے روشن کیا جاتا ہے جو زیتون کے مبارک اور بابرکت درخت سے حاصل ہونے والا ہے اور زیتون بھی شرق اوسط اور عرب ممالک کا ہو جو بہترین زیتون شمار ہوتا ہے اور وہ بھی اس قدر صاف و شفاف اور جلنے کی استعداد رکھنے والا کہ آگ لگائے بغیر ہی جل اٹھے اور یہ اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ تیل ناقص ہو اور اس میں جلنے کی استعداد ہی نہ ہو یا ساتھ ساتھ دھواں بھی اٹھتا ہو تو روشنی پھر بھی مدھم ہوگی بلکہ بالآخر شیشہ کو بھی سیاہ کر دے گا اور روشنی کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا جب تیل اس قدر بہترین ہوگا تو روشنی انتہائی قوی ہوگی اور تیز۔ جب یہ ساری قیود و تخصیصات متحقق ہو جائیں تو پھر وہاں پر روشنی ہی روشنی ہوگی

نور علی نور یهدی الله لنوره من
یشاء۔

## ممثل کے اجزاء و حصص جن کو تمثیل میں مذکور امور سے تشبیہ دی گئی ہے

علامہ آلوسی روح المعانی جلد ۱۸ صفحہ نمبر ۱۵۳ پر فرماتے ہیں:

"والتفصیل انہ شبہ صدرہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمشکوٰۃ لانہ کالکوۃ ذو جہتین فمن وجہ یقتبس النور من القلب المستنیر و من اٰخر یفیض ذالک النور المقتبس علی الخلق...الخ وھذا تشبیہ صحیح قد اشتھر عن جماعۃ من المفسرین"

(تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس کو مشکوٰۃ سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ وہ بھی طاق کی مانند ہے اور اس میں دوھری صلاحیت ہے ایک جہت سے قلب انور سے نور کا اقتباس اور استفادہ کرتا ہے اور دوسری جہت سے مخلوق پر اس کا افادہ کرتا ہے اور یہ تشبیہ بالکل صحیح اور درست ہے اور جماعت مفسرین سے منقول ہے۔)

روی محی السنۃ عن کعب ھذا مثل ضربہ اللہ تعالٰی لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم المشکاۃ صدرہ والزجاجۃ قلبہ والمصباح فیہ النبوۃ والشجرۃ المبارکۃ شجرۃ النبوۃ وروی الامام عن بعضھم ان المشکاۃ صدر محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام والزجاجۃ قلبہ والمصباح ما فی قلبہ من الدین وفی حقائق السلمی عن ابی سعید الخراز المشکاۃ جوف محمد صلی اللہ علیہ وسلم والزجاجۃ قلبہ الشریف و



المصباح النور الذی فیہ الخ روح المعانی جلد ۱۸ صفحہ ۱۵۳۔

(امام محی السنۃ نے حضرت کعب سے روایت نقل کی ہے کہ مثل نورہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تمثیل ہے مشکوٰۃ آپ کا سینہ انور اور زجاجہ دل اقدس اور مصباح نور نبوت ہے اور شجرہ مبارکہ سے مراد شجر نبوت ہے اور امام رازیؒ نے بعض سے روایت نقل کی ہے کہ مشکواۃ سینہ اقدس ہے۔ زجاجہ قلب انور اور مصباح نور ایمان و دین ہے اور حقائق سلمی میں حضرت ابو سعید خرازؒ سے مروی ہے کہ مشکوٰۃ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جوف اور اندرون ہے زجاجہ قلب انور ہے اور مصباح سے مراد وہ نور ہے جو اس میں ودیعت کیا گیا ہے۔)

یہی تفصیل شفا اور اس کی شروح میں موجود ہے اور علامہ قسطلانی کو مواہب لدنیہ اور اس کی شرح میں موجود ہے اور شیخ محقق نے مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۶۳ پر بھی اسی کو ذکر کیا ہے۔

ان تصریحات کو ملاحظہ فرما لینے کے بعد یہ حقیقت پوری طرح آپ پر واضح ہو گئی کہ مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نور قلب کا بیان ہے اور اسی کی وجہ ہے کہیں آپ کی بعثت کو "قد جاءکم من اللہ نور" سے تعبیر کیا گیا ہے اور کہیں سراجاً منیراً اور وہ نور اس قدر عظیم ہے کہ اس کو اس عظمت کی وجہ سے نور علیٰ نور فرمایا گیا ہے اور اسی عظمت و کثرت کی وجہ سے اس کو کوثر سے تعبیر کیا گیا ہے جیسے کہ امام رازیؒ نے کوثر کی تفسیر میں فرمایا: نور فی قلبک دلّک علی و قطعک عما سوای "کوثر آپ کے دل اقدس کا وہ نور ہے جو آپ کے دل انور میں ودیعت کیا گیا ہے جس نے آپ کو میری طرف رہنمائی کی

آغاز ولادت میں سربسجود کیا، آغاز تکلم میں میری تسبیح وتقدیس کرائی اور بھرپور شباب
میں خلوت گزینی اور گوشہ نشینی کی طرف راغب کیا تحمل وحی اور ثقل رسالت کے لیے
آمادہ اور مستعد کیا اور شب معراج جبرائیل و رفرف کے جدا ہونے پر بھی سیدھا حریم
قدس تک پہنچایا اور ماسوا اللہ سے منقطع کر دیا۔

یہی وہ نور ہے جس سے آسمان و زمین اور اہل السموٰت و اہل ارض مستنیر ہیں اور
روشن و منور ہے

یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے در کی ہے اور استعارہ نور کا

کیونکہ پہلے سماوات و ارض کی نورانیت کا ذکر فرمانا اور بعد میں اس تمثیل کا ذکر کرنا اس
امر کی واضح دلیل ہے کہ یہاں وہی نور ذکر کیا جا رہا ہے جو عالم بالا و پست اور اعلےٰ و
اسفل عالم روحانیت و مادیت کو روشن کرنے والا ہے اور آسمان و زمین کی تمام تر
وسعتیں اس کی عظمت کے آگے سمٹ سکڑ کر مثل طاق کے ہیں اور سینہ مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم اگرچہ بظاہر مختصر اور محدود ہے لیکن اللہ تعالےٰ نے اس کو اس قدر وسیع و
عریض فرما دیا ہے کہ دونوں جہاں اور عالم غیب و شہادت اس کے اندر سمٹے ہوئے
ہیں جیسے کہ مفسرین کرام نے قول باری "الم نشرح لك صدرك،" کے تحت
فرمایا: الم نفسح صدرك حتى حوىٰ عالمى الغيب والشهادة (ہم نے
آپ کے صدر اور سینہ اقدس کو اس قدر وسیع اور فراخ کر دیا ہے کہ وہ عالم غیب و
شہادت دونوں کو محیط ہے) علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

"وما ارسلناك الا رحمة للعالمين (اور نہیں بھیجا
ہم نے آپ کو مگر جہانوں کے لیے سراپا رحمت بنا کر)

اور یہ بھی فرمایا:



"رحمتی وسعت کل شیٔ (میری رحمت ہر چیز کو محیط ہے۔)
لہٰذا رحمۃ العالمین کا سموٰت و ارض کو محیط ہونا اور سب عوالم کا آپ کے اندر سمٹا
ہوا ہونا ایک مسلمہ حقیقت ہے کیونکہ جب آپ کے غلاموں کا منصب یہ ہو کہ دس کروڑ
جہاں اگر دل کے اطراف و جوانب میں سے کسی ایک گوشہ اور جانب میں رکھ دیئے
جائیں تو ان کو کوئی حجم معلوم نہ ہو جس طرح عارف بایزید اور شیخ محی الدین قدس سرہما
کا ارشاد ہے:

"لو ان العرش وما حواه مائة الف الف مرة
القيت فى زاوية من زوايا قلب العارف ما احس به
وكيف يحس بالحادث من وسع القديم كما فى
الحديث القدسى ولكن وسعنى قلب عبدى المومن افلا
يكون رسول الله كذالك وهو مركز دائرة النورانية
ومظهر تجليات الرحمانية وعين الحقيقة
الانسانية ومنه تستمد عوالم الانسية والروحانية
سيد احمد عابدين جواهر البحار وكذا فى المرقات
جلد اول ص ۵۹ وروح المعانی جلد سوم ص ۱۱"

اور اس دعویٰ پر دلیل دیتے ہوئے فرمایا: "جو دل ذات قدیم کا احاطہ کر سکتا ہے اور
اس کی تجلی گاہ اور عرش جلالت بن سکتا ہے وہ حادث کو اپنے اندر کیوں کر نہیں سمیٹ
سکتا جیسے کہ حدیث قدسی میں ہے: (میری گنجائش نہ آسمانوں میں ہے اور نہ ہی زمین میں
لیکن بندہ مومن کا دل میری گنجائش رکھتا ہے۔)"
اور جب امتیوں میں سے کاملین کا یہ مقام و مرتبہ ہے تو پھر رسول گرامی صلی اللہ
علیہ وسلم کی وسعت قلب کا اندازہ کون کر سکتا ہے جو مرکز دائرۃ النورانیہ ہو اور مظہر

تجلیات رحمانیہ اور حقیقت انسانیت کی چشم بینا جن سے تمام عوالم انسی اور روحانی استمداد و استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ امام اہل سنت احمد رضا صاحبؒ نے فرمایا ؎

لامکاں تک ہے جس کا اجالا وہ ہے
ہر مکان کا اجالا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

## نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا

اور یہیں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونے کی وجہ بھی واضح ہو جائے گی کہ جب آپ کے جسم اقدس میں اس قدر عظیم نور ہے اور جسم اقدس اس کے لیے مثل زجاجہ اور شیشہ کے ہے تو پھر اس کا سایہ کیونکر نظر آسکتا ہے جیسے کہ امداد السلوک کے حوالہ سے عرض کیا جا چکا ہے۔ اور امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں اس کی تصریح کر دی ہے مستقل عنوان قائم کیا الآیۃ فی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن لہ ظل" اور اس کے تحت حضرت حکیم ترمذی کی حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ روایت درج کی؛

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یریٰ لہ ظل فی شمس ولا قمر" (بے شک رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا سایہ نظر نہیں آتا تھا نہ سورج کی دھوپ میں اور نہ ہی چاند کی چاندنی میں۔) (خصائص کبریٰ جلد اول ص ۶۸، ۷۱)

اور ابن سبع فرماتے ہیں:

"من خصائصہ ان ظلہ کان لا یقع علی الارض و انہ کان نوراً فکان اذا مشیٰ فی الشمس او القمر لا



ینظر لہ ظل"
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ بھی ایک خصوصیت ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا اور بے شک آپ نور تھے اس لیے جب آپ دھوپ میں چلتے یا چاند کی چاندنی میں تو آپ کا سایہ نظر نہیں آتا تھا۔ اور بعض حضرات نے اس پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا:

"یشہد لہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی دعائہ و اجعلنی نورا"

اور سایہ نہ ہونے پر دلالت کرنے والی روایت وخصوصیت کی تائید وتقویت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ کی یہ دعا منقول ہے؛ اے اللہ! خود مجھے بھی نور بنا دے۔ شیخ محقق نے روایت میں صرف سورج اور چاند کے ذکر پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"عجب است کہ ایں بزرگاں ذکر چراغ نہ کردہ اند و نور یکے از اسماء آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم است و نور را سایہ نمی باشد"

(ان بزرگوں پر تعجب ہے کہ انھوں نے چراغ کا ذکر نہیں کیا حالانکہ سایہ اس کی روشنی میں بھی نہیں ہوتا تھا کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسماء طیبہ میں سے نور بھی ایک اسم ہے (اور وہ محض اسم نہیں بلکہ بامسمی ہے) اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا آپ کا بھی سایہ نہیں تھا۔)

علامہ نسفی نے تفسیر مدارک میں سورۃ نور کی آیات افک کے تحت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ قول درج کیا ہے جو انھوں نے سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت کے اثبات میں عرض کیا؛ ان اللہ ما اوقع ظلک علی الارض (بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ

زمین پر نہیں پڑنے دیا،) جب وہ آپ کے سایہ کی بھی حفاظت کرتا ہے اور اس کے گندی جگہ پڑسکنے کی وجہ سے اس کو اٹھا لیتا ہے تو وہ آپ کے حرم کی حفاظت کیونکر نہیں کرے گا۔ الغرض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ عرض کرنا اور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا اس پر ردّ و انکار نہ فرمانا بلکہ ان کی اور دیگر صحابہ کرام کی ان دلیلوں اور اعلان برأت کو تسلیم کرنا حدیث تقریری بن گیا اور آپ کا سایہ نہ ہونا اس حدیث تقریری سے واضح ہوگیا۔
امام اہلِ سنت نے فرمایا: ؎

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا
شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا

## آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے

اگرچہ آپ کا نور نور عظیم ہے اور اس کی شعاعیں اور کرنیں عالم کو منور اور روشن کیے ہوئے ہیں اور صحابہ کرام نے اس کے عجیب عجیب کرشمے دیکھے اور آبا و اجداد میں منتقل ہوتے وقت بھی اس جوہر نورانی کے اثرات نورانیت مشاہدہ کیے گئے اور وقت ولادت میں بھی مگر بایں ہمہ بشریت کا حجاب اور پردہ بھی موجود ہے اور نظر قاصر اسی پر اٹک کر رہ جاتی ہے اور اس مشکوٰۃ کی صرف وہ جانب دیکھتی ہے جو ابھی بند ہے کشادہ نہیں، اور دوسری جانب جو کشادہ ہے اور جہاں سے انوار کا صدقہ ہر ہر شئی کو مل رہا ہے اس کو نہیں دیکھتی اس لیے فرمایا: تراھم ینظرون الیک وھم لا یبصرون
آپ کا خیال ہے کہ کفار آپ کو دیکھ رہے ہیں مگر ظاہری آنکھیں کھلی ہونے کے باوجود وہ تمہیں نہیں دیکھ رہے کیونکہ تمہاری اصل حیثیت کا ادراک اور حقیقت کا مشاہدہ چشم



بصیرت سے ہوتا ہے اور وہ اس سے محروم ہیں اور اسی لیے فرمایا: میرا محبوب ہے تو نور علی نور مگر ہر کوئی اس نور کا مشاہدہ نہیں کر سکتا بلکہ صرف وہی لوگ اس کا مشاہدہ کر سکتے ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے چشم بصیرت اور نور فراست عطا کرے یھدی اللہ لنورہٖ من یشاء اور کفار نے جو ما بشر ایشاں بشر کا دعویٰ کیا تھا اس کی یہی وجہ تھی جس طرح حضرت رومی فرماتے ہیں ؎

لیکن ندانستند ایشاں از عمیٰ
ہست فرقے درمیان بے انتہا

آئیے اب چشم بصیرت والوں میں سے ایک ولی کامل کا بیان سماعت فرماتے جائیے۔ حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ قدس سرہ العزیز کا ارشاد ابریز شریف میں اس طرح منقول ہے:

"ان ارباب الکشف والعیان یشاھدون سید الوجود صلی اللہ علیہ وسلم ویشاھدون ما اعطاہ اللہ عزو جل وما اکرمہ بہ ربہ لما لا یطیقہ غیرہ ویشاھدون غیرہ من المخلوقات الانبیاء والملائکۃ وغیرھم ویشاھدون ما اعطاہ اللہ من الکرامات ویشاھدون المادۃ ساریۃ من سید الوجود صلی اللہ علیہ وسلم الی کل مخلوق فی خیوط من نور و فائضۃ من نورہ صلی اللہ علیہ وسلم ممتدۃ الی ذوات الانبیاء والملٰئکۃ علیہم الصلوٰۃ والسلام وذوات غیرھم من المخلوقات فیشاھدون عجائب ذٰلک الاستمداد وغرائبہ"
(بے شک ارباب کشف وعیاں سید الوجود صلے اللہ علیہ وسلم کا

مشاہدہ کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالےٰ نے آپ کو عطا فرمایا اور جن چیزوں
کے ساتھ آپ کو مکرم ٹھہرایا جس کے تحمل کی دوسروں میں استعداد اور لیاقت
نہیں ہے اس کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں اور آپ کے علاوہ جملہ مخلوقات
کا مشاہدہ کرتے ہیں حتیٰ کہ انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ
نے ان کو عزت و کرامت عطا کی ہے اس کا بھی اور اس حقیقت کا بھی چشم
بصیرت سے ملاحظہ کرتے ہیں کہ سید الوجود سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم
کی طرف سے ہر مخلوق کی طرف سلسلہ امداد جاری ہے اور ان کو نوری مادہ
کا فیضان نوری خیوط اور تاروں کی صورت میں ہو رہا ہے جن کا مبدا ء فیاض
نور مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور وہاں سے کرنوں اور شعاعوں کی صورت
میں وہ انوار ذوات انبیاء اور دیگر ملائکہ اور دیگر مخلوقات کی طرف فائض ہیں
اور وہ اس استمداد اور استفاضہ کے عجائب و غرائب کا مشاہدہ بھی
کرتے ہیں ۔)

"و لقد اخذ بعض الصالحین طرف خبزہ لیاکلہ
فنظر فیہ و فی النعمۃ التی رزقھا بنو اٰدم فراٰی فی
ذالک الخبز خیوطا من نور فتبعہ بنظرہ فراٰہ متصلا
بخیط نورہ الذی اتصل بنورہ صلی اللہ علیہ وسلم
فراٰی الخیط المتصل بالنور الکریم صلی اللہ علیہ وسلم
واحداً ثم بعد ان امتد قلیلا جعل یتفرع الی خیوط
کل خیط متصل بنعمۃ من نعم تلک الذوات"

(بعض صالحین نے روٹی کا ایک ٹکڑا کھانے کے لیے اٹھایا جب
اس کو غور سے دیکھا تو اس میں بلکہ بنو آدم کو ملنے والی جملہ نعمتوں میں نوری



خیوط اور تاروں کو دیکھا جب ان کے منبع اور سرچشمہ کی طرف توجہ کی تو کیا
دیکھتے ہیں کہ یہ سبھی نوری تاریں ایک تار کی صورت میں نور مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔ جو وہاں سے ذرا ممتد اور دراز ہوتی ہے
تو پھر اس سے مزید تاریں اور خیوط متفرع ہونے لگتے ہیں جن میں سے ایک
ایک تار ان ذوات پر اتاری ہوئی نعمتوں کے ساتھ متصل اور پیوست ہے)
شیخ احمد بن مبارک جو آپ کے تلمیذ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہاں بعض صالحین سے
مراد خود ذات شیخ قدس سرہٗ ہے اور یہ ان کا اپنا مشاہدہ ہے۔ شیخ موصوف فرماتے
ہیں کہ میں نے ایک محروم اور بدبخت شخص کو دیکھا جس نے یہ دعویٰ کیا تھا: لیس لی
من سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم الا الھدایۃ الی الایمان
واما نور ایمانی فھو من اللہ عز وجل لا من النبی صلی اللہ
علیہ وسلم۔ (کہ مجھے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے جو فیض حاصل ہوا ہے وہ صرف
ہدایت وارشاد والا فیض ہے ورنہ میرا نور ایمان محض اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے نہ
کہ نبی علیہ السلام کی طرف سے۔) تو صالحین کاملین نے اس سے کہا: اچھا یہ بتلا کہ کیا
تو اس بات پر رضامند ہے کہ ہم تیرے نور ایمان اور نور مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے
درمیان جو نوری سلسلہ اور رابطہ ہے اس کو منقطع کر دیں اور صرف وہ ہدایت باقی رکھیں
جس کا تو نے ذکر کیا ہے کہ صرف وہی مجھے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حاصل
ہوئی ہے، تو اس نے کہا: ہاں، میں اس پر رضامند ہوں۔

فما تم کلامہ حتی سجد للصلیب و کفر باللہ و رسولہ و
مات علی الکفر (بس اس کا یہ کلام ابھی پورا نہیں ہوا تھا کہ ہم نے دیکھا کہ اس نے
صلیب کو سجدہ کیا اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کا مرتکب
ہو گیا اور اسی حالتِ کفر پر مر گیا۔) نسئل اللہ السلامۃ ۔ اور بطور خلاصہ

کلام فرمایا:

"فاولیاء اللہ العارفون بہ عز وجل و بقدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشاھدون جمیع ما سبق عیانا کما یشاھدون جمیع المحسوسات بل اقوٰی لان نظر البصیرۃ اقوٰی من نظر البصر"

اللہ تعالٰے کے اولیاء کاملین جن کو اللہ عزوجل اور قدر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عرفان حاصل ہوتا ہے وہ ان تمام امور کا مشاہدہ کرتے ہیں جو ہم نے ذکر کیے ہیں جیسا کہ تم محسوسات کا مشاہدہ کرتے ہو بلکہ اس سے زیادہ قوی اور بہتر صورت میں کیونکہ یہ امور چشم بصیرت سے مشاہدہ کیے جاتے ہیں اور وہ چشم ظاہر سے قوی اور توانا ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ مشاہدے بھی قوی تر اور زیادہ تفصیلی ہوتے ہیں۔ حجۃ اللہ علی العالمین ص ۵۲۔

اگر کسی کو یہ وسوسہ ہو کہ یہ تو صوفیاء کا کلام ہوا علماء ظاہر کا فرمان تو نہ ہوا تو ان کی تسلی کے لیے حضرت علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کا ارشاد پیش خدمت ہے:

"فان ما عرفہ علماء الظواھر منھا بافکارھم قلیل بالنسبۃ الی ما عرفہ الاولیاء وما عرفوہ قلیل بالنسبۃ الی ما عرفہ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم"

(حاشیہ بیضاوی ص۱۱)

یعنی اللہ تعالٰے نے کلام مجید کے ذریعے حقائق و دقائق کو ظاہر فرمایا تاکہ اللہ تعالٰی کے بندوں پر وہ اسرار منکشف ہوں جو اس نے عالم محسوسات اور عالم غیب میں ودیعت فرمائے ہیں اور وہ امور خفیہ ان پر واضح ہوں جن کو اس نے اپنے افعال میں مستور کر رکھا ہے اور ان میں غور و خوض اور تفکر و تدبر کے بعد انھیں اللہ تعالٰے کے افعال و



صفات اور ذات کی معرفت حاصل ہو اور نچلے مرتبہ سے اعلیٰ مرتبہ کی طرف ترقی کر سکیں، کیونکہ ان کے حقائق و دقائق سے جو کچھ علماء ظواہر نے علم و ادراک حاصل کیا، اور عرفان و ایقان وہ بہت قلیل ہے بنسبت اس عرفان کے جو علماء بواطن اور اولیاء کاملین کو حاصل ہوا۔ اور جو عرفان ان کو حاصل ہوا وہ بہت قلیل ہے بنسبت اس کے جو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ لہٰذا علماء بواطن اور اولیاء کاملین کا عرفان جب اکمل ہے تو ان کا قول لامحالہ سند اور حجت ہوگا، کیونکہ وہ جو کہتے ہیں دل کی آنکھ سے دیکھ کر کہتے ہیں بخلاف علماء ظواہر کے۔ اور جب انھوں نے دیکھ کر بتلا دیا کہ نبی الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کا نور آفتاب کی شعاعوں اور کرنوں کی طرح انبیاء و ملائکہ اور جملہ مخلوقات تک پہنچ رہا ہے تو ثابت ہوگیا کہ مثل نورہ کمشکوٰۃ کی بیان کردہ یہ تفسیر علماء ظواہر اور علماء بواطن کے نزدیک مسلم ہے اور واقعہ کے عین مطابق اور حقیقت کی مکمل ترجمانی ہے۔ ھذا والحمد للہ علیٰ ذالک۔

## رحمانی صاحب کی بدحواسی

ہم نے اس امر کی تمثیل کہ نورانیت اور بشریت جمع ہو سکتے ہیں، دیتے ہوئے کہا تھا جس طرح حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے سامنے بشری حالت میں آئے: "فتمثل لھا بشرا سویا" وہ ان کے سامنے مکمل بشر کی صورت میں ظاہر ہوئے اور حضرت مریم نے ان کو واقعی مرد سمجھا اور ان سے پناہ مانگتے ہوئے کہا: انی اعوذ بالرحمٰن منک ان کنت تقیا" میں رحمٰن کا واسطہ دے کر تجھ سے پناہ مانگتی ہوں اگر تجھے کچھ بھی اللہ تعالٰے کا خوف ہے اسی طرح صحابہ کرام کے سامنے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا بشری حالت میں آنا اور ان کا فرمانا: اذ طلع

علینا رجل" ہم پر ایک مرد طلعت فرما ہوا۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ نورانیت اور بشریت جمع ہو سکتے ہیں اور نور بشری حالت میں رونما ہو سکتا ہے جس سے مقصود صرف اتنا قدر تھا کہ یہ دونوں امر جمع ہونے ممکن ہیں مگر اس کے جواب میں رحمانی صاحب نے فعل متعدی اور فعل لازم کی بحث شروع کردی کہ ایک حقیقت کو بیان کرتا ہے اور دوسرا مجاز کو فتمثل لھا میں اللہ فعل متعدی کو ذکر فرما رہے ہیں کہ اپنی اصل حقیقت میں نہیں اور جس وقت اصل حقیقت ہے تو ساتھ فعل لازم ہے ؛ قل انما انا بشر مثلکم، کوئی اس شریف آدمی سے پوچھے کہ قل انما انا بشر مثلکم، میں کہیں فعل کا نام ونشان ہے ؟ لازم ومتعدی کی بحث تو تب ہو جب فعل ہو اور جب فعل کا وجود ہی نہیں تو اس کے متعلق لازم یا متعدی کی صفت کیسے ثابت ہو سکتی ہے ؟ علاوہ ازیں فتمثل کو فعل متعدی کہنا یہ بھی بالکل غلط ہے بلکہ وہ لازمی ہے اور بشراً سویاً حال ہے یا تمیز ہے اور متعدی وہ ہے جو مفعول بہ پر واقع ہو لیکن کوئی مفعول بہ ہے ہی نہیں پھر اذ طلع علینا رجل میں تو فعل لازم ہے تو لامحالہ ان کی حقیقت کا بیان پایا گیا ہے ؟ حالانکہ قاعدہ یہ ہے کہ زیادتی مبانی اور حروف کی زیادتی معنی پر دلالت کرتی ہے لہٰذا مثل میں وہ معنی قوت نہیں جو کہ تمثل میں ہے اور پھر سویاً کی تاکید مزید براں ہے اسی لیے علامہ آلوسی فرماتے ہیں :

"سوی الخلق کامل البنیة لم یفقد من حساس
نعوت الادمیة شیئاً"

لہٰذا جبرائیل علیہ السلام نوری ہونے کے باوجود اس وقت بشری حالت میں تھے اور وقت بھی ولیہ کاملہ ان کو دیکھ کر یہی سمجھیں کہ عام مردوں جیسا مرد ہے اور کہیں میری عصمت کو داغدار نہ کرے ، لہٰذا پناہ مانگی۔ یہاں صرف اس قدر بتلانا مقصود تھا وہ بحمد اللہ ثابت ہوگیا علاوہ وہ مجازی بشریت تھی یا حقیقی تھی بانکلف تھی یا بلا تکلف تھی



بشریت ونورانیت کا اجتماع بہرحال موجود ہے اور یہاں اگر بشر مثلکم ہے تو ساتھ یوحی الیّ بھی ہے اگر مثلکم سے اشتراک ثابت ہوتا ہے تو یوحی الیّ سے امتیاز ثابت ہو رہا ہے اور اسی طرح قد جاءکم من اللہ نور اور داعیاً الی اللہ باذنہ وسراجا منیراً۔ میں نورانیت کا بیان ہے اور بشر مثلکم میں بشریت کا اگر وہ حقیقی نور ہے اور بشریت مجاز ہے تو یہاں بھی حقیقت نور ہے اور بشریت لباس ہے علاوہ ازیں یہ بھی کوئی قاعدہ ہے کہ فعل متعدی مجاز کو بیان کرتا ہے مثلاً ضرب زید عمرواً ، میں ضرب فعل متعدی ہے مگر یہاں حقیقت ضرب کا بیان ہے۔ ایاك نعبد میں نعبد متعدی مگر معنیٰ حقیقی مراد ہے نہ کہ مجازی خدا جانے یہ نحو مدارس دیوبند میں کب سے پڑھائی جا رہی ہے کہ فعل متعدی مجاز کو بیان کرتا ہے اور فعل لازم حقیقت کو مجرد و مزید کو بدحواسی میں رحمانی صاحب نے متعدی اور لازمی سے تعبیر کردیا اور باب تفعل کے ایک خواصہ کو یعنی بہ تکلف ماخذ اور مبدأ اشتقاق کے ساتھ اتصاف ظاہر کرنے کو اس طرح بیان کر بیٹھے ورنہ یہاں لازم ومتعدی کے فرق کا کیا دخل اور کسی ایک کا مجاز سے اختصاص اور دوسرے کا بیان حقیقت میں انحصار تو دنیا کی کسی کتاب اور کسی زبان میں بھی موجود نہیں کوئی بھی لفظ جب معنیٰ موضوع لہ میں مستعمل ہو تو حقیقت ہوتا ہے ورنہ مجاز و منقول خواہ مجرد ہو یا مزید اور باب تفعل سے ہو یا کسی دوسرے باب سے۔

علماء دیوبند سے اپیل ہے کہ اپنے ان ترجمانان دیوبندیت کو سمجھائیں کہ وہ علماء دیوبند اور مدارس نظریہ دیوبند کی عظمت کا بھانڈا اس طرح پھوڑ رہا ہے میں نہ پھوڑیں اور ان کی مٹی پلید نہ کریں بس مخلصانہ مشورہ ہی ہے ؎

مانو نہ مانو جان جہاں تمھیں اختیار ہے

---

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# فہرست مضامین تنویر الابصار

امام المناظرین شرف العلماء علامہ ابو الحسنات

# محمد اشرف سیالوی زید مجدہم

کی قابل قدر تصانیف

گلشن توحید و رسالت

ہدایۃ المتذبذب الحیران فی الاستعانۃ باولیاء الرحمان

مناظرہ جھنگ